

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انارکلی لاہور

EVANGLIST SARFRAZ ROCKY
کتاب بنوانے کی تاریخ
5/9/04
منجانب سرفراز روکی
ہوم لائبریری

حیاتِ و خطوطِ پولوس

مصنّفہ

پادری جے۔ پیٹرسن سمائتھ

مترجمہ

پادری ایس۔ این۔ طالب الدین

ناشران

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ انارکلی لاہور

سنہ ۱۹۵۲

باردوم　　　　تعداد ۱۰۰۰

فہرست مضامین

۷۰

حصّہ اوّل

دیباچہ

باب اوّل

پولوس کی زندگی کا مطالعہ کیونکر کرنا چاہیئے

بعض اوقات یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں کلامِ خدا میں ایک ایسے رسول کے سوانح حیات اور خطوط کو اتنی اُبھری ہوئی جگہ دی گئی ہے جسے خداوند نے اپنے صعود فرمانے کے بعد مقرر کیا جس حال کہ اُن رسولوں کے کلام و بیان کو مقابلتًہ کم جگہ دی گئی ہے۔ جنہیں خداوند نے اپنے حینِ حیات میں متعیّن فرمایا۔ لیکن باوجود اس سوال کے یہ بات ظاہر ہے کہ اگر ایک واحد شاگرد کو یہ فخر نصیب ہونا تھا تو وہ صرف پولُوس ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ نہ تو پطرس نے اور نہ یوحنا نے اور نہ کسی اور رسول نے ابتدائی کلیسیا کی اس قدر خدمت کی جس قدر پولُوس نے ؛

مسیحیت کی اشاعت کے متعلق جتنا بھی پولُوس کی خدمات و مساعی کا ذکر کیا جائے

کم ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ گلیل کے سادہ اور مخلص کاشتکاروں نے اُس عجیب و غریب
سہ سالہ عرصہ کا بیان جب کہ خداوند اُن کے ساتھ ساتھ فلسطین کے کھیتوں کی سیر کرتا
تھا نہایت پُرزور طریق پر کیا۔ اور بتایا کہ کیونکر وہ اُس کی محبت کے اسیر ہوئے اور
اُسے ایسا پیار کیا کہ پہلے کسی شخص سے نہ کیا گیا تھا۔ کیونکر وہ اُن کے سامنے مر گیا۔ مگر پھر زندہ
ہوا۔ اور کیونکر اُن کی محبت حیرت اور تعظیم اور پرستش میں مبدل ہو گئی جب انہیں معلوم
ہوا کہ اُن کا دوست اور مربی کون ہے۔ بہت عرصہ کے بعد اُن میں سے ایک یوحنا
گواہی دیتا ہے[1] "اُس زندگی کے کلام کی بابت جو ابتدا سے تھا اور جسے ہم نے سنا۔ اور
اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بلکہ غور سے دیکھا اور اُس کی گواہی دیتے ہیں۔ اور کلام مجسم
ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا۔ اور ہم نے اُس کا ایسا جلال
دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال"۔ اُن کا سیدھا سادہ بیان سا اُن کا زبردست یقین
اور اُن کی شخصی گواہی ناقابلِ تردید تھے۔

لیکن کلیسیا کو غیر مسیحی دُنیا کے درمیان جانا پڑا۔ اور مابعد کی صدیوں میں انتہائی
بے اعتنائی۔ شبہات اور زبردست مخالفت کا مقابلہ کرنا پڑا جو جاہل اور کم علم لوگوں
کی بساط سے کہیں زیادہ تھے۔ اسی لیے کلیسیا کے خداوند کو جس کا وعدہ تھا۔ کہ میں دنیا
کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں ایک خاص انتظام کرنا پڑا۔ اُس نے ایک شخص کو
اپنی خدمت کے لیے تیار کیا اپنی ذات سے اُسے وابستہ کیا۔ اپنی قدرت اور شخصیت
کے متعلق قائل کیا۔ اور اس کی دائمی شکر گزاری اور محبت کو حاصل کیا۔ یہ شخص
منتہی درجہ کا ذہین۔ صاحب فکر۔ عالم اور اپنے زمانہ کے فضلا میں سب سے سرکردہ
تھا۔ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ مسیح یسوع کا غلام کہتا ہے اور اس غلامی کو سب سے بڑی عزت

---

[1] یوحنا ۱: ۱ + یوحنا ۱: ۱ + یوحنا ۱: ۱۴ +

تصور کرتا ہے۔ پولوس کی زندگی میں سب سے حیرت انگیز بات یہی ہے کہ گو اس نے کبھی مسیح کو جسم کی حالت میں نہیں دیکھا اور گو وہ کسی وقت اُن کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ لیکن ایک ہی جلوے میں راستۂ دمشق پر اُس کا بے دام غلام بن گیا اور اپنی تمام عمر اُس کی خدمت کے لیئے وقف کر دی۔ اور اپنی محبّت اور اطاعت اُسکے قدموں پر نثار کر دی ۔

فصل دوم

اُسی پولُوس کے سوانح حیات کا مطالعہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی زندگی کے ابتدائی اور انتہائی حصص پردۂ اِخفا میں مستور ہیں۔ ہم صرف اُس کی زندگی کے درمیانی حصّہ سے واقف ہیں۔ جب کہ وہ سن بلوغ میں مقدس لوقا سے دوچار ہوتا ہے۔ اور مؤخرالذکر اس وقت سے اُس کی سرگزشت تیس سال تک برابر اپنے روزنامچہ میں درج کرتا رہتا ہے۔ جب تک کہ موت کا، پُرزور بازو اُس کے ہاتھ سے قلم چھین نہیں لیتا۔ ہمارے پاس پولوس کے لڑکپن بڑھاپے اور موت کا بیان نہیں ہے۔ وہ اپنے ملک صدق کی مانند۔ گو ایک مختلف معنی میں "بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے۔ نہ اُس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر" ہے اور علاوہ اُس نامکمل سرگذشت میں بھی کئی ایک رخنے ہیں۔ کیونکہ اُس کے سوانح حیات کا قلمبند کرنے والا ہر وقت اس کے ساتھ نہ رہتا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ کئی ایک باتوں سے ناواقف تھا۔ مثال کے طور پر پولوس کے ایک خط کے ذیل کے جملہ کا ملاحظہ کیجیے "میں نے یہودیوں سے پانچ بار ایک کم چالیس کوڑے کھائے۔ تین بار بیدیں کھائیں ایک بار سنگسار کیا گیا۔ تین مرتبہ جہاز ٹوٹنے کی بلائیں پڑا۔ ایک رات دن سمندر میں کاٹا۔ بار بار سفر میں۔ دریاؤں کے خطروں میں۔ ڈاکوؤں کے خطروں میں۔۔

لے ۲ کرنتھی ۱۱: ۲۴-۲۷ +

جھوٹے بھائیوں کے خطروں میں۔ بھوک اور پیاس کی مصیبت میں۔ بارہا فاقہ کشی میں۔ سردی اور ننگے پن کی حالت میں رہا ہوں"۔

پولوس کے سوانح حیات میں ایک دفعہ بھی کوڑے کھانے کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح "تین دفعہ جہاز ٹوٹنے کی بلا" میں سے ایک کا بھی بیان نہیں ہے۔ گو ایک اور بعد کے موقع کا مفصل بیان ہے۔ اسی طرح اُس ہولناک رات دن کا ذکر بھی نہیں ہے۔ جب کہ بحیرہ روم میں پولوس ایک تختہ کا سہارا لے کر موت کا مقابلہ کرتا رہا۔ پہاڑوں میں ڈاکوؤں کا حملہ بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے۔ دریا کا یکدم متلاطم ہو جانا اور کشتیوں کا معرض خطر میں آجانا بھی ضرور باعثِ پریشانی ہُوا ہو گا۔ اگر ان واقعات کا بیان موجود ہو تو پولوس کی زندگی کی تاریخ کس قدر دلچسپ ہو جائے۔

فصل سوم

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں صرف لُوقا کے روزنامچہ پر ہی انحصار کرنا نہیں پڑا۔ نئے عہدنامہ میں خود پولوس کے تیرہ خطوط ہیں۔ بعض اور خطوط کے متعلّق خیال کیا جاتا ہے۔ کہ معدوم ہو گئے ہیں۔ اور جو باقی رہ گئے ہیں اُن کی ترتیب بھی ہم نے کچھ ایسی لاپرواہی سے کی ہے کہ پڑھنے والے کے لئے اُن سے پورے طور پر مستفید ہونا بہت مشکل ہے۔ مثلاً اُن خطوط کی ترتیب میں نہ تو تواریخی سلسلہ کا لحاظ کیا گیا ہے اور نہ ہی کسی اور سلسلہ کو ملحوظ رکھا ہے۔ اگر کس بات کو مدّنظر رکھا گیا ہے۔ تو شاید طول کو جس سے نہ صرف واقعات کے تواتر اور تسلسل میں گڑبڑی پڑ جاتی ہے۔ بلکہ وہ تدریجی ترقی جو مصنّف کے خیال اور تعلیم میں پائی جاتی ہے مستور ہو جاتی ہے۔ اس حقیقت سے ہم دیر سے واقف ہیں۔ لیکن ہماری تنگ نظری ہمیں اجازت نہیں دیتی کہ ہم اس ترتیب تبدیل کر دیں۔ اس کتاب میں ہم نے ان خطوط کو ایک صحیح ترتیب کے مطابق پیش کر-

کی کوشش کی ہے۔

یہ خطوط پولوس کی تمام سوانح عمری پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور ان سے نہ صرف نادر واقعات حاصل ہوتے ہیں۔ بلکہ خود پولوس کی شخصیّت کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقی خطوط ہیں۔ کوئی وعظ یا نصیحتوں کا ذخیرہ نہیں ہیں (رومیوں کے نام کا خط مستثنا ہے) بالفاظ دیگر یہ خطوط اُن لوگوں کے نام ہیں جن سے پولوس بخوبی واقف ہے اور جنہیں پیار کرتا ہے۔ روزمرّہ کی زندگی کی مشکلات اور معاملات کے متعلّق صلاح و مشورہ دیتا ہے۔ خطروں سے آگاہ کرتا ہے۔ کبھی کبھی نصیحت بھی کرتا ہے۔ یہ خط اسی طرح بے تکلّفانہ لکھے گئے ہیں۔ جیسے ہم اپنے دوستوں اور عزیزوں کو لکھتے ہیں۔ ان کے ذریعہ پولوس کی شخصیت۔ اس کی محبت اور زبردست طبیعت کا پتہ چلتا ہے۔

ہمارے مقصد کے نقطۂ خیال سے یہ خطوط ہمارے اپنے خطوں سے بھی بہتر ہیں کیونکہ یہ ایک کاتب کو لکھائے گئے ہیں۔ اور یوں لکھوانے والے کے دلی جذبات کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ جیسا آج کل رواج ہے۔ اُن دنوں میں بھی عدیم الفرصت لوگ اپنے خطوط دوسروں کے ذریعہ لکھوایا کرتے تھے۔ اور چونکہ پولوس کی نظر کمزور تھی۔ اس لیے اُسے اور بھی زیادہ کاتب کی ضرورت پڑتی تھی۔ لہٰذا ہم اس قسم کے الفاظ پڑھتے ہیں "اس خط کا کاتب ترتیُس تم کو خداوند میں سلام کہتا ہے"۔ اسی طرح پولوس خود بھی کہتا ہے "میں پولوس اپنے ہاتھ سے سلام لکھتا ہوں۔ ہر خط میں میرا یہی نشان ہے"۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کمرے میں چلتے پھرتے یا فرش پر بیٹھے ہوئے اور خیمہ دوزی کا کام کرتے ہوئے لکھواتا جاتا تھا اور کاتب لکھتا جاتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک جُملہ کے بیچوں بیچ میں ٹھہر جاتا ہے۔ اور ایک نیا خیال اُس کی توجہ کو تسخیر کر لیتا ہے۔ اور وہ جملہ ناتمام رہ جاتا ہے۔ اس قسم کی

باتیں مفسّرین کی حیرانی اور پریشانی کا موجب ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے سامنے ایک زندہ پولوس کو پیش کر دیتی ہیں۔

فصل چہارم

کلام اللہ کے ہر مطالعہ کرنے والے کو چاہیۓ کہ اپنے مطالعہ کے وقت کا بہت سا حصّہ پولوس کے خطوط کی باقاعدہ تلاوت میں صرف کرے۔ بہت اچھا ہو اگر ہر خط پہ ایک ایک ماہ صرف کیا جائے۔ کیونکہ ایک صحیفہ کا درست مطالعہ متعدد صحیفوں کی سطحی تلاوت سے بہتر ہے اور ایک خوبی اس قسم کے گہرے مطالعہ میں یہ ہے کہ اس سے کلام کے دیگر حصص کے مطالعہ کی خواہش اور عادت پیدا ہو جاتی ہے[1]

شاید کتاب ہذا سے مطالعہ کے طریقے کے متعلق کچھ امداد ملے۔ اسی ضمن میں ذیل میں چند ایک ہدایات پیش کی جاتی ہیں:۔

رسولوں کے اعمال کی تواریخ کا مطالعہ کرتے وقت چاہیۓ۔ کہ ہم تصوّر سے کام لیں۔ اور اپنے آپ کو اُن حالات کے درمیان متصوّر کرتے ہوۓ اُن واقعات کو اپنے ذہن کے سامنے لائیں اور ضروری تفصیل اور آرائش مہیّا کریں۔ جس شخص کا ذکر ہو اُس کی جگہ اپنے آپ کو رکھیں اور اس کے خیالات اور جذبات میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ مطالعہ کو مفید اور پُر لطف بنانے کا یہی راز ہے۔ ہر ایک

[1] جنتری کے مطابق مقرر کیا ہوا اور ہر روز باقاعدہ اور بلا ناغہ پڑھنا بھی خالی از فائدہ نہیں۔ لیکن محض اس ایک ہی طریقہ سے کوئی بہت گہرا مطالعہ ممکن نہیں ہے۔ بعض کے لیۓ شاید یہ مفید ہوگا کہ صبح تو وہ جنتری کے مطابق پڑھیں اور شام کو مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق خاص خاص صحیفوں کا مسلسل اور مکمل مطالعہ کریں۔

شخص کے لیۓ ایسا کرنا ممکن ہے۔ اور اُس کی مساعی کا صلہ اُسے ضرور ملیگا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ جس کی قوتِ متخیلہ دوسروں کی نسبت زیادہ ترقی کیۓ ہوۓ ہے وہ زیادہ لطف اندوز ہوگا۔ لیکن کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیۓ کہ ہر ایک شخص اُن حالات اور نواحیات کا علم حاصل کرے جو مضمون زیرِ مطالعہ سے متعلق ہیں۔ اور اپنے آپ کو اُن میں داخل کرنے کی کوشش کرے۔

لہٰذا اگر آپ پولوس کے خیالات سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو ضرور ہے کہ آپ اُس کے خطوط کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ عام طور پر اُن خطوط میں جو کوئی شخص اپنے دوستوں کو لکھتا ہے اُس کے دل کی تصویر پائی جاتی ہے۔

اور جب آپ اُس ماحول کا صحیح اندازہ لگا چکیں کہ جن کے درمیان پولوس کے خط لکھے گئے ہیں تو ہر ایک خط کو دو تین دفعہ سرسری طور پر شروع سے آخر تک پڑھ جائیں تاکہ تمام خط سے مجموعی طور پر واقفیت ہو جائے۔ اور پھر کسی مستند تفـ کی امداد سے مثلاً کیمبرج بائبل برائے مدارس he cambridge Bible for Schools. بالتفصیل مطالعہ شروع کریں۔ اور اپنے آپ کو مصنّف اور قارئین کی جگہ پر متصوّر کریں۔ لیکن یہ خیال نہ کریں کہ لکھنے والا آپ کو مخاطب کر ہے۔ کیونکہ اُسے آپ کا ذرا بھی خیال نہ تھا۔ اور نہ ہی اُس نے اپنے خط کو اشاعـ کی غرض سے تصنیف کیا۔ شاید اُس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وہ آنـ والے زمانوں کی کلیسیا کے لیۓ خدا کا کلام تیار کر رہا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ پولوس نے اپنے خطوط کو خدا کی پاک روح کے زیرِ ہدایت لکھا۔ لیکن اگر آپ چاہـ کہ پولوس کو اچھی طرح سمجھ سکیں تو چاہیۓ کہ آپ اُس کے خطوط کو ایسا ہی تصوّر کریں جیسا آپ کے اپنے خطوط ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق بجز مکتوب الیہ کے اور کسی سـ نہیں ہوتا:۔

ان مکتوبات کو طبعی طور پر پڑھنا چاہیے۔ مصنّف کے نقطۂ خیال سے ہمدردی
پیدا کرنی چاہیئے اُس کی خوشی۔ اُس کی مایوسی۔ اُس کے استدلال۔ اُس کے طنز اور
اُس کی مجروح حسیّت میں جو لوگوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنی ہے داخل ہونے کی کوشش
کریں۔ اُس کے پُر محبّت الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ "خدا ...... میرا گواہ ہے
کہ میں بلا ناغہ تمہیں یاد کرتا ہوں"۔ اُس ناراضگی کی ماہیت سے واقف ہوں جب وہ
نادان گلیتوں کو ملامت کرتا ہے۔ اُس کی حبّ الوطنی پر غور کریں جو بدیں الفاظ ظاہر
ہوتی ہے "کیونکہ مجھے یہاں تک منظور ہوتا کہ اپنے بھائیوں کی خاطر ... میں خود مسیح
سے محروم ہو جاتا"۔

اُن شخصی عناصر کا ملاحظہ کرو جو اُس کے خطوط میں اکثر نظر آتے ہیں۔ وہ روفس اور
اُس کی ماں کو جس کے متعلق کہتا ہے کہ "جو میری بھی ماں ہے" سلام بھیجتا ہے۔ اُس
کے دل میں اُس مہربان خاتون کے لئے محبت اور شکر گذاری ہے۔ جس نے اس کی
کس مپرسی کی حالت پر رحم کھا کر اُس کے ساتھ مادرانہ سلوک کیا ہے۔ روم میں اُس
کی حالت کا ملاحظہ کیجئے۔ جب کہ وہ ایک سپاہی کے ساتھ زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے
اور اپنے ایک خط کے آخر میں یوں رقمطراز ہوتا ہے۔ "میں پولوس اپنے ہاتھ سے سلام
لکھتا ہوں۔ میری زنجیروں کو یاد رکھنا"۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لکھتے وقت زنجیروں
کے بجنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اسی طرح اُس مختصر مگر نہایت پُر لطف خط کا
مطالعہ کیجئے جو فلیمون کو لکھا گیا ہے۔ جس کا ایک نوجوان غلام اُس کا مال چرا کر فرار
ہو گیا ہے اور روم میں مزے اُڑا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس اُس سے
دوچار ہوتا ہے۔ اُس کی زندگی کو تبدیل کر دیتا ہے اور اُسے پیار کرنے لگ جاتا ہے
اور اب وہ اُسے ایک خط دے کر اُس کے پُرانے آقا کے پاس بھیجتا ہے۔ اور لکھتا
ہے۔ "پس اگرچہ مجھے مسیح میں بڑی دلیری تو ہے کہ تجھے مناسب حکم دوں۔ مگر مجھے

یہ زیادہ پسند ہے۔ کہ میں بوڑھا پولوس بلکہ اس وقت مسیح یسوع کا قیدی بھی ہو کر
محبّت کی راہ سے التماس کروں۔ سو اپنے فرزند اُنیسمُس کی بابت جو قید کی حالت
میں مجھ سے پیدا ہوا تجھ سے التماس کرتا ہوں ...... اگر ... اُس پر تیرا کچھ
آتا ہے ... میں ... خود ادا کر دونگا"۔

اس جگہ ہم کلام اللہ کی تلاوت کے متعلق صرف انسانی پہلو پر غور کر رہے ہیں
بعض اوقات مذہب کے دلدادہ لوگ انسانی دلچسپی کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں
اور یوں مطالعۂ کلام کو بالکل غیر دلچسپ اور غیر حقیقی بنا دیتے ہیں۔ برعکس اس کے
ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ جس قدر ہم خدا کے کلام کو ہمدردی کی طبیعت کے
ساتھ اور طبعی طور پر پڑھینگے۔ اور انسانی عنصر کو پورے طور پر ملحوظ رکھیں گے
اسی قدر ہمیں اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا پڑیگا کہ نبوت کی کوئی بات آدمی کی
خواہش سے کبھی نہیں ہوئی۔ بلکہ آدمی روح القدس کی تحریک کے سبب خدا کی
طرف سے بولتے تھے"۔

باب دوم

یُونانی رُومی اور یہودی دُنیا

پولُوس کی زندگی کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے ضرور ہے۔ کہ پولُوس کی دُنیا سے واقفیتؔ حاصل کی جائے اور اس کے لیئے اُس وقت کی تواریخ کا مطالعہ کرنا پڑیگا اور اس کے ماحول سے اور اُن لوگوں سے جن کے درمیان وہ رہتا تھا واقف ہونا پڑیگا اور یُوں ہم اُس پیاس آشنا زمانہ کی ضرورت اور روحانی بھوک پیاس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور پولُوس کے اشتیاق کو سمجھ سکتے ہیں۔

پولُوس کی دنیا روم کی سلطنت تھی۔ اور اس میں تین مختلف اقوام کے لوگ پائے جاتے تھے۔ یعنی یونانی۔ رومی اور یہودی۔ اسی وجہ سے پِلاطُس کو خداوند کی صلیب پر تین مختلف زبانوں میں نوشتہ لکھنا پڑا۔ یعنی عبرانی۔ یونانی اور لاطینی۔ پلاطُس اور پولُوس دونوں کی نظر میں یہی تین اقوام سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھیں۔ اور بعد میں ہم دیکھیں گے کہ کس طرح خدا کی پروردگاری کے مطابق ہر سہ اقوام نے مل کر دُنیا کو مسیح کی آمد کے لیے تیار کیا۔ یہودی قوم نے اپنی کتاب مقدّس اور مذہب اور مسیح موعود کی اُمید کے ذریعہ لوگوں کو تیار کیا۔ یونانی لوگوں نے اپنی وسیع زبان اور عالمگیر تہذیب کو انجیل کی اشاعت کا وسیلہ بنایا۔ اور رومیوں نے اپنے اقتدار اور انتظام کے وسیلے مختلف صوبجات اور اقوام کو متحد کر دیا۔ اور یُوں مسیحت کی ترقی کا راستہ تیار کیا۔

چاہیئے کہ ہم ان لوگوں کو پیش نظر رکھیں۔ کیونکہ پولُوس کا ہر وقت انہی سے

سابقہ پڑتا تھا۔ خواہ یروشلم میں خواہ کرنتھس یا اتھینی یا روم یا اپنی جائے ولادت ترسیس میں۔ جہاں کہیں بھی پولوس جاتا تھا وہاں یہ تینوں اقوام یونانی۔ رومی اور یہودی پائی جاتی تھیں۔ اور انہی کے سامنے پولُوس صلیب کا واقعہ پیش کرتا تھا کیونکہ وہ اُن کی ضرورت سے واقف تھا۔

وہ لوگ اپنے آپ کو ایک اعلیٰ سطح پہ سمجھتے ہوئے اُسے نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ لیکن وہ اپنے اعلیٰ درجہ سے اُن کو محبت اور ترس کی نظر سے دیکھتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُس وقت کی دنیا درحقیقت رنجیدہ اور مایوس تھی اور صرف خداوند یسوع مسیح اُن کی حالت کو بہتر بنا سکتا تھا۔

لیکن اس جگہ ہم اس مضمون پہ مزید بحث نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہمارا مقصد اُن لوگوں پر غور کرنا ہے جن کے درمیان پولوس رہتا تھا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس پُرانی دُنیا کو آپ کے سامنے پیش کریں۔

I فصل دوم

سب سے پہلے ہم یونانیوں کا ذکر کریں گے۔ یونانی لوگ عام طور پر مغرور مشتاق بیقرار اور حسین تھے۔ اُن کے فنون اور ادبیات نہایت اعلیٰ پایہ کے تھے۔ فلسفہ اور شاعری میں ماہر تھے۔ صاحب تصوّر اس درجہ تک تھے کہ اُولمپس Olympus کو دیوی دیوتاؤں کا مسکن سمجھتے تھے۔ آج تک تمام مہذب دُنیا ان قدیم یونانیوں کی شکر گزار ہے۔ ہم اپنی شائستگی کے بہترین پہلوؤں کیلئے انہی کے مرہونِ منت ہیں۔ دُنیا میں شاید کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو کہ اپنی شائستگی پر اس درجہ تک نازاں ہو۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اُن کا ناز حق بجانب ہے۔ لیکن آج ہم یہ بات سیکھ رہے ہیں۔ کہ شائستگی

بے سود ہے۔ پولوس کے زمانہ کے یہودیوں نے اس سبق کو سیکھا اور موجودہ اہلِ جرمنی کو بھی یہ سبق سیکھنا پڑے گا کہ دُنیا محض شائستگی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ میرے خیال میں اُس زمانہ کے یونانی زمانۂ جدید کے اہلِ پیرس کی مانند خوش باش اور زیرِ فہم تھے۔ طرب ونشاط کے خواہشمند تھے۔ لیکن اُن کی خوشی زیادہ تر سطحی تھی۔ سطح کے نیچے یاس وحسرت نظر آتے تھے۔ اُن کی زندگی کی بہار ختم ہو چکی تھی۔ یونان کا سنہرا زمانہ ختم ہو گیا تھا۔ اُن کا سیاسی اقتدار جاتا رہا تھا۔ اُن کے وقت کا بیشتر حصہ ہلکی اور فضول باتوں میں صرف ہوتا تھا۔ اوباشی اور بدمعاشی اُن کی زندگی کو گھن کی طرح کھا رہی تھیں اور اُن کے خوبصورت مذہب میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اُن کو ان شہوانی جذبات پر فتح دے سکے۔ حقیقت میں یہ ممکن نہ تھا۔ کیونکہ اُن کے خوبصورت دیوتا اُن دنوں میں بھی اخلاق کے معیار سے گرے ہوئے تھے۔ اگرچہ اُن کے مذہب کا بہت زور تھا (مگر) کوئی شخص روحانی دُعائیں اور مناجات اُن کے سامنے پیش نہ کرتا تھا۔

لیکن کم از کم اُن کے دیوتا اُن کے لیے حقیقی وجود رکھتے تھے اور اُن میں روحانی بصیرت پائی جاتی تھی۔ شجاع اور دلیر تھے۔ زیوس اُن کا خالق اور خوش مزاج باپ تھا۔ درّہ تھرماپولی Pass of Thermopylae میں اُن کے دیوتا پہلو بہ پہلو اُن کے ساتھ لڑے۔ جہاں اُس مشہور تین سو سپاہیوں کے دستہ نے اپنے ملک اور حق کی خاطر جان دے دی۔

لیکن اب وہ قومی بہادری اور مردانگی اُن میں سے جاتی رہی تھی۔ اور گو اب تک اُن کے گھروں اور مندروں میں مورتیں اور مذہبی رسمیں پائی جاتی تھیں تاہم اُن پر اعتقاد نہ رہا تھا۔ اُن کا علم الاصنام بھوت پریت کی کہانیوں سے زیادہ نہ تھا۔ اُن کے دیوتا غائب ہو گئے تھے۔ اُس وقت کی دنیا حسرت آشنا دُنیا

تھی۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ٹوکیو کے بشپ صاحب نے مجھے بتایا کہ جاپان کی بھی یہی حالت ہے۔ خوشی اور جوانی کے دنوں میں افراد اور اقوام کا دل طرب وانبساط۔ شاعری اور کھیلوں سے بہل جاتا ہے۔ لیکن ایک وقت آتا ہے کہ ان سے تسلی نہیں ہوتی۔ رنج اور مصیبت میں ایک ایسے معبود کی ضرورت پڑتی ہے جو قابلِ اعتبار ہو۔ جس سے امداد کی توقع کی جا سکے۔ اُس وقت زیوس اور ہرمیس بھی مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارا اعتقاد اُن پر ہو۔ لیکن اگر کسی پر اعتقاد نہ ہو۔ تو حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے۔

فصل سوم

اُسی دُنیا میں رومی لوگ بھی رہتے تھے۔ اُن کی سلطنت میں یونانی سلطنت کی طرح تنزل نہ تھا۔ بلکہ اہلِ روم تمام دُنیا کے حاکم تھے۔ اُن دنوں پولوس جیسے اشخاص کے لیے بھی رُومی شہری حقوق رکھنا باعثِ افتخار سمجھا جاتا۔ ہر ایک شخص یہی چاہتا تھا کہ رُومی سلطنت کا جو ایک عالی شان سلطنت تھی۔ جس کے قوانین نہایت ہی معقول اور زبردست تھے۔ جس کی دولت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا اور جو تمام دُنیا میں پھیلی ہوئی تھی ایک شریک بن جائے۔ رُوم اُس زمانہ کی غیر مسیحی طاقت۔ اقتدار اور غلبہ کا مجسّمہ تصوّر کیا جاتا تھا (روم) اِسی بات کو تمام دنیا سے منوانا چاہتا تھا۔ اسی غرض سے وہ اپنی بہادر اور نامدار افواج کو رکھتا تھا۔ اسی غرض سے وہ کمزور اقوام کو تاخت وتاراج کرتا تھا۔ روم اپنی قوت اور فتوحات کے غرور کے لحاظ سے زمانہ حال کے ملک جرمنی کے مشابہ تھا۔ رومی سلطنت ایک غیر معمولی سلطنت تھی۔ لیکن روم کی سلطنت سراسر دُنیوی سلطنت تھی۔ مگر وہ دنیا ایک ذی شان اور بڑی حشمت دُنیا تھی۔ جو بہادری کے زیور سے

آراستہ تھی۔ اُس کے لیئے خواہ مخواہ تحسین و آفرین کے کلمات زبان سے نکلتے ہیں۔

لیکن اگر آپ اُس زمانہ کی تواریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اُس تمام ظاہری جاہ و جلال کے نیچے سڑن پائی جاتی تھی۔ آج بھی سیاحوں کو سنگ مرمر کے وہ محلات دکھلائے جاتے ہیں۔ جن میں روم کے شہنشاہ رہا کرتے تھے۔ پولوس کے زمانہ کا شہنشاہ نیرو بھی اسی قسم کے ایک محل میں رہتا تھا۔ ظاہری اعتبار سے وہ ایک عالم اور نہایت ہی شائستہ اور مہذب شخص تھا۔ لیکن اُسی سنگ مرمر کے محل میں اُس نے اپنی عمر رسیدہ ماں کو قتل کیا تھا۔ اور لاتیں مار مار کر اپنی بیوی کا قصہ تمام کیا تھا۔ اور بعد میں مسیحیوں کے جسم پر رال ملوا کر آگ لگوا دی تھی۔ تاکہ محل کے احاطہ کو روشن کیا جائے ؛

اسی طرح سیاح اُن عالیشان ایمفی تھیٹروں (amphi-theatres) کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں جو روم کی قومی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ کولیسیم (Coliseum) کی عمارت میں تیس ہزار تماشائیوں کی گنجائش تھی۔ اور سرکس عظیم Circus Maximus میں دو لاکھ کی۔ لیکن مورخ بتلاتے ہیں کہ ان کی بنیاد بے شمار غلاموں کے خون اور آہ و زاری پر رکھی گئی تھی اور جب وہ معرض تعمیر میں تھے تو ہر روز روم کے باشندے۔ یعنی مرد اور عورتیں یہاں تک کہ بچے بھی ہزاروں کی تعداد میں اُس ہولناک منظر کو دیکھنے آیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ شہنشاہ ٹریجن Trajan کے عہد میں دس ہزار پہلوان کام میں لائے گئے۔ اُن دنوں میں آدمیوں کو شیروں کے ساتھ لڑنا پڑتا تھا۔ سانپ اور مگرمچھ بھی ذریعہ تفریح بنائے جاتے تھے۔ عورتیں عورتوں سے لڑتی تھیں۔ بونے بونوں سے کشتی کرتے تھے۔ مردوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک دوسرے سے بھڑا دیتے تھے۔ اور روم کے لوگ اس خوفناک تماشہ کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اور شرطیں لگاتے

ے۔ اس کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہوسکتا تھا کہ تماشائیوں میں سفلی اور وحشیانہ جذبات ترقی کریں۔ پولوس کے اشتیاق تبلیغ کو سمجھنے کے لیئے اُس وقت کی دنیا کی ذہنیت کا صحیح جائزہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

غلامی اُس زمانہ کی سب سے بڑی لعنت تھی۔ روم کی فتح مند فوجیں دنیا کے ہر حصّہ سے لوگوں کو اسیر کر کے لاتی تھیں۔ اُن میں سے اکثر مضبوط مرد ہوتے تھے۔ خوبصورت اور تعلیم یافتہ عورتیں ہوتی تھیں۔ یہ سب کے سب غلامی کے جوئے میں جوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بہترین آدمیوں میں سے جو روم کی گلی کوچوں میں پھرتے نظر آتے تھے دو غلام ہوتے تھے۔ اسی طرح بہترین عورتوں میں سے دو اور بہترین لڑکیوں میں سے دو حلقہ بگوش ہوتی تھیں۔ ہر آقا کو اپنے غلام پر پورا اختیار ہوتا تھا۔ اُنہیں اُس کے تمام شہوانی اور نفسانی خواہشات کے تیروں کی آماجگاہ بننا پڑتا تھا۔ غلاموں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اُن میں سے بہترین لوگ حلقۂ مسیحیت میں پناہ گزیں ہوتے تھے۔ اور بدترین لوگ گناہ کی غلامی اختیار کرتے تھے۔ اور روم کے ناقابل بیان اور غیر طبعی گناہوں میں امداد کرتے تھے۔ وہ اپنے آقاؤں کو گناہ آلود کرتے تھے۔ وہ چھوٹے بچوں کی عصمت ریزی کرتے تھے۔ روم کے نوجوان مرد اور عورتوں کے ہر جذبہ کو پورا کرنا ان کے ذمہ تھا۔ روم کے حماموں، سرکسوں اور ناٹکوں میں چھوٹے چھوٹے لڑکے اور وہ ناکردنی باتیں سیکھتے تھے جو اُن کی زندگیوں کی بربادی کا باعث ہوتی تھیں۔ اور اُنہیں کم سنی ہی میں بوڑھا اور کمزور بنا دیتی تھیں۔ اُس وقت کی دنیا ایک بے خدا دنیا تھی ؛

لیکن باوجود اس کے کثیر التعداد دیوی دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی تھی۔ ہر گلی میں اور ہر گھر میں دیوتا موجود تھے۔ اگر کسی شخص کو روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی

یا کسی شیطانی تجویز میں کامیابی مقصود ہوتی تھی تو وہ کسی پروہت کی خدمات کرایہ پر حاصل کر لیتا تھا اور کسی دیوتا کی منت خوشامد کر لیتا تھا لیکن [illegible] کی دعا یا مناجات میں اخلاقی عنصر بالکل نہ ہوتا تھا۔ کوئی شخص بھی اپنے [illegible] کے سامنے اپنی قلبی کیفیت پیش نہ کرتا تھا۔

علاوہ اس کے وہ مذہب میں بھی جدت کے مشتاق تھے۔ پولوس کے [illegible] میں انہوں نے بعض مشرقی مذاہب کی قبیح اور حیا سوز رسمیات کو اپنے مذ[illegible] میں شامل کر لیا تھا۔ مندروں اور کھلے میدانوں میں اوباشی اور زناکاری ہوتی تھی اور تولید کی دیوی کے مذبحہ پر حیا اور عصمت کی قربانیاں چڑھ[illegible] جاتی تھیں۔ اُن کی تفصیل بیان کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اور ہم نے جو اُن کا [illegible] ہے تو محض اس غرض سے کہ قارئین اُس ذی شان۔ کامیاب مگر بے نو[illegible] کی حالت سے واقف ہو جائیں اور معلوم کریں کہ اُسے کس قدر مسیح کی ضرورت تھی۔ اور اس ضرورت کی تصویر پولوس رومیوں کے نام کے خط کے [illegible] میں پیش کرتا ہے جہاں کہتا ہے "اس واسطے خدا نے اُن کے دلوں کی خواہش کے مطابق اُنھیں ناپاکی میں چھوڑ دیا"۔

فصل چہارم

اس فصل میں یہودیوں کا ذکر ہوگا۔ قوم یہود اپنے اندر الٰہی اسرار اور معجزانہ اثرات رکھتی تھی۔ اور مذہب سے مستفید ہونے کی اہل تھی۔ وہ واحد اور پاک خدا کی پرستش کرتی تھی اور اس کے پاس وہ تمام عہد عتیق موجود تھا۔ جو آج ہمارے پاس ہے۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ خدا نے خاص [illegible] اس قوم کو مسیح کی آمد کے لئے تیار کیا تھا۔ یہودی لوگ سلطنت کے ہر حصہ [illegible]

پائے جاتے تھے۔ بابل کی سرزمین سے لے کر جو سدرک۔ میسک اور عبدنجو کا ملک تھا بحیرہ روم کے تمام ساحلوں پر آباد تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اُن میں سے کتنے لوگ مختلف جگہوں سے عید پنتیکوست کے لئے یروشلیم میں آئے ہوئے تھے۔ یعنی وہ پارتھی اور میدی اور عیلامی اور رہنے والے مسوپتامیہ اور یہودیہ اور کپدکیہ اور پنطس اور آسیہ اور فروگیہ اور پمفولیہ اور مصر اور لبوآ کے علاقے کے" تھے۔ اس گناہ آلود دنیا میں جہاں جھوٹے اور مخرب الاخلاق دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی ایک واحد۔ پاک اور بے عیب خدا کی عبادت ایک نعمت عظمیٰ تھی۔ اور ایسے لوگوں کا وجود جن کے سامنے پاکیزگی اور گناہ کی ایک روحانی رویا تھی۔ جن کے ہاتھوں میں خدا کا الہامی کلام تھا اور جو مسیح کی آمد اور ایک جلالی زمانہ کے منتظر تھے۔ سچ مچ باعث برکت تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ نہایت تنگ خیال اور متعصب لوگ تھے۔ اور جب مسیح اُن کے درمیان آیا تو انہوں نے اُسے مصلوب کیا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اس کلیسیا کے جانی دشمن بن گئے۔ جس نے مسیح مصلوب کی منادی کرنا شروع کی۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے یہ ظاہر ہے کہ تمام سلطنت میں اُن کی موجودگی نے ایک ایسی بنیاد تیار کر دی۔ جس پر مسیحیت کی عمارت اٹھائی گئی۔ اُس وقت کے یہودی ترسس کے شہر کے یہودی گھر میں ایک لڑکے بنام شاؤل کو تیار کر رہے تھے۔

حصہ دوم

شباب اور تیاری کا زمانہ

باب سوم

شباب کی نگاہیں نہایت دُور تک کام کرتی ہیں

شاؤل ترسیسی ناگہانی اور غیر متوقع طور پر گویا پردۂ اخفا کو ہٹاتا ہوا پہلی دفعہ تاریخ کے سٹیج پر رُونما ہوتا ہے۔ پردے کے اُٹھتے ہی ایک پُر آشوب مشرقی بھیڑ نظر آتی ہے۔ پتھروں کی بارش ہو رہی ہے۔ دُور فاصلہ پر ایک یہودی ربّی دکھائی دیتا ہے۔ جس کے قدموں کے پاس سفید کپڑوں کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔ یہ مذہبی دیوانے ستفنسُ نام شخص پر دانت پیس کر جھپٹ پڑتے ہیں اور لکھا ہے کہ "شہر سے باہر نکال کر اُس کو سنگسار کرنے لگے اور گواہوں نے اپنے کپڑے شاؤل نام ایک جوان کے پاؤں کے پاس رکھ دئے

یہاں سب سے پہلی مرتبہ شاؤل ہماری آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ گو اُسے "جوان" کہا گیا ہے۔ لیکن وہ یروشلیم میں سرکردہ شخص مانا جاتا تھا۔ غالباً اس وقت اُس کی عمر تیس سال کے قریب ہوگی۔ اُس کی پیشتر کی زندگی کے متعلق بجز اُن چند اشارات کے جو اُس کے خطوں اور درسوں میں پائے جاتے ہیں۔ ہمیں اور کوئی علم نہیں ہے۔ لیکن اُنہی سے ہم چند نتائج مستنبط کر سکتے ہیں۔

فصل اوّل

ہم کم از کم شاؤل کی زندگی کے پچھلے بیس سالوں پر نظر ڈال سکتے ہیں۔ جب یسوعؔ اپنے لڑکپن کے زمانہ میں بڑھئی کی دُکان میں کھیلا کرتا تھا۔ اور یوحنّا جو اُس کا پیش رو تھا یہودیہ کے پہاڑی علاقہ میں نشوونما پا رہا تھا۔ اُسی وقت ایک اور لڑکا سمندر کے پار ترسسُ کے غیر قومی شہر میں تھا۔ جس کا بظاہر اوّل الذکر دونوں لڑکوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن جیسے بعد میں معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا نے اُسے اُس کی ماں کے پیٹ[1] ہی سے اس بات کے لئے مخصوص کر لیا تھا کہ انسان کی نجات کے معاملہ میں اُن کا ہم خدمت ہو۔

بچپن کی باتیں بہت دیر تک یاد رہتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ "اُن تصاویر کا ملاحظہ کریں جو حافظہ کی دیواروں پر آویزاں تھیں" جب پولوس اپنے لڑکپن کے متعلق سوچا کرتا تھا تو ترسسُ ایک بڑا اور مرکزی شہر تھا جس میں تجارت اور بالخصوص لکڑی کی تجارت کی گرم بازاری تھی۔ علاوہ اس کے وہ علمی طور پر بھی ایک خاص حیثیت رکھتا تھا۔ بڑے بڑے شمنیر ساز نس

[1] گلتیوں ۱ باب ۱۵ آیت

دریا میں بہتے آتے تھے اور اکثر آدمی بہ ہنا پا اُن پر کھڑے دکھائی دیتے تھے۔ جو آبشار کے پاس اُن بیڑوں کو کھول دیتے تھے۔ شہر کی پُشت پر وہ پہاڑ تھے جن میں وہ درہ تھا جسے کِلکیہ کے دروازے کہتے ہیں اور جو تاجروں کی گذرگاہ تھی۔ شہر کے عین وسط میں سے سِڈنس دریا گذرتا تھا۔ اور سمندر میں جا گرتا تھا۔ جہاں جہازوں اور مسافروں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ شاؤل کے باپ نے اپنے لڑکپن کے دنوں میں (۴۱ قبل از مسیح) ضرور وہ منظر دیکھا ہوگا جب کہ تمام شہر ترسس ساحل دریا پر جمع تھا۔ تاکہ کلیوپیٹرہ Cleopatra دیکھے جو کہ وینس Venus کے لباس میں ملبوس ایک زرّیں کشتی پر سوار ہو کر مارک انٹنی Mark Antony کی ملاقات کے لیئے آئی تھی۔ اور غالباً اُس جشن کا بھی ذکر سُنا ہوگا جس میں شاید اُسے مدعو نہ کیا گیا ہو جہاں کلیوپیٹرہ نے اپنے موتیوں کو شراب میں حل کر دیا تھا۔ غرض کہ ترسس ایک ایسا شہر تھا کہ جس کے ساتھ کئی ایک دلچسپ کہانیاں وابستہ تھیں۔

اِس شہر میں مَیں شاؤل کو لڑکپن کی حالت میں دیکھ سکتا ہوں کہ کس طرح وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جہازوں کو دیکھا کرتا تھا۔ شہتیر والوں کو جو بہتے ہوئے شہتیروں پر سوار ہوتے تھے پکارا کرتا تھا۔ کس طرح وہ سامان کی بوریوں پر جو گھاٹ پر پڑی رہتی تھیں چڑھ جاتا تھا اور مختلف ممالک کے تاجروں کی باتوں کو جو اپنی اپنی زبان میں بولتے تھے سُنتا تھا اور اُن کے مختلف لباسوں کو دیکھتا تھا۔ شاؤل ضرور ان تمام باتوں پر غور کرتا ہوگا کیونکہ بعد میں اُس کے خطوط میں مُہر لگانے۔ بیعانہ کا روپیہ۔ گٹھڑیوں۔ خرید و فروخت اور اشیار تجارت میں آمیزش کرنے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ یہ بات قابل غور معلوم ہوتی ہے کہ خدا کے انتظام کے مطابق وہ شخص جسے اپنی تمام زندگی غیر

قوموں کے درمیان بسر کرنی ہے۔ غیر قوموں کے ایک شہر میں تربیت پاتا ہے۔ وہ جسے تمام قوموں کو انجیل کا عالمگیر پیغام سُنانا تھا۔ گلیل کی ہری ہری پہاڑیوں میں نہیں بلکہ ایک ایسی جگہ نشوونما پاتا ہے جو تجارت کا ایک بڑا مرکز تھا۔ اور جہاں ہر قوم کے لوگ جمع ہوتے تھے۔

فصل دوم

پولُوس اپنی ولادت گاہ پر فخر کرتا تھا۔ اُس کی نظر میں وہ کوئی معمولی شہر نہ تھا۔ اُسے اپنے آبا و اجداد پر بھی فخر تھا۔ گو رومی لڑکے یہودی لڑکوں کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ لیکن یہودی لڑکوں کو معلوم تھا کہ اُن کا ایک ایسی قوم سے تعلق ہے جو اُس وقت سے دُنیا کی تواریخ کو تعمیر کر رہی تھی جب کہ روم کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا۔ وہ بنیامین کے مشہور قبیلے سے متعلق تھا۔ اور اُس قبیلے کے نامور بادشاہ شاؤل کا ہم نام تھا۔ لہٰذا جب ترسس کے دیگر لڑکے جنگلوں میں اپنی کھیلوں میں اپنے آپ کو سپاہی تصوّر کرتے تھے۔ یا جیسے بچّوں کا دستور ہے بہادروں کی جانبازیوں کو یاد کرتے تھے۔ ماراتھون Marathon کی لڑائی کا چرچا کرتے۔ رومیولس Romulus اور ریمس کی داستانوں کی یاد کو تازہ کرتے تھے تو اُس وقت ساؤل ابرہام اور یعقوب کی زندگیوں پر غور کیا کرتا تھا۔ اور مصر میں یوسف کے کارناموں کو تصوّر کے سامنے لایا کرتا تھا۔ اور ایلیاہ اور ساؤل اور داؤد اور دانی ایل اور سدرک اور میسک اور عبدنجو کے سوانح حیات پر غور کیا کرتا تھا۔ یا اُن ایام جنگ و جدل کے متعلق سوچا کرتا تھا جبکہ سمسون جیسے بہادر گدھے کے جبڑے سے فلسطیوں کے سر پھوڑ دیا کرتے تھے۔ عام طور پر لڑکوں

کو اس قسم کی باتیں بہت پسند آتی ہیں۔

اور جب اور لوگ جیوپیٹر Jupiter اور جُونو Juno اور وینس Venus کے متعلق معلومات بہم پہنچاتے تھے تو اس وقت شاؤل ان کے متعلق اور سراپا پاک یہوواہ کا جو اُس کی اپنی قوم کا خدا تھا عرفان اور پہچان حاصل کر رہا تھا۔

فصل سوم

غالباً شاؤل کا باپ اُس کاروباری شہر میں ایک تاجر تھا۔ اور ایک باحیثیت شخص تھا۔ پولوس کا خیمہ دوز ہونا اس خیال کی تردید نہیں کرتا کیونکہ ہر یہودی لڑکے کو کوئی نہ کوئی کام ضرور سیکھنا پڑتا تھا۔ علاوہ اِس کے اُسے روم کے شہری ہونے کے حقوق بھی حاصل تھے۔ پولوس بتاتا ہے کہ وہ عبرانیوں کا عبرانی اور فریسیوں کا فریسی تھا۔ اور یہ فرقہ سب سے زیادہ پابندِ مذہب تھا۔ آپ اُس کے ماتھے اور بازو پر وہ تعویذ یا کاغذ چسپاں دیکھ سکتے ہیں۔ جو فریسی لوگ دُعا کے وقت لگا لیا کرتے تھے۔ اور جن پر دس احکام اور یہودی شریعت کے آئین مرقوم تھے۔ شاؤل کا باپ سکاٹ لینڈ کے کوینٹرز (Covenanters) کی طرح غالباً ایک خاموش۔ متقی مگر متعصب شخص تھا۔ ممکن ہے کہ پولوس کے ذہن میں اُس کی تنبیہ کی بعض باتیں موجود ہوں جب اُس نے کہا "اے بچے والو۔ تم اپنے فرزندوں کو نہ دلاؤ"۔ غالباً وہ ایک عقلمند باپ کی طرح ضرور اپنے بیٹے کو سزا دیتا ہوگا اور شاؤل کی تلخی اور تُندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو بعد میں مسیحوں کی رسانی میں ظاہر ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے۔ لڑکپن میں ضرور اُسے اس

مراز روڈ
ہوم لائبریری

کی تنبیہ کی ضرورت ہوگی۔ یہی تیزی اور تُندی مابعد کے پولوس کے مزاج میں بھی نظر آتی ہے۔ گو وہ خُدا کے فضل کے ذریعہ بہت نرم اور پُر محبت بن جاتا ہے۔ غالباً شاؤل بچپن میں ایک خود سر اور مضبوط ارادے کا لڑکا تھا۔ اور اُس کے باپ کو اُس کی تربیت میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ اور یہ بھی تصوّر کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب شاؤل نے اپنے مذہب کو چھوڑ دیا اور باپ دادا کے نام کو رُسوا کیا تو اُس باپ کا دل ٹوٹ گیا ہوگا۔ اور اُس نے اپنے بیٹے کو بغیر ایک کوڑی دئے گھر سے نکال دیا ہوگا۔ تاکہ اُس ناصری فرقے کے لوگوں کے ساتھ رہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اُس کی تمام زندگی غربت میں کٹی۔ لیکن وہ اس قدر خوددار اور سریع الحس تھا کہ اُس نے اپنے لوگوں سے بھی مالی امداد لینا گوارا نہ کیا۔

پولوس کے خطوط سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کی ایک بہن بھی تھی۔ جس کی بعد میں یروشلیم میں شادی ہو گئی۔ اور چند رشتہ دار بھی تھے جن کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ "مجھ سے پہلے مسیح میں شامل ہوئے"[۱]۔ کاش کہ ہمیں اُس کی ماں کے متعلق بھی کچھ علم ہوتا۔ کیونکہ ہمیشہ اولوالعزم اشخاص کی ماؤں کے متعلق معلوم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن پولوس اُس کا مطلقاً ذکر نہیں کرتا۔ غالباً اُس کے شوہر نے اُسے مجبور کیا ہوگا کہ وہ اپنے بیٹے سے جو تمام خاندان کی بدنامی کا باعث ہوا تھا قطع تعلق کرلے۔ شاید وہ جوانی میں ہی فوت ہو گئی ہوگی۔ میں اکثر شاؤل کو ایک ایسا لڑکا تصوّر کرتا ہوں۔ جس کی ماں اوائل عمر میں ہی اُس سے لے لی گئی

۱؎ رومیوں ۱۶ باب ۷ آیت

تھی۔ اُن الفاظ کی جو اُس کے خطوط میں سے ایک کے اختتام پر لکھے جاتے ہیں شاید یہی توجیہ کی جاسکتی ہے "رُوفس جو خداوند میں برگزیدہ ہے۔ اور اُس کی ماں جو میری ماں بھی ہے۔ دونوں سے سلام کہو"[ل]۔ اِس مہربان خاتون نے ضرور اُس کے ساتھ ماں کا سا سلوک کیا ہوگا۔

فصل چہارم

خواہ ہمارا یہ قیاس کہ پولوس کا باپ ترسُس کا ایک تاجر تھا۔ درست ہو یا غلط۔ یہ بات صاف ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے کو خادم الدین ہونے کے لیئے تیار کیا تھا۔ موجودہ کاروباری آدمی کبھی ایسا نہیں کرتے۔ نہ معلوم کیوں؟ آپ میں سے اکثر اچھے مسیحی ہیں اور آپ نے بڑی قربانی اور ایثار کی طبیعت کے ساتھ اپنے لڑکوں کو جنگ کے لیئے دے دیا۔ تو کیوں آپ اپنے لڑکوں کو موقع نہیں دیتے کہ وہ اس بہترین اور مبارک ترین خدمت کو بھی اختیار کر سکیں؟ میں آج صدق دلی سے آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ باوجود ان تمام مشکلات اور تفکرات کے جو انجیل کی خدمت میں درپیش آتے ہیں میں اس خدمت کو شاہانہ تاج و تخت کی خاطر بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ اگر میرے پاس ایک درجن لڑکے ہوتے تو میں اُن کے متعلق یہی دُعا کرتا کہ وہ بھی اسی خدمت کو اختیار کریں۔ اِس میں شک نہیں کہ آپ اپنے لڑکوں کی جگہ فیصلہ نہیں کر سکتے لیکن آپ اُنہیں موقع دے سکتے ہیں کہ وہ اس خدمت کو اختیار کرنے کا فیصلہ کریں۔ کیا ہمارے درمیان ایسی مائیں ہیں کہ جن کی دلی خواہش یہ ہو کہ اُن کے

ل رومیوں ۱۶ باب ۱۳ آیت

بیٹے لوگوں کو خدا کے باپ ہونے کی خوشخبری سنائیں اور اُن کی امداد کریں۔ جو مختلف قسم کی آزمائشوں میں گرفتار ہیں۔ اور اُس آسمانی روٹی کو تقسیم کریں۔ جو انسانی روحوں کی سیری اور آسودگی کے لیے نازل ہوتی ہے؟ کاش کہ جنگ کے بعد کی اس نئی اور سنجیدہ دُنیا میں جب ہمارے لڑکے جنگ سے واپس گھر آئیں تو ہم اُن کی بہتر طریق پر رہنمائی کر سکیں۔

فصل پنجم

ایک دن آتا ہے جب کہ پولُوس یروشلیم کو جاتا ہے۔ تاکہ کالج میں داخل ہو۔ ہر ایک عبرانی لڑکے کی زندگی میں یہ ایک نہایت ہی اہم اور ممتاز موقع ہوتا تھا۔ کہ وہ مقدس شہر یروشلیم کو دیکھے۔ جس کی زیارت کی آرزو اُس کی قوم کے ہر فرد کے دل میں پائی جاتی تھی۔ لہذا یہ دن شاؤل کی زندگی میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جب کہ وہ یروشلیم کے اعلیٰ مکتب میں جاتا ہے۔ اور یہ اہمیت اور بھی سوا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُس مکتب کا مدرس اعلیٰ گملی ایل جیسا مشہور استاد ہے۔ جو "سب لوگوں میں عزت دار تھا"۔ اُس کی ناموری مسیحی عہد جدید تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ یہودی طالمود کی کتاب نے بھی اُس کی تشہیر کی ہے۔ یہاں تک کہ آج ہر ایک تعلیم یافتہ یہودی اُس عزت و اہمیت سے واقف ہے جو گملی ایل کو تواریخ میں حاصل ہے۔ وہ نہ صرف ایک اعلیٰ پایہ کا عالم تھا۔ بلکہ علم کی دُنیا میں ایک کشادہ خیال ہادی تھا۔ یہودی طالمود اور مسیحی عہد جدید دونوں کی یہی گواہی ہے۔ اس کی تائید کے لیے اعمال کی کتاب کا ایک واقعہ کافی ہے۔ جہاں اُس نے اپنے ہم خدمت مگر متعصب کاہنوں کو جو مسیحیوں کو ستا رہے تھے یہ صلاح دی۔ "ان آدمیوں سے کنارہ کرو اور اُن

سے کچھ کام نہ رکھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے بھی لڑنے والے ٹھہرو۔ کیونکہ یہ تدبیر یا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہُوا تو آپ برباد ہو جائیگا۔ لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کرسکو گے"۱؎۔ یہ حقیقت میں ایک کشادہ دِل انسان کا فیصلہ ہے۔

یہ امر حیرت افزا ہے کہ کیوں مسیحیت نے اُس کے دل پر کچھ اثر نہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق خیال کیا جاتا ہے کہ بعد میں وہ مسیحیت سے متاثر ہُوا۔ لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ یہودی اس خیال کی تائید نہیں کرتے۔ غالباً وہ اپنی زندگی کے آخر تک یہودی اعتقاد پر قائم رہا۔ اور اپنی موت سے پیشتر اُس نے ایک طویل دُعا نصرانیوں کی اس نئی بدعت کے خلاف لکھی۔

اب آپ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ شاؤل جیسے جلد باز نوجوان کے لئے نہایت ہی اچھا تھا۔ کہ وہ کالج کی تعلیم کے تمام عرصہ میں ایسے عقلمند اور سکون پسند ہادی کے زیر اثر رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس نے اپنی تعلیم کے کام کو بڑی کامیابی سے انجام دیا۔ وہ خود اپنے متعلق کہتا ہے "میں یہودی طریق میں اپنی قوم کے اکثر ہم عمروں سے بڑھتا جاتا تھا۔"

اُس زمانہ کی کالج کی تعلیم ہمارے زمانے کی تعلیم سے زیادہ دلچسپ ہُوا کرتی تھی۔ اُن دنوں میں زیادہ تر گفتگو کے طرز پر تعلیم دی جاتی تھی۔ طلبا میں سوال پوچھنے کی عادت ڈالی جاتی تھی۔ آج کل کالج کے اساتذہ خاموشی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ پولُس کے زمانہ میں طلبا استادوں کے قدموں میں بیٹھ کر اُن کی سُنتے تھے اور اُن سے سوالات پوچھا کرتے تھے۔

۱؎ اعمال ۵ باب ۳۸ و ۳۹ آیت

کیا اس سے لوقا کے الفاظ یسوع کے لڑکپن کے متعلق یاد نہیں آجاتے؟ کیا کبھی آپ نے یسوع کو گملی ایل کا درس سُنتے بھی تصور کیا ہے؟ ممکن ہے کہ میرا خیال غلط ہو لیکن میں اکثر اُس بارہ برس کے لڑکے کے متعلق سوچا کرتا ہوں۔ جو ایک دفعہ یروشلیم میں کھو گیا تھا۔ اور تین دن تک عدم پتہ رہا۔ کس طرح سے اُس کے لواحقین اُسے تلاش کرتے رہے۔ اکثر میں اُس لڑکے کو اُس عجیب شہر کی گلیوں میں پھرتا ہُوا دیکھتا ہوں جو جہاں کہیں رات پڑ جاتی ہے سو جاتا ہے۔ دن کو کوئی مہربان عورت اُس پر ترس کھا کر کچھ کھانا دے دیتی ہے۔ تیسرے دن وہ پھرتا پھرتا ہیکل کے احاطہ میں آجاتا ہے۔ جہاں گملی ایل اپنے طلبا کو پڑھا رہا ہے۔ وہیں وہ بھی بیٹھ جاتا ہے۔ اور وہاں اُس کی متفکر و پریشان والدہ نے اُسے "اُستادوں کے بیچ میں بیٹھے اور اُن کی سُنتے اور اُن سے سوال کرتے ہوئے پایا"۱؎۔ یہاں ایک ایسے لڑکے کی تصویر نہیں ہے۔ جو شوخی کے ساتھ ربّیوں کی قابلیت کا امتحان لے رہا ہے۔ بلکہ ایک فروتن شاگرد کی تصویر ہے جو اُستادوں کے قدموں میں بیٹھ کر سیکھ رہا ہے۔

میرا خیال ہے کہ یسوع نے بھی شاؤل کی طرح گملی ایل کے قدموں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کی۔ ممکن ہے کہ یہ قیاس غلط ہو۔

فصل ششم

پولُس اپنی تعلیم کے متعلق کہتا ہے۔ "میں اپنی قوم کے اکثر ہم عمروں سے بڑھتا جاتا تھا۔" اُس کی تعلیم کے نصاب میں کیا کیا مضامین تھے؟ محض کلام اللہ۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تعلیم ربّیوں کی من گھڑت اور جاہلانہ تفاسیر سے اکثر

۱؎ لوقا ۲ باب ۴۶ آیت۔

بگاڑ دی جاتی تھی۔ جیسے آج کل بھی خادمان دین کی لچر تفسیریں خدا کے کلام کی تعلیم کو بگاڑ دیتی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ خدا کا کلام کبھی بگڑ نہیں سکتا۔ ساؤل کلام اللہ سے اس درجہ تک واقف تھا جس درجہ تک آپ حروف ابجد سے واقف ہیں۔ وہ عبرانی بائبل سے واقف تھا اور وہ یونانی سپٹواجنٹ (Septuagint) ترجمہ سے بھی بخوبی واقف تھا۔ جیسا کہ اُس کے اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے وہ حافظ بائبل تھا۔ کلام کے بڑے بڑے اور وزنی نسخوں کا اُٹھائے پھرنا مشکل تھا۔ لہذا اکثر وہ اپنے حافظہ سے کام لیا کرتا تھا۔ اُس کی اُن تقاریر میں جو اعمال کی کتاب میں مرقوم ہیں۔ عنقریب عہد عتیق کی ہر کتاب کے اقتباسات ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا دماغ خدا کے کلام سے بھرا ہُوا تھا۔ یقیناً اُس کی کامیابی اور بندگی کا یہی بھید تھا۔ وہ اُسے دنیا کا سب سے بڑا خزانہ سمجھتا تھا۔ اسی لیئے وہ یہ سوال پوچھتا ہے کہ "یہودیوں کو کیا فوقیت ہے؟ خاص کر یہ کہ خدا کا کلام اُن کے سپرد ہُوا۔"

ہمارے پاس بھی وہی بائبل ہے جو پولوس کے پاس تھی۔ اور اُس کے ساتھ عہد جدید بھی ہے۔ لیکن اکثر ہماری میزوں پر سوائے اخبارات اور رسالہ جات کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ میں آپ کو بائبل کے متعلق کوئی ملامت نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ میں خود بھی اُس کی تلاوت میں قاصر رہتا ہوں۔ لیکن اگر خدا کا کلام نجات کے لیے خدا کی قدرت اور روحانی قوت کا منبع ہے۔ تو کیا مناسب نہیں ہے کہ ہم اُس سے زیادہ محبت کریں ہمیں کم از کم ایک باب ضرور ہر شب کو دعا سے پہلے پڑھنا چاہیے۔ اگر آپ میں سے کوئی ایسا ہے جو یہ نہیں کرتا تو کیا وہ اب ایسا کرنے کا فیصلہ نہ کریگا؟ اناجیل کے ساتھ بہ آسانی یہ کام شروع کیا جاسکتا ہے ؂

فصل ہفتم

اب ہم پولوس کو دوبارہ یروشلیم میں دیکھتے ہیں۔ اُسے اپنے کالج اور اُس کے ...ل عدد کو خیرباد کہے دس سال کا عرصہ گذر گیا ہے۔ میں اُسے پھر اپنے کالج میں جاتا ہُوا ...ور اپنے پُرانے اُستاد سے ملاقات کرتا ہُوا دیکھتا ہوں۔ اس دس سالہ عرصہ میں یسوع کی قدرت اور تصلیب وقوع میں آچکتی ہیں۔ اُس کے شاگردوں نے یروشلیم میں ایک شور مچا رکھا ہے۔ وہ یسوع کو مسیح موعود بتلاتے ہیں۔ اُس کے مُردوں میں سے زندہ ہونے اور خدا کا ازلی بیٹا ہونے کے دعویدار ہیں۔ شروع شروع میں تو وہ کچھ خوف زدہ سے تھے۔ اور کچھ عرصہ کے لیئے خاموش ہو گئے تھے۔ لیکن پنتیکوست کے واقعہ اور روح القدس کے معجزہ کے بعد کوئی انہیں روک نہ سکتا تھا۔ وہ اُس پُرجلال حقیقت کو جو اُن کے پاس تھی اپنے تک محدود نہ رکھ سکتے تھے۔ اُنہی کوچوں میں جہاں یروشلیم کے لوگوں نے یسوع کو صلیب دیا تھا۔ وہ اُس کی گواہی اور اُس کے زندہ ہو جانے کی خوشخبری سُناتے تھے۔ پطرس اپنے بزدلانہ انکار کے ایک ہفتہ بعد ہی فقیہ اور فریسیوں پر دلیرانہ بے رحمی اور بے انصافی کا فتوے لگاتا ہے "تم نے اُس قدوس اور راستباز کا انکار کیا اور درخواست کی۔ کہ ایک خونی تمہاری خاطر چھوڑا جائے۔ مگر زندگی کے مالک کو قتل کیا۔ جسے خدا نے مُردوں میں سے جلایا۔ اُس کے ہم گواہ ہیں۔" خاموشی سے لوگ اس تقریر کو سُنتے ہیں۔ یروشلم میں ایک بے چینی برپا ہو جاتی ہے۔

میرے قیاس کے مطابق پولوس عین اس نازک موقع پر یروشلیم میں آتا ہے۔ اب ہمیں یہ کیونکر معلوم ہے۔ کہ اس سے قبل وہ یروشلیم میں نہ تھا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یسوع کی خدمت کے ایام میں وہاں نہ تھا۔ کیونکہ اول تو وہ کبھی اس بات کا ذکر نہیں کرتا۔ کہ اُسے اس دنیا میں خداوند کا دیدار حاصل ہُوا۔ اور دوسرے اس لیئے کہ پولوس

کی طبیعت کا آدمی اگر خداوند سے دوچار ہوتا تو یا تو اُس کی بعیت اختیار کر لیتا یا اُسے ستاتا
لیکن اُس نے دونوں میں سے کوئی بات بھی نہ کی۔

غالباً وہ اپنے سلسلہ تعلیم کو ختم کرنے کے بعد کسی دیہاتی جماعت کی خدمت اختیار کر
لیتا ہے جیسا کہ ہمارے اکثر طلبا کیا کرتے ہیں۔ اور جس طرح کہ ہمارے دیہاتی خادمان
دین میں سے بہترین بعد میں شہری خدمت کے لیے بُلا لیے جاتے ہیں۔ اُسی طرح یہ نوجوان
اور قابل ربّی بہت جلد یروشلیم میں آجاتا ہے۔

وہ اپنی اعلیٰ یہودی انجیل کو لے کر آتا ہے "خدا نے یہودیوں کو ایسا پیار کیا"
کہ اُس نے انہیں دُنیا کی تمام اقوام میں سے منتخب کیا تاکہ انہیں برکت دے اور اُن
میں سے اُس مسیح مسموح کو پیدا کرے جو قوم یہود کو روم کی غلامی سے آزاد کرے اور
اُس قوم کو راستبازی اور جلال کی سمت الراس تک پہنچا دے۔ یہ مژدہ یہودیوں
کے لیے نہایت ہی ہمت افزا اور حوصلہ بخش تھا۔

لیکن یروشلیم میں چند بدبختی اشخاص ناصری کی انجیل کی تعلیم دے رہے تھے۔
اور طُرفہ یہ کہ لوگ اُن کی باتوں کی طرف توجہ دیتے تھے "یروشلیم میں شاگردوں کا
شمار بہت ہی بڑھتا گیا اور کاہنوں کا بڑا گروہ اس دین کے تحت میں ہو گیا"۔

اور یہ ناصری لوگ کہتے تھے کہ ہم بھی یہودی ہیں۔ اور ہم بھی مسیح پر اعتقاد رکھتے
ہیں۔ لیکن مسیح تو آچکا ہے۔ مگر تم نے اپنے تعصب اور اندھے پن کی وجہ سے اُسے
صلیب پر چڑھا دیا۔ لیکن خدا نے اُسے مُردوں میں سے زندہ کیا۔ توبہ کرو اور خدا سے
معافی کے خواستگار ہو۔ فقیہوں اور فریسیوں کو یہ باتیں نہایت ہی ناپسند تھیں۔

فصل ہشتم

ان بدبختیوں میں سب سے زیادہ تیز طرار ستفنس ڈیکن تھا۔ وہ سب کے منہ

بند کر دیتا تھا۔ ایک روز عبادت خانہ میں مباحثہ ہوتا ہے۔ جس میں کلکیہ کے لوگ بھی
حصہ لیتے ہیں۔ غالباً شاؤل بھی جو کلکیہ کے شہر ترسس کا رہنے والا تھا۔ اس مباحثہ میں
شامل تھا۔ شاؤل ایک نہایت ہی قابل مباحث تھا۔ لیکن ستفنس جیسے زبردست
حریف سے جیتنا آسان نہ تھا۔ اگر ستفنس زندہ رہتا تو وہ پولوس ثانی ہوتا۔ بحث کے
فن میں وہ یکتا تھا۔ اُس کے متعلق لکھا ہے کہ "وہ اُس دانائی اور روح کا جس سے وہ
کلام کرتا تھا مقابلہ نہ کر سکے"۔ وہ انہیں یہ کہہ کر علانیہ طور پر ملامت کرتا ہے "اے
گردن کشو اور دل اور کان کے نامختونو۔ تم ہر وقت رُوح القدس کی مخالفت کرتے
ہو۔ جیسے تمہارے باپ دادے کرتے تھے۔ ویسے ہی تم بھی کرتے ہو۔ نبیوں میں
سے کس کو تمہارے باپ دادوں نے نہیں ستایا؟ اُنہوں نے تو اُس راستباز کے
آنے کی پیش خبری دینے والوں کو قتل کیا۔ اور اب تم اُس کے پکڑوانے والے اور
قاتل ہوئے"۔ یہ سخت اور صریح فتویٰ سُن کر ان کے جی جل گئے۔

شاؤل اور اُس کے ساتھیوں کے لیے یہ باتیں ناقابل برداشت ثابت ہوئیں
اور اُنہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اُنہیں اس کے خلاف جہاد کرنا پڑے گا۔ اور اپنے اعتقاد
کے تحفظ کے لیے لڑنا پڑیگا۔ اُن کے سامنے سب سے پہلا قدم یہی تھا کہ ستفنس کو
ہلاک کیا جائے۔ ہمیں اُن پر فتویٰ لگانے میں انصاف سے کام لینا چاہیے۔ وہ ایک
ایسے مسیح کے منتظر تھے۔ جو صاحب قدرت و جلال ہو۔ اور قوم اسرائیل اور یہوداہ
کے مذہب کو نصرت اور فتح بخشے۔ اُن کا پاک مذہب معرض خطر میں نظر آتا ہے۔ اُن
کے نزدیک ایک مصلوب یہودی کی عبادت کرنا سراسر کفر ہے۔ کیا شریعت نہیں کہتی
کہ "جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے"؟ لیکن یہ لوگ حسد اور تعصب
اپنے اعتقاد اور حقیقت کے لیے لڑنا تو جائز ہے۔ لیکن خدا کے متعلق غلط فہمی سے
کی بنا پر لڑ رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کے الفاظ

کام لے رہے تھے۔ جیسا کہ آج کل بھی مذہبی مباحثوں میں پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک انگلکن اور غیر اینگلیکن ایک دوسرے کو سخت سُست کہتے ہیں۔ جب کبھی حقیقت معرضِ خطر میں ہو۔ تو بحث مباحثہ کرنا مناسب ہے۔ اگر مسیحیت اپنا تحفظ نہ کرتی۔ تو اب تک مٹ گئی ہوتی۔ لیکن چاہیے کہ یہ مباحثے مسیحی مباحثے ہوں۔ جو محبت اور شرافت سے کیے جائیں۔ جن کا مقصد حقیقت کا دریافت کرنا ہو نہ کہ فتح۔ چاہیے کہ فریقین ایک دوسرے کے نکتۂ خیال سے واقف ہونے کی کوشش کریں۔ اور ایک دوسرے کے متعلق خیر اندیشی سے کام لیں۔ ایسی دلائل کو استعمال نہ کریں۔ جو غیر منصفانہ ہوں جان بوجھ کر غلط فہمی میں پڑنے اور بے بنیاد شبہات سے احتراز کریں۔ بلکہ ایک دوسرے سے کہیں کہ ہم دونو فریقین ایماندار لوگ ہیں۔ اور ہمارا مقصد حقیقت سے واقف ہونا ہے۔ لہٰذا چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کی سُنیں۔ اور ایک دوسرے پر اعتبار کریں۔

اِس قسم کا مباحثہ ہمیشہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اُن دنوں میں ایسی توقع کرنا عنقریب ناممکن تھا۔ "پس وہ ستفنس کو سنگسار کرتے رہے۔ اور وہ یہ کہہ کر دُعا مانگتا رہا کہ اے خداوند یسوع میری روح کو قبول کر"۔

"اے خداوند۔ یہ گناہ اُن کے ذمہ نہ لگا۔" "اور گواہوں نے اپنے کپڑے ساؤل نام ایک جوان کے پاس رکھ دیئے"۔

فصل نہم

اُس دن کی یاد ساؤل کے ذہن سے کبھی محو نہ ہوئی۔ وہ اِس واقعہ کے متعلق اپنی زندگی بھر افسوس اور پشیمانی کرتا رہا۔ "جب تیرے شہید ستفنس کا خون بہایا جاتا تھا۔ تو میں بھی وہاں کھڑا تھا۔ اور اُس کے قتل پر راضی تھا۔ میں رسول کہلانے کے

لائق نہیں۔ اس لئے کہ میں نے خدا کی کلیسیا کو ستایا تھا"۔

غالباً جب کبھی وہ اپنی مابعد کی زندگی میں اس واقعہ پر غور کرتا ہوگا تو یہ حادثہ آپ اُن اہم اثرات میں سے ایک معلوم ہوتا ہوگا جو اُس کی زندگی کی تعمیر میں عمل پیرا ہوئے۔ کاش کہ پولوس ہمیں بتاتا کہ اُس رات جبکہ ستفنس قتل ہو چکا تھا اُس کے جذبات کی کیا حالت تھی۔ کیا اُس کی ضمیر میں کچھ کاوش تھی؟ پولوس خود ایک بہادر آدمی تھا اور اُس نے ایک اور بہادر شخص کو مرتے دیکھا تھا۔ ستفنس کی اُس دُعا کو جو دمِ واپسیں اُس کی زبان سے نکلی بھول جانا آسان نہ تھا۔ ممکن ہے کہ وہ تمام رات بے چینی کی وجہ سے سو نہ سکا ہو۔ ممکن ہے کہ وہ اُن خدا پرست لوگوں کے متعلق سوچتا ہوگا۔ جو شب کی تاریکی میں اُس شہید کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر رہے تھے۔ ممکن ہے کہ وہ اُن عورتوں کی آہ و زاری پر غور کرتا ہوگا جو ستفنس پر جس کا "فرشتے کا سا چہرہ تھا" ماتم کر رہی تھیں۔

آخر میں ہم ایک نصیحت پر غور کریں گے۔ مایوسی اور ناامیدی کے درمیان بھی خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ خدا اپنے بندوں کو مرنے دیتا ہے۔ لیکن اپنے کام کو زندہ رکھتا ہے۔ سب سے پہلے مبارک جمعہ کو خداوند یسوع مسیح ایک لاش ہے! اُس کے دشمن فتح مند نظر آتے ہیں۔ شاگردوں پر یاس و حسرت چھا جاتی ہے۔ لیکن اس کے بعد ایسٹر کا دن آتا ہے۔ اور زندگی اور تازگی اپنے ہمراہ لاتا ہے۔

اسی طرح ستفنس جو اُس وقت کے مسیحیوں کا ہادی اور معاون ہے۔ مر جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیحیت کی تمام امیدیں اُس کے ساتھ مر جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت کبھی مر نہیں سکتی۔ کیونکہ اُس کی پشتی پر خدا ہے۔ کسی کو گمان تک بھی نہ تھا۔ کہ ستفنس کی موت کے ایک مہینہ کے اندر اندر اُس کا سب سے بڑا مخالف اُس کا جانشین ہوگا۔ اور وہ کام کرے گا جو ستفنس کی طاقت سے بالکل

باہر تھا۔

بزرگ آگسٹین کا خیال ہے کہ ہم پولُوس اور اُس کی زندگی کے لیے ستفنس کی دُعا کے مرہونِ منت ہیں۔ سچ مچ خدا پُر اسرار طریقوں سے اپنے عجیب و غریب کام کرتا ہے۔

باب چہارم

انقلابِ عظیم

آخری تصویر جو ہماری آنکھوں کے سامنے آئی تھی۔ وہ ستفنس کے سنگسار کیے جانے کی تصویر تھی۔ ہم نے شاؤل کو اُس کی لاش کے پاس کھڑے دیکھا تھا جس کا چہرہ فرشتے کا سا تھا۔ اور ہم نے اُس کی نرم دلی کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو مابعد کی زندگی میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ غالباً اسی وقت اُس میں رحم اور تاسف کے جذبات پیدا ہونے لگ گئے تھے۔ اور باوجود اُس تمام شہادت کے جو اس خیال کے برخلاف معلوم ہوتی ہے۔ ہم اپنی رائے پر قائم ہیں۔ جس قدر زیادہ ہم پولُوس سے واقف ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارا خیال پکا ہوتا جاتا ہے۔

لیکن یہ درست ہے کہ پولُوس اس قسم کے جذبات کے کوئی خارجی نشانات ظاہر نہیں کرتا۔ وہ اس نئے مذہب کے برخلاف غصّے میں بھر جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو مسیحیوں کے ستانے والوں کا ہادی بنا لیتا ہے۔ اور "گھر گھر گھس کے اور مردوں اور عورتوں کو گھسیٹ کر قید کرواتا تھا"۔ جب ہم اُس ظلم و ستم پر لحاظ کرتے ہیں جو شاؤل کے اور اُس کے ساتھیوں کے ہاتھوں اُس وقت کے مسیحیوں پر کیا جاتا تھا کہ کس طرح سے رات کے وقت سوتے ہوئے لوگوں کو بستر سے باہر ٹھنڈ میں گھسیٹا جاتا تھا۔ اور نہ صرف مردوں کے بلکہ عورتوں کے بھی کوڑے لگائے جاتے تھے۔ تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور پولُوس خود اپنی بے رحمی کے اعتراف

میں تین بار عورتوں کے کوڑے لگائے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں اس زمانے کی مہذب دُنیا بے شمار مردوں کے قتل کیے جانے کی تو برداشت کرتی تھی۔ لیکن جب کبھی عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی تھی۔ تو وہ ناقابل برداشت معلوم ہوتی تھی۔ لیکن شاؤل عورتوں کے بھی کوڑے لگاتا تھا۔ وہ شاگردوں کو مجبور کرتا تھا کہ وہ یسوع کے نام پر کفر بکیں۔ اور اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرتے تھے۔ تو وہ انہیں موت کے حوالے کرتا تھا۔ ان تمام باتوں کا وہ خود ذکر کرتا ہے۔ وہ نہ صرف ستفنس ہی کو سنگسار کرتا ہے۔ بلکہ اُس تمام علاقے کے لیے باعثِ ہیبت ثابت ہوتا ہے۔ لوگ اُس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دمشق میں بھی لوگ اُس کے ظلم و ستم سے واقف ہیں۔ اور حننیاہ کو کہنا پڑتا ہے "اُس نے یروشلم میں تیرے مقدسوں کے ساتھ کیسی کیسی بُرائیاں کی ہیں"۔ شاؤل حتی الوسع کوشش کرتا ہے۔ کہ کلیسیا کو اس طرح بیخ و بُن سے اکھاڑ دے۔ جس طرح ایک جنگلی سؤر باغ میں گھس کر خوبصورت پودوں کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ شاؤل ایک بے رحم اور ضدی آدمی تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اُستاد گملی ایل کی تعلیم سے بہت درجے تک مستفید نہ ہوا تھا۔

شاؤل اس وقت نادانستہ طور پر ایسے واقعات کا ایک سلسلہ قائم کر رہا تھا جن کی یاد مابعد کی زندگی میں انتہائی افسوس و پریشانی کا موجب ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ زخم کبھی مندمل نہ ہوئے۔ اپنی آخری عمر میں بھی جب کہ اُسے معلوم تھا۔ کہ خدا نے اُسے معاف کر دیا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو معاف نہ کر سکا اور خود اُسے اُن تمام تلخ تجربات میں سے گزرنا پڑا۔ لوگ اُس سے نفرت کرتے تھے۔ وہ ستایا گیا۔ پیٹا گیا۔ اور سنگسار کیا گیا۔ لیکن وہ کبھی شکایت نہیں کرتا۔ غالباً یہ خیال کہ جس طرح اُس نے اوروں کو دُکھ پہنچایا تھا۔ اب وہ خود دُکھ اُٹھا رہا ہے باعثِ راحت ثابت ہوتا تھا۔ وہ ان تمام مصیبتوں کو مردانہ وار برداشت کرتا ہے

وہ انہیں "دم بھر کی ہلکی سی مصیبت" کہتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شاؤل ایک بے رحم شخص تھا۔ لیکن اُس میں کوئی سفلہ پن نہ تھا۔

شاگرد اپنی جانیں لے کر بھاگ جاتے ہیں۔ سوائے رسولوں کے جو کلیسیا کے مقرر ہادی تھے۔ باقی سب روپوش ہو جاتے ہیں۔ شاؤل گویا مقدس شہر سے اس بدعت کو نکال دیتا ہے۔ لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کی تمام کوششوں کا نتیجہ محض یہ ہوا ہے۔ کہ مسیحیت تمام علاقے میں پھیل گئی ہے۔ تو وہ اور بھی غضب ناک ہو جاتا ہے۔ "جو پراگندہ ہوئے تھے۔ وہ کلام کی خوشخبری دیتے پھرے"۔ یہ اُس چھوٹی سی کلیسیا کی سب سے پہلی بشارتی فتح تھی۔ خدا انسان کے ارادوں اور منصوبوں کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرتا ہے۔

فصل دوم

چھ مہینے کے بعد ہمیں ایک صبح شاؤل اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ یروشلم سے دمشق کی طرف جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اُس کا مقصد مسیحیوں کی گرفتاری اور بربادی ہے۔ یہ راستہ نہایت خوبصورت اور دلچسپ ہے۔ لیکن ممکن ہے۔ کہ شاؤل کی بدمزاجی اُسے اُس راستے کے قدرتی مناظر کا لطف اٹھانے سے روکتی ہو اُس کے سامنے ایک سو پچاس میل کا سفر ہے۔ اس سڑک کے ساتھ کئی ایک تواریخی واقعات وابستہ ہیں۔ اسی سڑک سے نعمان کوڑھی گزرا تھا۔ اسی سڑک سے دو ہزار سال ہوئے کہ ابرہام کا نوکر دمشق کا الیعزر گزرا تھا۔

شاؤل اُس وقت قدرت کے خوبصورت نظاروں پر غور نہیں کرتا۔ غالباً اُس میں نیچر کی خوبصورتیوں کا لطف اُٹھانے کی اہلیت بہت ہی کم تھی۔ وہ ہمارے خداوند کی طرح نہ تھا۔ جو نیچر کو پیار کرتا تھا۔ جو سوسن کے درختوں اور اُن کے

بڑھنے اور پھولنے کا ذکر کرتا ہے۔ جو غروبِ آفتاب کے وقت سُرخ آسمان کی تصویر پیش کرتا ہے۔ جو ہوا کے پرندوں اور پکے ہوئے کھیتوں کا بیان کرتا ہے۔

شاؤل شہر کا رہنے والا تھا۔ اُس کی تصانیف میں نیچر کا مطلق بیان نہیں ہے۔ اور اس وقت تو اُس کے ذہن میں اور ہی خیال موجزن ہیں۔ وہ ناراض اور پریشان ہے۔ دمشق میں مسیحیوں کی ایک جماعت ہے۔ جو پوشیدگی میں عبادت کرتی ہے۔ اور شاؤل کو اُنہیں ڈھونڈنا اور گرفتار کرنا ہے۔

لیکن آج مسیح کو ایک اور تلاشی درپے تلاش ہے۔ اور وہ اُن شاگردوں بندہ ہے۔ جسے شاؤل کی تلاش ہے۔ کیا آپ کو ٹامسن Thomson صاحب کی مشہور نظم The Hound of Heaven یاد ہے۔ جس میں ہے۔ کہ کس طرح سے خدا ہر وقت اُن روحوں کی تلاش کرتا رہتا ہے۔ جو اُس کے حضور سے بھاگ جاتی ہیں؛ وہ ہمیشہ اُن کا تعاقب کرتا رہتا ہے۔ لوگ اس حقیقت کو شک۔ تاسّف اور ضمیر کی کاوش کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ بعض اوقات لوگ مجھے بتاتے ہیں۔ کہ ہم رات بھر جاگتے رہے۔ اور ہمارے خیالات میں ایک زبردست جدوجہد ہوتی رہی۔ کیا کبھی آپ کو بھی اس قسم کے افسوس۔ شک اور پشیمانی کا تجربہ ہوا ہے۔ اس تجربے کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا آپ کی تلاش کر رہا ہے۔ وہ اچھا چرواہا پہاڑوں اور وادیوں میں اپنی کھوئی ہوئی بھیڑ کو ڈھونڈ رہا ہے۔

ہم خدا کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ مگر
اس پہ بھی رہتا ہے وہ نزدیک تر

اُس کی دعوت ہے اک آوازِ الست
جو بھی سُنتا ہے اُسے ہوتا ہے مست

سب گناہوں سے بچاکر بے ہراس
وہ بُلانا چاہتا ہے اپنے پاس

ناگنہگاروں کو پہنچائے وہاں!
اس لئے چھوڑا ہے اُس نے آسماں

اُس کا نغمہ خوش نوا پُر کیف ہے
کیوں اُسے سُنتے نہیں ہم حیف ہے

راستہ سیدھا ہے اور ہموار ہے
راہگیر اُس راہ کا بے آزار ہے

پر محبت التجا کو بے قدر
سُن سمجھ کے کہتا ہے یُوں ہر بشر

تیری اُلفت سے نہ دل پر چھائینگے
کوئے زرّیں میں نہ ہرگز آئیں گے

کو جگر ہوتا ہے اُس کا پاش پاش
پھر بھی وہ رہتا ہے مصروفِ تلاش

اور جس طرح خدا ہماری تلاش کرتا رہتا ہے۔ اُسی طرح اُس نے شاؤل کی بھی تلاش کی۔ اور اُن چھ دنوں میں شاؤل کے لئے خدا کے حضور سے بھاگنا ناممکن ہوگیا۔ کیونکہ اب وہ زندگی کی مصروفیتوں اور مشاغل سے بچا ہوا ہے۔ جن کی الجھنوں میں پھنس کر لوگ اکثر خدا کو فراموش کر دیا کرتے ہیں۔ شاؤل کے پاس سوائے اُس کے چند نوکروں کے اور کوئی نہیں ہے جس کے ساتھ بات چیت کر سکے۔ اُسے چھ دن تک تنہا سفر کرنا ہے۔ اُس کے سامنے چھ راتیں ہیں جن میں غور کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ گاہے بگاہے سوچتا رہا ہے۔ لیکن بہت جلد وہ اُن خیالات کو منتشر کر دیتا تھا۔ مگر اب جب کہ وہ تن تنہا ہے۔ وہ خیالات بدرُوحوں کی طرح اُسے گھیر لیتے ہیں۔ وہ اپنی ضمیر کی عدالت میں اپنے سامنے کھڑا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ خیال کہ اُس کی ضمیر اُس وقت اُسے ملامت کر رہی تھی درست ہے۔ اور مسیح بھی دمشق کے راستے پر اُس کے دلی خیالات سے واقف تھا۔ "پینے کی آر پر لات مارنی تیرے لیے مشکل ہے"۔ خدا اُس کے تمام پوشیدہ خیالات و شبہات سے واقف ہے۔ غالباً شاؤل کے دل میں کچھ اس قسم کے خیالات آتے ہونگے۔ "کیا مردوں اور عورتوں کو اُن کے ایمان کی وجہ سے مارنا پیٹنا اور قتل کرنا درست ہے؟ کیا ستفنس کا بیان واقعی غلط تھا؟ کیا یشعیاہ نے ایک مصیبت زدہ مسیح کا ذکر نہیں کیا ہے۔ جس نے ہماری مشقتیں اُٹھائیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔ پر ہم نے اُسے خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا سمجھا۔ لیکن کیا میری تمام زندگی کا مطالعہ غلط ہے؟ کیا گملی ایل اور

دیگر علماء غلطی پر تھے؟ یقیناً یہ خیالات شیطانی آزمائشیں ہیں۔ اُس مصلوب ناصری کی عبادت کرنا خدا کے برخلاف کفر ہے۔ مَیں اس بدعت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکوں گا۔ میرا فرض ہے کہ مَیں اُس کے برخلاف جہاد کروں"۔

اس طرح سوچتا ہُوا وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے دمشق کا شہر نظر آتا ہے۔ عین اُس وقت چشم زدن میں اُس کی تبدیلی کا معجزہ واقع ہوتا ہے۔ دفعتاً آسمان سے ایک نور چمکتا ہے۔ جس کے متعلق پولوس خود بعد میں کہتا ہے کہ "سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے اور میرے ہم سفروں کے گرد چمکا"۔ اور اُس الٰہی تجلّی کی روشنی میں وہ خدا کے مسیح کو دیکھتا ہے۔ اور یہ رویا عمر بھر اُس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتی اور ایک آواز جسے وہ کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا عبرانی زبان میں اُس سے یوں ہم کلام ہوتی ہے "اے شاؤل اے شاؤل تو مجھے کیوں ستاتا ہے"؟ "اے خداوند۔ تو کون ہے"؟ خداوند بولا "میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔" اور وہ اس بات کو فوراً تسلیم کرلیتا ہے۔ اس کے متعلق اُس وقت یا بعد میں کسی قسم کا شک اُس کے دل میں نہیں آتا۔ وہ حیرت زدہ اور لرزہ براندام زمین پر گر پڑتا ہے۔ اور اپنے آپ کو کامل طور پر اپنے خداوند کے سپرد کردیتا ہے۔ "اے خداوند میں کیا کروں"؟

فصل سوم

یہ شاؤل کی تبدیلی کی سرگذشت ہے۔ آپ جو چاہیں۔ اس کی تفسیر کرسکتے ہیں صرف شاؤل ہی جانتا تھا کہ اُس پر کیا واقع ہُوا ہے۔ اور جو کچھ اُس نے دیکھا یا سنا تھا۔ وہ اُس پر کبھی شک نہیں کرتا۔ وہ بار بار اُس کا بیان کرتا ہے۔ اور اُس کے مختلف بیانات میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ اُس کے ساتھیوں نے غالباً مختلف

بیانات پیش کیے ہونگے۔ کیونکہ اُنہوں نے نور کو تو دیکھا تھا۔ مگر کسی کی آواز نہ سُنی تھی درحقیقت اس واقعہ نے شاؤل کو قائل کردیا۔ اُس کی زندگی کی گہرائیوں کو ہلادیا۔ اُس نے حقیقت میں یسوع مسیح کا مکاشفہ حاصل کرلیا۔ آسمان کا شکاری آخرکار اُسے پکڑ لیتا ہے۔ اور اُس کی تمام زندگی کو تبدیل کردیتا ہے۔ ایک طرفۃ العین میں جب کہ وہ سڑک کے کنارے اندھا ہو کر گر جاتا ہے۔ ہمیشہ کے لیے مسیح کا غلام ہوجاتا ہے۔

کیا آپ اس کے متعلق کچھ بحث کیا چاہتے ہیں؟ آپ کا حق تو ہے۔ لیکن اس میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کی تفصیل سے سوائے پولوس کے اور کوئی واقف نہیں ہے۔ اور پولوس کو کامل یقین ہے۔ کہ اُس نے اُس خداوند کو جو مُردوں میں سے زندہ ہُوا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور اس یقین پر وہ اپنی تمام آنے والی زندگی اور اُمیدوں کی عمارت قائم کرتا ہے۔ اور عمر بھر اس بات پر اصرار کرتا ہے۔ کہ میں نے یسوع مسیح کو دیکھا ہے اور میں اُسے جانتا ہوں۔

میرے نزدیک اِس واقعہ کی حقیقت کی سب سے بڑی دلیل خود پولوس کا لاتبدیل یقین ہے۔ یہ کوئی خواب یا فریب نظر نہیں ہے۔ میں نے ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ جو اسے ایک کمزور شعور کا خواب یا وہم قرار دیتی ہیں۔ پولوس کوئی وہمی یا ضعیف دماغ شخص نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک صحیح اور سلیم عقل رکھتا تھا۔ تمام زندگی بھر وہ اس یقین پر قائم رہا۔ اور اپنی تمام زندگی کی قربانی سے اس یقین کو ثابت کیا:۔

اُس کی وردِ زبان ہمیشہ یہی الفاظ تھے "میں نے خداوند کو دیکھا ہے۔" "میں نے یسوع کو دیکھا ہے"۔ اُس کا مسیحی ہونا کتابوں یا دلیلوں یا رسوموں کی گواہی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ وہ اس لیے مسیحی تھا۔ کہ اُس نے زندہ خداوند کو دیکھا تھا

اور اس مکاشفے نے اُسے مسیح کے مُردوں میں سے زندہ ہونے کی انجیل دی تھی۔ جس کی بشارت وہ آخر تک دیتا رہا۔ یہی بات پولوس کی منادی میں حقیقت کا عنصر داخل کر دیتی ہے۔ اُس کی اور ہماری منادی میں یہی فرق ہے۔ کل جب میں اس واقعہ پر غور کر رہا تھا۔ تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مسیح مجھ پر اس طرح ظاہر ہو جس طرح مُقدّس پولوس پر ظاہر ہوا تھا۔ تو میرا بیان ایسا پُر اثر اور ہلا دینے والا ثابت ہو۔ کہ آپ اُچھل پڑیں۔ اور ایک ایک کر کے اُس کے پیچھے ہو لیں۔

پولوس کی رسالت کا دعویٰ اسی مکاشفے پر مبنی ہے۔ "کیا میں نے یسوع خداوند کو نہیں دیکھا ہے"؟ بعد میں جب کہ وہ اُن مکاشفوں کا ذکر کر رہا ہے۔ جو خداوند کے جی اُٹھنے کے بعد پطرس، یوحنا اور پانچ سو بھائیوں کو نصیب ہوئے۔ تو اپنے متعلق یوں لکھتا ہے کہ "آخر میں وہ مجھ پر ظاہر ہوا جو گویا ادھورے دنوں کی پیدائش ہوں"۔ اس بیان سے وہ یہ ثابت کیا چاہتا ہے کہ خداوند کا مکاشفہ جو اُسے ملا وہ دیگر رسولوں کے مکاشفے سے کسی معنی میں بھی کم یا مختلف نہیں ہے۔

اس ضمن میں ایک اور بات قابلِ غور ہے۔ جسے ہم اکثر بھول جایا کرتے ہیں۔ جب کہ پولوس مُردوں کے زندہ ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ اور اُس جلالی اور رُوحانی بدن کا ذکر کرتا ہے۔ جو ہمیں مرنے کے بعد عنایت کیا جائے گا۔ تو اُس روحانی اور جلالی بدن کا تصوّر اُسے کہاں سے ملتا ہے۔ میرے خیال میں اُس کے ذہن میں اسی جلالی مسیح کی تصویر جو اُس پر دمشق کے راستے میں ظاہر ہوا تھا۔ ابھی تک قائم ہے۔ اسی لیے وہ کہہ سکتا ہے کہ وہ "ہماری پست حالی کے بدن کی شکل بدل کر اپنے جلال کے بدن کی صورت پر بنائے گا"۔

فصل چہارم

پولوس کی یہ تبدیلی مسیحیت کی صداقت کی ایک نہایت ہی زبردست دلیل ہے۔ مسیح کے سب سے زبردست دشمن کا ایک لمحہ میں تبدیل ہو جانا اور ایک ایسا وفادار شاگرد بن جانا جو اپنی تمام زندگی خوشی سے اُس کی خدمت کے لیے قربان کر دے اور کیا معنی رکھتا ہے؟ ہمارے زمانے کے غیر مسیحی اکثر یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ یسوع کے سوانح حیات کا یقین کرنا جو کہ دو ہزار سال پہلے واقع ہوئے۔ بہت مشکل ہے۔ لیکن شاؤل ترسیسی تو یسوع کا ہم عصر تھا۔ وہ ایک نہایت ہی عقلمند شخص تھا۔ ہر قسم کی موافق و مخالف گواہی موجود تھی۔ ایسے آدمی زندہ تھے۔ جن سے وہ دریافت کر سکتا تھا۔ وہ اُن تمام وجوہ سے واقف تھا جن کی بنا پر حنّنیا اور کیفا نے مسیح کے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا تھا۔ اُس کا تمام نورانی مستقبل معرضِ خطر میں تھا۔ مسیح پر ایمان لانے سے اُس کی تمام اُمیدیں خاک میں ملتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ تبدیلیٔ مذہب سے اُسے کوئی دنیوی فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا۔ اُس کی تمام تعلیم و تربیت اور یہودی ذہنیت مسیح پر ایمان لانے کے خلاف جنگ کر رہی تھی۔ لیکن باوجود ان تمام غیر موافق حالات کے وہ ایک پل بھر میں مسیح کا بے دام غلام بن جاتا ہے۔ آپ جو چاہیں اُس کی توجیہہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر شاؤل ترسیسی نے اُس دن اپنے فیصلے میں غلطی کی تو یہ انسانی تواریخ کے واقعات میں ایک ایسی غلطی ہے۔ کہ جس کا سمجھنا اور یقین کرنا سخت مشکل ہے۔

فصل پنجم

اب میں چند نوکروں کو دیکھتا ہوں۔ جو ایک شخص کو زمین پر سے اُٹھاتے

ہیں۔ جس کا تمام بدن کانپ رہا ہے۔ جس کے اوسان خطا ہو گئے ہیں۔ جس کی آنکھیں جواب دے چکی ہیں۔ اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر دمشق میں لے جاتے ہیں۔ وہ کھانے سے انکار کرتا ہے۔ لوگوں کی ملاقات سے گریز کرتا ہے۔ انسانی رفاقت سے احتراز کرتا ہے۔ خلوت پسند کرتا ہے۔ ایک تیرہ و تاریک کمرے میں تین دن اور تین رات اکیلا رہتا ہے۔ نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ کچھ پیتا ہے۔ اور اس تنہائی میں جس میں صرف خدا اور اُس کی ضمیر اُس کے ساتھ ہیں۔ اُس واقعہ پر غور کرتا ہے۔ ہر جلیل القدر روح کو جب کہ وہ اِس قسم کی اخلاقی جدوجہد میں مبتلا ہو۔ انتہا درجہ کی تکلیف اور شرمندگی میں سے گذرنا پڑتا ہے۔

کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان تین دنوں میں اُس کی رُوح میں کس قسم کے خیالات پیدا ہوئے ہونگے۔ لیکن اتنا کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ خیال ضرور اُس کے دل کے زخموں پر مرہم کا کام کرتا ہوگا۔ کہ اُس مسیح کی محبّت کس قدر نرمی اور معافی سے بھری ہوئی ہے۔ جو اپنے آپ کو اُس پر ظاہر کرتا ہے۔ یہ امر تو قرینِ قیاس ہے۔ کہ وہ اپنے جی اُٹھنے کے بعد اپنے پیارے شاگردوں پر گلیل میں ظاہر ہُوا۔ لیکن یہ بات بالکل بعید از فہم معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ اُس جیسے قاتل اور بدکردار انسان پر اپنے آپ کو ظاہر کرے۔ اُسے معاف کرے اور برکت دے۔ شاؤل اس عدیم المثل محبّت کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ ہم نے دیکھا ہے۔ کہ وہ کبھی اپنے افعالِ ناکردنی کو بھولتا نہیں۔ بلکہ بار بار وہ اُن کا ذکر کرتا ہے۔ غالباً اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ یسُوع کی مہربانی اور محبّت کو بھی کبھی بھُول نہیں سکتا۔

ہر ایماندار شخص کی زندگی میں یہی بات گناہ کے متعلق افسوس اور پشیمانی پیدا کرتی ہے۔ یہ خیال کہ وہ خداوند جس کے ساتھ اُس نے بدسلوکی کی ہے۔ اُسے پیار کرتا اور معاف کرتا ہے۔ اُس افسوس اور پشیمانی کو بڑھاتا رہتا ہے۔ اس قسم

کی توبہ نہایت ہی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اُس سے بڑے بڑے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ وہ دل مسیح کا سچا عاشق اور وفادار خادم بن جاتا ہے۔ اور تمام عمر اُس کی خدمت کرتا ہے۔ مسیح کی محبّت اُس کی انجیل کا مرکزی حصّہ ہے۔ بہت جلد شاؤل کے دل میں خوشی اور اطمینان پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ کشمکش ختم ہو جاتی ہے۔ اور ایک ایسا زمانہ آتا ہے۔ جو دوزانو ہے۔ جس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا ہے۔ خداوند اُس پر نظر کرتا ہے۔ اور خواب کے ذریعے حننیاہ کو حکم ہوتا ہے۔ کہ اُٹھ۔ اُس کوچے میں جا جو سیدھا کہلاتا ہے۔ اور یہوداہ کے گھر میں شاؤل نام ترسی کو پوچھ لے۔ کیونکہ دیکھ وہ دُعا مانگ رہا ہے"۔ کیا کبھی آپ نے اس بات پر کبھی غور کیا۔ کہ خدا آپ کے کوچے اور گھر کا نمبر جانتا ہے۔ "وہ فلاں کوچے میں جا۔ اور زید کو پوچھ لے۔ کیونکہ دیکھ وہ دعا مانگ رہا ہے"۔

فصل ششم

اس کے بعد جو بیان ہے وہ کچھ غیر مانوس سا معلوم ہوتا ہے۔ مقدس لوقا فرماتا ہے۔ کہ پولوس فوراً یسُوع کی منادی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور اُسے خدا کا بیٹا بتلاتا ہے۔ شاؤل کی یہ تصویر اُس تصویر سے جس سے ہم خوگر ہو چکے ہیں کچھ مختلف معلوم ہوتی ہے۔ یہ تو میں یاد کر سکتا ہوں کہ اس قسم کی فوری تبدیلی بلکہ زبردست سنسنی پیدا کر سکتی ہے۔ اور بہتوں کو مسیح کی انجیل کی طرف کھینچ سکتی ہے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے۔ کہ بعض بڑے شرابی یا جھگڑالو آدمیوں نے اپنی روحانی تبدیلی کے بعد جب خداوند یسُوع مسیح کو گنہگاروں کے سامنے پیش کیا۔ تو کئی ایک پادریوں اور خادمانِ دین سے زیادہ لوگوں کے دلوں پر اثر کیا۔ لیکن یہ بات اُن اعلٰی اور زبردست زندگیوں کے متعلق درست معلوم نہیں ہوتی

جنہوں نے اپنی نجات کے بعد دُنیا میں بڑی بڑی تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ اُنہیں غور وتامل کے موقعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُنہیں کچھ سیکھنا پڑتا ہے۔ اپنے خیالات کو یکجا جمع کرنا پڑتا ہے۔ اُنہیں سوچ بچار میں وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ اور تنہائی اور تنہائی میں اپنی روح اور اپنے خدا کے ساتھ بات چیت کرنا پڑتا ہے۔

کم سخن اشخاص اکثر اس قسم کے مخفی اور قلبی تجربات کا تذکرہ نہیں کیا کرتے۔ اور غالباً لوقا اس کیفیت سے ناواقف تھا۔ پولُوس خود گلتیوں کے خط میں محض ایک دفعہ اس کی طرف اشارہ سا کرتا ہے "جب اُس کی یہ مرضی ہوئی کہ اپنے بیٹے کو مجھ میں ظاہر کرے . . . . تو نہ میں نے گوشت اور خون سے صلاح لی اور نہ یروشلیم میں اُن کے پاس گیا۔ جو مجھ سے پہلے رسول تھے۔ بلکہ فوراً عرب کو چلا گیا۔ پھر وہاں سے دمشق کو واپس آیا"۔

مقدس لوقا کا بیان دمشق کی منادی کے متعلق تو درست ہے۔ لیکن وہ پولُوس کے عرب میں جانے اور تنہائی میں رہنے کے متعلق کچھ ذکر نہیں کرتا۔ اور ہم نہیں جانتے۔ کہ پولُوس نے کیونکر عرب میں زندگی بسر کی ہوگی۔ مگر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ شخص تن تنہا عرب کے ریگستان میں پھرتا رہا ہوگا۔ کوہ سینا کے دامن میں بیٹھ کر سوچتا رہا ہوگا۔ غور کرتا ہوگا۔ اُس الٰہی نور کی روشنی میں جو راہِ دمشق میں اُس پر چمکا تھا۔ خُدا کے کلام کا دوبارہ مطالعہ کرتا ہوگا۔ اپنے مستقبل کو اپنے پیارے خداوند کی خدمت کے لیئے تیار کرتا ہوگا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دُعا کرتا ہوگا۔ وہ خُدا کی رفاقت میں دن رات رہتا ہوگا۔ اسی قسم کے تجربات الوالعزم ہستیاں پیدا کرتے ہیں۔ اسی قسم کی علیحدگی بڑے بڑے مناد تیار کرتی ہے۔ اگر ہم جو خادمِ دین کہلاتے ہیں۔ زیادہ وقت خدا کی رفاقت میں صرف کریں تو ہماری منادی کہیں زیادہ پُر اثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔ بھائیو! ہمارے لیئے دُعا کرو۔

فصلِ ہفتم

دفعتاً ایک دن یہ سنجیدہ شخص شہر میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور فوراً اپنا پیغام دلیرانہ دینے لگ جاتا ہے "اور وہ اس بات کو ثابت کرکے کہ مسیح یہی ہے۔ دمشق کے رہنے والے یہودیوں کو حیرت دلاتا رہا"۔

لیکن یہودی اُس کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے۔ اور کافر جان کر اُس سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ شب و روز اسی کوشش میں ہیں کہ اُسے مار ڈالیں۔ یہاں تک کہ ایک شب کو شاگرد اُسے ایک ٹوکرے میں بٹھا کر دیوار پر سے لٹکا دیتے ہیں اور باہر بھگا دیتے ہیں۔

پولُوس کی پہلی کوشش بالکل ناکام ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ایک ایسے شخص کا مایوس ہو جانا جو خُدا کو اپنا مددگار سمجھتا ہے ناممکن ہے۔ ڈزریلی Disraeli نے جب کہ وہ اپنی پہلی تقریر میں جو اُس نے ہاؤس آف کامنز House of Comm( ) میں پیش کی۔ ناکام ہوا کہا۔ "میں ابھی بھی لوگوں کو مجبور کر دوں گا۔ کہ وہ میری سُنیں"۔ اس کے بعد وہ اپنا دوسرا قدم اُٹھاتا ہے۔ وہ یروشلیم میں بدیں غرض جانا چاہتا ہے۔ کہ اُن سے ملاقات کرے۔ جنہیں خُدا نے کلیسیا کے سر مقرر کیا ہے۔ وہ خاص طور پر پطرس سے ملنا چاہتا ہے۔

وہ تن تنہا اور انتہائی مفلسی کی حالت میں پیادہ پا اُس ڈیڑھ سو میل کے سفر کو شروع کر دیتا ہے۔ اس سفر کے متعلق ہمیں کچھ بتایا نہیں جاتا۔ مگر ہم خود تصور کر سکتے ہیں کہ پولُوس ضرور اُس مقام پر آ کر جہاں خداوند اُس پر ظاہر ہوا تھا ٹھہر جاتا ہے۔ اور گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ ہم اُس کیفیت کا بھی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جو اُس کے دل پر اُس وقت طاری ہوئی ہوگی جب وہ اُس جگہ پہنچتا ہے

ی کردو دیپار معلوم ہوتی ہے۔ جب میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ میرے ایسے قاتل۔ کافر اور
اس شخص کو معاف کرنے اور پیار کرنے کو تیار ہے۔ تو میں ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہوں
اور پطرس جواب دیتا ہے "شاؤل۔ یہ اُس کا شیوہ ہے۔ وہ ہمیشہ اسی طرح کیا کرتا ہے
میری سرگزشت سے واقف نہیں ہے۔ میں تجھ سے بھی زیادہ بُرا تھا۔ تو کم از کم بزدل
ر تھا۔ وہ مجھے تمام دنیا میں سے منتخب کر لیتا ہے۔ اور اپنا سب سے قریبی دوست
بناتا ہے۔ لیکن میں اُسے اُس شب کو جب کہ وہ پکڑوایا جاتا ہے۔ چھوڑ دیتا ہوں۔
د میں اُس وقت جب کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہے۔ اُس کا انکار
رتا ہوں میں اُس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اور قسم کھاتا ہوں کہ میں اُس سے واقف
نہیں۔ جونہی یہ الفاظ اُس کے کان میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنی آنکھیں اُٹھاتا ہے۔ اور
پر نظر کرتا ہے۔ میرا دل اُس رنج و غم کو دیکھ کر جو اُس نظر میں پایا جاتا ہے ٹوٹ جا
ے۔ میں بیتاب ہو کر باہر چلا جاتا ہوں اور زار زار روتا ہوں۔ تمام رات میں اُس
ہر کے کوچوں میں دیوانہ وار پھرتا ہوں۔ اگر مجھے اُس وقت موقع دیا جاتا کہ میں
اس جا کر اُس کے سامنے اپنے غم و افسوس کا اظہار کروں۔ تو میں اس موقع کیلیے
سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھا۔ لیکن یہ موقع مجھے نہیں ملتا۔ دوسرے دن وہ اُسے
لیب پر چڑھا دیتے ہیں۔ اور میرے لیے اظہار تأسف کا دروازہ بند ہو جاتا ہے
ن دن تک میں انتہائی اذیت اور ندامت میں مبتلا رہتا ہوں۔ وہ خداوند جو مجھے
کرتا تھا۔ یوسف کی قبر میں مُردہ پڑا ہے۔ اور یہ خیال کہ وہ آخری الفاظ جو اُس
میری زبان سے سُنے تھے۔ کفر و انکار کے الفاظ تھے۔ مجھے مارے ڈالتا ہے۔
کیا اُسے معلوم ہوتا کہ میں کس قدر شرمندہ اور پریشان ہوں۔ اس کے بعد صبح
نمودار ہوتی ہے۔ خداوند جی اُٹھتا ہے۔ اور جب مجھے یہ معلوم ہوتا ہے
تین دنوں میں بھی جب کہ وہ عالم ارواح کی سیر کر رہا تھا۔ اُسے میرا خیال تھا۔

جہاں ستفنس قتل کیا گیا تھا۔ اور جب وہ اپنے پُرانے کالج کے پاس سے گزرتا ہے
جہاں اُس کا اُستاد اور اُس کے دوست تھے۔ تو ضرور اُس کے دل میں یہ خیال
آیا ہوگا۔ کہ اب وہ مجھ سے کبھی دوستی کا اظہار نہ کریں گے۔ کیونکہ میں نے اُن کے
پاک مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔

مگر یہ خیال ضرور باعثِ تسلّی ثابت ہوا ہوگا۔ کہ جب میں یروشلیم میں
شاگردوں سے ملونگا تو تمام رنج و فکر دور ہو جائیں گے۔ لیکن جب وہ یروشلیم
میں پہنچتا ہے تو شاگرد اُس سے ملنا نہیں چاہتے۔ وہ اُس سے ڈرتے
ہیں۔ وہ اُس کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے۔ بمشکل تمام برنباس کی سفارش سے جو اُس
کا پرانا دوست ہے۔ اُسے پطرس اور یعقوب سے ملاقات کرنے کا موقع ملتا ہے۔

فصل ہشتم

پندرہ دن تک وہ وہیں ٹھہرتا ہے۔ اور پطرس کے ساتھ بات چیت کرتا
ہے۔ بائبل ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں اکثر تفاصیل کے متعلق سکوت اختیار کی
گئی ہے۔ چنانچہ اُن پندرہ دنوں کا کوئی ذکر پایا نہیں جاتا۔ یہ ملاقات اور گفتگو کیسی
دلچسپ اور پُر لطف ثابت ہوئی ہوگی۔ کلیسیا کے دو بڑے ہادی ایک دوسرے
سے ملتے ہیں۔ دونوں دیانتدار۔ سرگرم اور محبت کرنے والے آدمی ہیں۔ شاؤل سنتا
ہے۔ اور پطرس اُن تین عجیب و غریب سالوں کی سرگزشت سناتا ہے جو یسوع
کی رفاقت میں بسر کئے گئے ہیں۔

میں شاؤل کو سوال کرتے ہوئے اور پطرس کے سلسلہ تقریر کو منقطع کرتے
ہوئے سُن سکتا ہوں۔ میں یہ بھی تصور کر سکتا ہوں۔ کہ ایک شب وہ پطرس کے سامنے
دل کھول دیتا ہے۔ اور کہتا ہے "پطرس۔ سب سے عجیب بات مجھے اُس

اور وہ میری ندامت و پشیمانی سے واقف تھا۔ تو میری حیرت کی انتہا نہیں
اور مجھے بتایا جاتا ہے۔ کہ وہ قبر کے پاس بیٹھے ہوئے فرشتوں کو یہ پیغام
دے جاتا ہے۔ جاؤ اور میرے شاگردوں کو خبر دو۔ اور بالخصوص پطرس
کیا میں کبھی ان پُرمحبت الفاظ کو بھول سکتا ہوں؟ یہ پیغام میرے لیے تھا
نے اُس کے ساتھ دغابازی کی تھی۔ جس نے اُس کا انکار کیا تھا۔ یہ الفاظ
لیے تھے۔ جو اب اپنے آپ کو اُس کا شاگرد ہونے کے لائق نہ سمجھتا تھا۔ پطرس
کہو! کیا تمہیں حیرت ہے۔ کہ میں اُسے پیار کرتا ہوں؟ میں تو اس کے لیے
کو بھی تیار ہوں۔"

باب پنجم

شاؤل ترسیسی اور مطمع خدمت

ان دو ہفتوں کی ملاقات میں پولُس تمام وقت پطرس ہی کی صحبت میں صرف نہیں کرتا۔ وہ شہر کی سیر بھی کرتا ہے۔ اور منادی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اس عجیب و غریب انکشاف کو مخفی نہیں رکھ سکتا۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ جن باتوں نے مجھے قائل کیا ہے۔ وہ دوسروں کو بھی قائل کریں گی۔ لیکن وہ سراسر ناکام رہتا ہے کوئی اُس کی باتیں نہیں سُنتا۔ اُس کی ہر تقریر بدامنی کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ لوگ لعنت بھیجتے ہیں۔ اور سنگسار کرنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ناکامی دمشق کی ناکامی سے بھی بدتر ہے۔

اس سے وہ نہایت رنجیدہ ہوتا ہے اور بعد میں ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ اُس نے ہیکل میں جا کر دُعا کی۔ اور اپنی تمام مشکلات خدا کے حضور پیش کیں۔ "خداوند میری کوئی نہیں سنتا۔ لوگ میری تمام غلط کاریوں سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جو تجھ پر ایمان لائے میں ان کو قید کرواتا اور جابجا عبادت خانوں میں پٹواتا تھا۔ اور جب تیرے شہید ستفنس کا خون بہایا جاتا تھا۔ تو میں . . . . . . اُس کے قاتلوں کے کپڑوں کی حفاظت کرتا تھا۔

پولُس خود اپنی ناکامی سے واقف ہو جاتا ہے اور غالباً پطرس اور برنباس نے

اُسے کہا ہوگا۔ کہ "شاؤل۔ تمہاری منادی سے اس وقت کچھ فائدہ نہیں ہے بلکہ
ناحق فساد برپا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب اُس کی زندگی معرضِ خطر میں پڑ جاتی ہے تو شاگرد
اُسے قیصریہ میں لے آتے ہیں اور جہاز میں بٹھا کر ترسس کو روانہ کر دیتے ہیں۔
سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ترسس کو کیوں بھیجا جاتا ہے؟ اگر یہ درست ہو
کہ اُس کے عزیز اقارب بھی مسیحی ہو گئے تھے۔ تب تو اُس کا ترسس میں واپس آنا
قرینِ عقل تسلیم کیا جاتا۔ کیونکہ ایک تھکے ٹوٹے آدمی کے لیئے اپنے گھر جانے کی خواہش
کرنا اور یہ توقع رکھنا کہ اُس کی ماں کی محبت اُس کے زخموں پر مرہم کا کام کریگی
اور اُس کی تمام تھکاوٹ کو دُور کر دیگی۔ ایک طبعی امر معلوم ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں
پر ماں کی محبت سب سے زیادہ باعثِ تسکین ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے پاس کوئی
ایسی وجوہ نہیں ہیں۔ کہ جن کی بنا پر ہم یہ تصور کر سکیں۔ کہ ترسس میں اُس کے
عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی بھی ایسا ہو جو اُس کے خیر مقدم کے لیئے تیار ہو۔
شاؤل اپنی تمام زندگی بے یار و مددگار رہتا ہے۔ صرف خداوند یسوع مسیح اُس
کا دوست ہے۔ اور یہ اُس کے لیئے کافی ہے۔

ایک مشہور مصنف کا خیال ہے۔ کہ کلام میں جو پولوس کے متعلق تین دفعہ
جہاز کے ٹوٹنے کا لفظ آیا ہے۔ اُن میں شاید ایک اسی سفر کا قصہ ہے جس کی وجہ
سے اُسے اپنی مرضی کے برخلاف اپنی ولادت گاہ یعنی ترسس کی بندرگاہ میں
اترنا پڑا۔ اس کے متعلق تحقیقی طور پر کچھ معلوم نہیں ہے۔ پولوس کا ترسس میں
رہنا کوئی امر ضروری نہ تھا۔ لیکن تو بھی وہ کچھ عرصے تک وہاں رہتا ہے۔

بیس سال ہوئے اُس نے کالج میں جانے کی غرض سے ترسس کو چھوڑا تھا
اب بیس سال کے بعد پھر اسی جگہ تن تنہا واپس آنا جہاں اُس کے لڑکپن کا دلچسپ
زمانہ بسر ہوا تھا کوئی آسان کام نہ تھا بیس سال کے عرصے میں بہت سے پرانے

لوگ رحلت کر جاتے ہیں۔ جوان بڈھے ہو جاتے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں۔ اور اگر
کوئی ناکامی اور تبدیلیِ مذہب کی بدنامی کے ساتھ واپس آئے تو لوگ اُسے اور بھی
زیادہ فراموش کر دیتے ہیں۔ پرانی جگہوں میں اُسے نئی صورتیں دکھائی دی ہونگی
ساحلِ دریا پر لڑکوں کی ایک نئی دُنیا دکھائی دی ہوگی۔ جو دوڑنے بھاگنے اور
جھنڈے چلانے میں معروف ہونگے۔ جیسا کہ وہ خود بیس سال ہوئے کیا کرتا تھا۔
یہ نظارہ اُس کی تنہائی اور بے کسی کو اور بڑھا دیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بوڑھا
سمجھنے لگتا ہے۔ غالباً اُس نے منادی کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ اور ناکام رہا
ہوگا۔ یہ درست ہے کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا۔ لیکن ایک نامقبول
نبی اور بھی زیادہ رُسوا کیا جاتا ہے۔ یہ وقت پولوس کے لیئے نہایت ہی تکلیف
دہ ثابت ہوتا ہے۔ لیکن خدا کے انتظام کے مطابق یہ اُس کی تربیت کا وقت ہے
مشہور آدمیوں کے سوانحِ حیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اپنے اعلیٰ ترین
خادموں کو مایوسی، تنہائی۔ ناکامی اور مصیبت کے ذریعے تیار کرتا ہے۔

کچھ عرصے کے لیئے ہم اُسے یہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ جہاں وہ بحرِ تفکرات میں
غوطہ زن ہے۔ انسان نے اُسے فراموش کر دیا ہے۔ یاس و حسرت کے بادل چھا
رہے ہیں۔ اور وہ یہ سوچ رہا ہے۔ کہ کیا ہمیشہ تک میرے گناہ مجھے میرے خداوند
کی بشارت میں ناکام رکھیں گے۔

فصل دوم

ایک دفعہ پھر منظر تبدیل ہوتا ہے۔ اور اس نئے منظر میں شاؤل موجود نہیں
ہے۔ یہ منظر غیر قومی شہروں میں سے ایک عالیشان شہر کا منظر ہے۔ جسے سوریہ
کا انطاکیہ کہتے ہیں۔ پولوس کی سرگذشت کا تعلق شہروں اور بڑی بڑی جماعتوں

کے ساتھ ہے۔ ہم ترسس۔ یروشلیم اور دمشق کی سیر تو کر چکے ہیں۔ اب ہمیں ایک
ایسے شہر کا ملاحظہ کرنا ہے۔ جو ان تینوں شہروں سے زیادہ بڑا ہے۔ اور پولوس
اور ابتدائی کلیسیا کی تواریخ میں ایک زبردست اہمیت رکھتا ہے۔ یروشلیم کے
بعد انطاکیہ جو کلیسیا کی دوسری ماں سمجھی جاتی ہے۔ غیر قومی مسیحیت کا مرکز بن جاتا
ہے۔ اور بیس سال کے لئے پولوس اُسے اپنا گھر سمجھتا ہے۔ "اور شاگرد پہلے انطاکیہ
میں مسیحی کہلائے"۔

چونکہ ہماری داستان میں انطاکیہ کا شہر ایک خاص جگہ رکھتا ہے۔ لہٰذا
چاہیے کہ ہم اُسے اپنے تصور کی آنکھوں کے سامنے لانے کی کوشش کریں۔ تاکہ
جب کبھی اُس کا ذکر آئے تو ہم اُسے بہ آسانی پہچان سکیں۔ پہلے ہم خارجی طور پر
اُس کا معاینہ کریں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ پہلے بحیرہ روم کے شمال مشرقی
زاویے کو اپنی آنکھوں کے سامنے لائیں۔ ملک فلسطین کا ساحل ایک پہلو ہے
اور ایشیائے کوچک کا ساحل دوسرا پہلو ہے۔ جو ساحل فلسطین سے مل کر زاویہ قائمہ
بناتا ہے۔ وہاں انطاکیہ کا شہر دریائے اورن ٹیز (Orontes) پر
واقع ہے۔ یہاں سے اس کا تعلق تمام مقامات سے بآسانی ہو سکتا ہے۔ یہ مقام
ایک ایسی کلیسیا کا مرکز ہونے کے لیے نہایت ہی موزوں ہے۔ جسے غیر قوموں میں
پھیلنا ہے۔ جب کبھی پولوس اپنے جہاز پر سے ساحل کے اُس زاویے کو دیکھتا
تھا۔ تو وہ سمجھ لیتا تھا کہ میرا گھر آگیا ہے۔ اور جب وہ سیلوکس (Selecus)
میں قدم رکھتا تھا۔ جو انطاکیہ کی بندرگاہ ہے۔ تو وہ نہایت ہی خوبصورت باغات
میں سے گذرتا تھا۔ جن میں طرح طرح کے خوشنما پھول اور کھجور اور زیتون وغیرہ
کے عالیشان درخت پائے جاتے تھے۔ ان باغات میں سے گذر کر وہ محلات
کے شہر میں داخل ہوتا تھا۔ یہ شہر اُس وقت مشرق کی رانی تصور کیا جاتا تھا۔ دُنیا کے

میں سب سے بڑے شہروں میں سے ایک تھا۔ پولوس اُسے اپنا گھر سمجھتا ہے
تمام شہر کو ایک دم آنکھوں کے سامنے آنا بہت مشکل ہے۔ جب کبھی آپ
کسی شہر کا خیال کرتے ہیں۔ تو اُس کے کسی خاص حصہ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح
جب انطاکیہ کے رہنے والے انطاکیہ کا خیال کرتے تھے۔ تو عام طور پر اُس کے مرکزی
کوچے کو تصور کے سامنے رکھتے تھے۔ یہ کوچہ ایک نہایت ہی ذیشان کوچہ تھا جس
کا فرش سفید سنگ مرمر کا تھا۔ اور جس کے دونوں طرف بڑے بڑے ستون ایستادہ
تھے۔ چار میل تک اس کوچے پر ایک مضبوط چھت پڑی ہوئی تھی جو آنے جانے
والوں کو دھوپ اور بارش سے بچاتی تھی۔ جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ تھے۔ اس
کوچے کے عالیشان محلات اور بڑی بڑی دکانیں اُس کی شان کو اور بھی دوبالا
کر دیتی تھیں۔ شہر کی پُشت پر ایک پہاڑ تھا۔ جس کی بلند ترین چوٹی کو اس طور پر
تراشا تھا۔ کہ جیوپیٹر (Jupiter) دیوتا کی ایک کوہ پیکر مورت بن گئی
تھی۔ یہ دیوتا گویا اُس شہر کی حفاظت کرتا تھا۔ اور اُسے اپنی خاص ملکیت تصور کرتا تھا
چونکہ آپ کے لئے تمام شہر کو یکدم تصور میں لانا مشکل ہے۔ لہٰذا جب کبھی اس
کہانی میں ہم انطاکیہ کا ذکر کریں گے۔ تو آپ اسی خوبصورت اور مرکزی کوچے کو تصور
کے سامنے لائیے جس کے دونوں طرف بڑے بڑے ستونوں کی قطار ہے۔ اور جس
سے کئی ایک چھوٹے چھوٹے کوچے شاخوں کے طور پر مختلف سمتوں میں پھیل گئے
ہیں۔ اور جس کی پُشت پر زبردست دیوتا جیوپیٹر ہے۔ جو تمام شہر پر جلوہ فگن ہے
اس شہر کے باشندے عام طور پر وہی لوگ تھے۔ جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا
ہے یعنی یونانی۔ رومی اور یہودی۔ یونانی اُس اعتقاد کو کھو چکے تھے۔ جو وہ
کسی وقت اپنے خوبصورت دیوتاؤں پر رکھتے تھے۔ رُومی حکومت اور اختیار کے
نشے میں سرشار تھے۔ یہودی یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے خاص منظورِ نظر

ہیں۔ باقی لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے۔ اسی وجہ سے یہودی مذہب کا اثر بہت کم تھا۔ وہ مذہب جو سب سے زیادہ مقبول تھا پرانے دیوتاؤں کی پرستش کا مذہب تھا۔ اور اس مذہب نے بے رحمی اور شہوت کو اپنے معبود بنا رکھا تھا انطاکیہ کے خوبصورت اور عالیشان شہر کو سچ مچ یسوع مسیح کی انجیل کی سخت ضرورت تھی۔

فصل سوم

انطاکیہ میں مسیحیت کا آغاز کیونکر ہوا؟ خدا کی پرورد گاری کے عجیب و غریب انتظام کے وسیلے۔ ساؤل اور اُس کے ساتھیوں کی غلطیوں کے وسیلے اُس ایذا رسانی کی وجہ سے جو ستفنس کے قتل سے شروع ہو ئی۔ بہت سے شاگرد بھاگ کر انطاکیہ میں آ گئے۔ مگر اُن کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "یہودیوں کے سوا اور کسی کو کلام نہ سناتے تھے"۔ یہ الفاظ نہایت ہی قابلِ غور ہیں۔ بعد میں ہم اُن کے متعلق کچھ کہیں گے۔ لیکن زندگی کے پانی کا دریا اس قسم کی حد بندیوں سے محدود نہیں کیا جا سکتا۔ غیر اقوام کے لوگ بھی خدا کا کلام سننا چاہتے ہیں۔ اور قبرس اور کرینی کے چند لوگ جن میں یروشلیم کے یہودیوں کا سا تعصب نہ پایا جاتا تھا غیر قوموں کے سامنے بھی انجیل کی بشارت دیتے ہیں۔

اس سے حیرت انگیز نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ لوگ جوق در جوق سننے آتے ہیں۔ "اور خداوند کا ہاتھ اُن پر تھا۔ اور بہت سے لوگ ایمان لا کر خداوند کی طرف رجوع ہوئے"۔ اس سے فوراً کلیسیا میں ایک ایسی مشکل برپا ہو جاتی ہے اور ایک بحث طلب مسئلہ رونما ہو جاتا ہے جو اُس کی بنیادوں کو ہلا دیتا ہے۔ کیا بنی اسرائیل اپنی خصوصی شان سے دست بردار ہو جائیں گے؟ اور مسیح کی کلیسیا میں دیگر اقوام کے ساتھ مخلوط ہو جائیں گے؟ کیا غیر مختون غیر قوموں کو بھی کلیسیا میں

خدا کی برگزیدہ قوم کے ساتھ مساوات کا درجہ دیا جائیگا؟ کیا مناسب نہیں ہے کہ پہلے وہ یہودی کلیسیا کے شریک بنیں؟ اگر آپ چاہتے ہیں کہ پولُوس کے خطوط کو سمجھ لیں تو ان تمام مشکلات کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

انطاکیہ کی تبلیغی مساعی کی خبر بہت جلد یروشلیم کی کلیسیا تک پہنچ جاتی ہے۔ اس سے قبل وہ مذکورہ بالا مشکلات سے دوچار ہو چکے ہیں پطرس باوجود اپنے یہودی تعصبات کے اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے کہ ایک غیر قوم صوبیدار بنام کرنیلیس کو بپتسمہ دے۔ کیونکہ خدا اپنی رضامندی کا اظہار نمایاں طور پر کرتا ہے۔ اور رُوح القدس کا انعام کرنیلیس اور اُس کے خاندان کو بھی عطا کیا جاتا ہے۔ یروشلیم کے مسیحی فوراً اعتراض کرتے ہیں اور پطرس کو رسولی کونسل کے سامنے جواب دہی کرنا پڑتی ہے۔ وہ اُس تمام داستان کو اُن کے سامنے پیش کرتا ہے اور اپنے آپ کو بری ٹھہراتا ہے۔ اور اُن سے کہتا ہے کہ "میں کون تھا کہ خدا کو روک سکتا"۔ رسول اور دیگر بھائی یہ باتیں سُن کر دنگ رہ جاتے ہیں۔ اور باوجود اپنے تعصبات کے خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کی بڑائی کر کے کہتے ہیں "بیشک خدا نے غیر قوموں کو بھی زندگی کے لیئے توبہ کی توفیق دی ہے"۔ اُن کے لیئے یہ ایک بالکل نیا خیال تھا۔

اب انطاکیہ سے بھی اسی قسم کی خبر موصول ہوتی ہے۔ اور وہ ساؤل کے دوست یُوسف برنباؔ کو اپنا نمائندہ مقرر کر کے بھیجتے ہیں کہ معاملے کی تحقیق کرے۔ آپ برنباس سے واقف ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جس نے پولُوس کا تعارف رسولوں سے اُس وقت کرایا تھا جب وہ اُس سے ملنے سے انکار کرتے تھے۔ کلام کے بیان سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ برنباس ساؤل کا دوست تھا۔ شاید یہ دوستی کالج کے دنوں سے چلی آتی تھی۔ اور چونکہ پولُوس کی سرگزشت میں برنباس کو ایک نمایاں

جلد حاصل ہے۔ اس لیئے مناسب ہے۔ کہ آپ اُس سے اچھی طرح واقف ہو جائیں تاکہ جب کبھی آپ اُسے دیکھیں تو پہچان لیں۔

فصل چہارم

جہاں تک میں نے برنبا پر غور کیا ہے۔ وہ اپنے دوست سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ وہ ایک وجیہ اور قوی ہیکل شخص ہے۔ ڈاڑھی خوبصورت ہے۔ آنکھیں اُس کی دیانتداری کی آئینہ داری کرتی ہیں۔ تمام چہرہ ایک قابل اعتبار شخص کی تصویر ہے۔ برنبا ایک خوش مزاج۔ خوش باش۔ سیدھا سادہ شخص معلوم ہوتا ہے۔ اُس کے بُشرے سے انتہائی ذہانت تو نہیں جھلکتی۔ مگر ہمدردی ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ وہ ایک حقیقی اور گہرے مذہب کا تجربہ رکھتا ہے۔ پولوس جیسے شخص کے لیئے اس قسم کا آدمی ایک نہایت ہی مفید دوست ہے۔ اگر آپ اعمال کی کتاب کا مطالعہ کرتے وقت اپنے تصوّر کو کام میں لائیں۔ تو آپ کو برنبا کی شخصیت و سیرت کے متعلق کئی ایک اشارے ملیں گے۔ مثلاً ایک دفعہ لکاؤنیہ کے پہاڑی علاقے کے باشندے اُسے اور پولوس کو غلطی سے دیوتا سمجھ لیتے ہیں۔ برنبا کو ذیوس کہتے ہیں۔ جو پُر رُعب۔ خوش شکل اور دیوتاؤں کا باپ تصوّر کیا جاتا تھا۔ اور پولوس کو ہرمیس کہتے ہیں۔ جو کہ اولمپس Olympus کے پست قد مگر تیز اور طرار پیغامبر سمجھا جاتا تھا۔ اس بیان میں ان دونوں شخصوں کی جسمانی تصویر پائی جاتی ہے۔

کام ہیں اُس کی سیرت کے متعلق بھی چند ایک اشارات پائے جاتے ہیں سب سے پہلے ہم اُسے یروشلیم میں اُس وقت دیکھتے ہیں۔ جب کہ نو عمر کلیسیا نے اشتراکیت کا تجربہ شروع کیا ہے۔ اور امیر و غریب ایک مشترکہ خزانے کے مساوی حصہ دار تسلیم کیئے جاتے ہیں۔ یہ تجربہ کامیاب ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن برنبا اُس میں حصہ لیتا ہے۔ اور اپنی تمام جائداد فروخت کر دیتا ہے۔ اور روپیہ لاکر رسولوں کے قدموں پر رکھ دیتا ہے۔ اس قسم کا کام ایک فیاض اور سرگرم شخص ہی کر سکتا ہے۔ پھر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت مہربان اور ہمدرد شخص تھا۔ اسی لیئے رسول اُس کا نام برنبا یعنی نصیحت کا بیٹا رکھ دیتے ہیں۔ اور بہت جلد مقدس لوقا اُس کے متعلق یہ رائے ظاہر کرتا ہے۔ کہ "وہ نیک مرد اور رُوح القدس اور ایمان سے معمور تھا۔"

فصل پنجم

برنبا انطاکیہ میں آتا ہے۔ اور ستونوں والے کوچے کو دیکھتا ہے۔ اور جیو پیٹر دیوتا کی مہیب اور زبردست محلات کا ملاحظہ بھی کرتا ہے۔ لیکن اُس کی دلچسپی زیادہ تر اُس چھوٹے سے کوچے سے ہے۔ جہاں مسیحی عبادت کے لیئے جمع ہوتے ہیں۔ کلیسیا کی پُرانی روایتوں میں اس کوچے کا نام سن گون سٹریٹ Singon Street ہے۔ برنبا وہاں پہنچ کر اور خدا کا فضل دیکھ کر خوش ہؤا۔ اور اُن سب کو نصیحت کی کہ دلی ارادے سے خُداوند سے لپٹے رہو۔" وہ اپنے آپ کو اُس بحث کی اُلجھنوں سے جو ان دنوں کلیسیا میں ہو رہی تھی محفوظ رکھتا ہے۔ وہ انہیں نہ تو ختنے کی تلقین کرتا ہے اور نہ ہی یہودی بننے کی تعلیم دیتا ہے۔ باوجود اپنی سادگی کے وہ سب سے ضروری اور اہم بات کو پکڑ لیتا ہے "خداوند سے لپٹے رہو"۔ یہی اُس کا مذہب تھا۔ لیکن وہ بحث جاری رہتی ہے۔ وہ معمہ حل نہیں ہوتا۔ غالباً برنبا اپنے آپ کو اس کا فیصلہ کرنے کے قابل نہیں سمجھتا۔ لہذا وہ ساؤل کی تلاش میں ترسس کو چلا گیا"۔ وہ پولوس کو اس مشکل کے حل کرنے کا اہل سمجھتا ہے۔ برنبا میں کسی قسم کا

حسد پایا نہیں جاتا۔ شاؤل جو کہ ترسس میں بے قرار اور مایوس پڑا تھا۔ ایک دن دفعتاً کسی کوچے میں اپنے دراز قد دوست سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اور برنبا فوراً اُس سے کہتا ہے "شاؤل ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ میرے ساتھ انطاکیہ کو واپس چلو"۔ پولوس کی خدمت کا وقت آ پہنچتا ہے۔ اور وہ اُس کے لیئے تیار ہے۔ شاؤل ترسسی کو اُس کی زندگی کی خدمت سپرد کی جاتی ہے۔

فصل ششم

ایک سال گذر گیا ہے۔ انطاکیہ کے مسیحی بسن گان کوچے میں اپنے بزرگوں کے سامنے دعا اور روزے کی ایک خاص عبادت کے لیئے جمع ہیں۔ اور ایک خاص مقصد کو لے کر رُوح القدس کی ہدایت کا انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "وہ خداوند کی عبادت کر رہے اور روزے رکھ رہے تھے"۔ یونانی متن میں جو لفظ عبادت کے لیئے اس جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ وہ پاک عشاء کی عبادت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور یہ عین قرینِ قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت عبادت کا مرکزی حصہ پاک عشاء ہو۔

اس خاص عبادت کا مقصد کیا تھا؟ سال گذشتہ میں شاؤل اور برنبا کلیسیا کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ اور کلام میں لکھا ہے کہ "وہ سال بھر تک کلیسیا کی جماعت میں شامل ہوتے اور بہت سے لوگوں کو تعلیم دیتے رہے"۔ غالباً شاؤل کی غمزدہ زندگی میں یہ ایک نہایت ہی پُر لطف اور پُر راحت موقع تھا جب وہ اپنے پرانے دوست کے ہمراہ سکون و اطمینان کے ساتھ پاسبانی خدمات میں مصروف تھا۔ اور یہ خدمات بارآور بھی ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ اب ہمیں کلیسیا میں پانچ سرکردہ خادمت گزار دکھائی دیتے ہیں۔

ہمارے لیئے مسیحیت کی انیس صدیوں کے بعد اس امر کا اندازہ لگانا بہت ہی مشکل ہے۔ کہ مسیحیت جب کہ بالکل نئی تھی۔ انسان کے دل پر کیا اثر رکھتی تھی۔ ہمارے لیئے یہ ایک قصہ کہن ہے۔ لیکن اُس زمانے کے لوگوں کے لیئے ایک نئی بشارت تھی جو حیرت اور خوشی اور امید کا موجب ہوتی تھی۔ "ہم جانتے ہیں کہ خدا کا بیٹا آگیا ہے۔ ہم گناہوں کی معافی۔ مُردوں کی قیامت اور آنے والی زندگی پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم رُوح القدس پر جو زندگی کا خالق اور خداوند ہے۔ اعتقاد رکھتے ہیں"۔ سال کے دوران میں انطاکیہ کے مسیحیوں میں یہ خواہش پیدا ہوتی جاتی ہے کہ وہ اس خوشخبری کو دور و نزدیک پھیلا دیں۔

"یہ خوشخبری کا دن ہے اور ہم خاموش ہیں۔ ہمارے اردگرد کی تمام غیر مسیحی دُنیا اُسی طرح نا امید۔ لاچار۔ اور گنہگار ہے۔ جس طرح ہم ایک سال ہوا تھے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم جا کر اُنہیں نجات کی خبر سُنائیں"۔ اُنہیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ تحریک پاک رُوح کی طرف سے ہے۔ اور اب وہ اُس مزید ہدایت کے منتظر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کس کو بھیجیں۔

مَیں چاہتا ہوں کہ آپ اُس جماعت کو جو اپنے پانچ خادمانِ دین کے ساتھ جمع ہے۔ بغور دیکھیں۔ ان میں سے تین سفید رنگ کے ہیں۔ اور دو سیاہ فام ہیں۔ اعمال ۱/۱۳ کی فہرست کا ملاحظہ کیجیئے "برنبا اور شمعون جو کالا کہلاتا ہے۔ اور لوکیس کرینی اور مناہیم جو چوتھائی ملک کے حاکم ہیرودیس کے ساتھ پلا تھا اور شاؤل"۔ مجھے اس مجمع پر غور کرنا اچھا لگتا ہے۔ سب سے پہلے برنبا۔ وجیہ اور دراز قد۔ اس کے بعد شمعون جو کالا کہلاتا ہے۔ یہ اُس قسم کا حبشی نہیں ہے۔ جن سے ہم عام طور پر واقف ہیں۔ شمالی افریقہ کے حبشی کچھ مختلف ہُوا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک اور سیاہ فام شخص ہے۔ یعنی لوکیس کرینی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شمعون بھی لوکیس کی طرح کرینی تھا

اور کیا یہ وہی شمعون کرینی ہے۔ جس نے کلوری کے راستے میں خداوند یسوع کی صلیب اُٹھائی تھی؟ میرے نزدیک یہ اغلب معلوم ہوتا ہے۔ گو میں نے کبھی کسی کتاب میں اِس کا ذکر نہیں پڑھا۔ اگر میرا خیال درست ہے۔ تو مسیحیت کے متعلق اُس کی دلچسپی اور سرگرمی بہت ہی زیادہ ہوگی۔ اُس کے بعد شاہ ہیرودیس کا برادرِ رضاعی ہے۔ یہ کیسی حیرت انگیز بات ہے کہ دو لڑکے جو ایک ہی ماں کا دودھ پیتے ہیں۔ ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں۔ ان میں سے ایک ظالم۔ زانی اور قاتل ہے۔ اور دوسرا مسیح کی انجیل کا مبشر ہے۔ ان میں شاؤل ترسی کو شامل کر دیجیئے۔ اور آپ کے پیشِ نظر خادمانِ دین کا ایک نہایت ہی دلچسپ گروہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ غیر مسیحیوں میں بشارت دینے کے لیئے کون منتخب کیا جائے۔ سفید رنگ کا آدمی یا کالے رنگ کا؟ غالبًا وہ اس امر کے فیصلے کے لیئے قرعہ ڈالنے پر جیسا کہ متیاہ کے انتخاب کے وقت کیا تھا۔ وہ گویا قرعے کے ذریعے پاک رُوح کی ہدایت طلب کرتے ہیں۔ میرے خیال میں الفاظ "روح القدس نے کہا۔ کہ میرے لیے برنبا اور شاؤل کو . . . . . مخصوص کر دو" کے یہی معنی ہیں۔

برنبا اور شاؤل! اس میں شک نہیں کہ تمام جماعت ہدایت کے لیے دست بدعا بھی تھی۔ لیکن کیا یہ جواب اُن کی مرضی کے مطابق ہے؟ کیا وہ اپنے پیارے برنبا اور شاؤل جیسے ذہین اور دانا ہادیوں سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہیں؟ کیا وہ اپنے بہترین معلموں کو جانے دینگے۔ میرے خیال میں اُن کا یہ یقین کہ یہ فیصلہ رُوح القدس کی ہدایت سے ہوا ہے۔ اُنہیں کڑکڑانے سے روکتا ہے۔ ہمارے ملک میں اکثر اس قسم کی کڑکڑاہٹ ہوا کرتی ہے۔ جب کہ ہمارے بہترین خادمانِ دین مشن کے کام کے لیئے بھیج دیئے جاتے ہیں۔ میں نے اکثر لوگوں کو یہ کہتے سُنا ہے۔ آپ نے بھی ضرور سُنا ہوگا۔ "کیا ہمارے ملک میں کافی غیر مسیحی نہیں ہیں"؟

کلیسیا کے لیئے یہ بیان ایک زبردست بشارتی سبق رکھتا ہے۔ کیا اُس شہر میں جس کی آبادی پانچ لاکھ کی تھی غیر مسیحی موجود نہ تھے؟ لیکن اُن کے لیے خوشخبری کا سُن لینا نہایت ہی آسان تھا۔ مگر دیگر ممالک کے غیر مسیحیوں کے لیے اور کوئی امکان نہ تھا۔ لہٰذا خدا کا پاک روح اُن کے دلوں کو مخاطب کرتا ہے "قربانی کرو۔ اپنے بہترین آدمیوں کو بھیجو"۔ چاہیے کہ ہم آج بھی کلیسیا کی بشارتی خدمات کے متعلق اسی قسم کے ایثار سے کام لیں۔ دُنیا میں ابھی بھی ساٹھ کروڑ غیر مسیحی لوگ پائے جاتے ہیں۔

کلیسیا روح القدس کے اس فیصلے کو تسلیم کر لیتی ہے۔ اور محبت کے ساتھ اپنے ہاتھ اُن پر رکھتی ہے۔ اور اُنہیں برکت دیتی ہے۔ اور وہ دونوں دوست تین سال کے پُرخطر سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔

فصل ہفتم

اگلے باب میں ہم اُن کے سفر پر غور کریں گے۔ اس وقت ہم کچھ وقت انطاکیہ میں صرف کیا چاہتے ہیں۔ پولوس اور برنبا روانہ ہو گئے ہیں۔ تین خادمانِ دین باقی ہیں یعنی دو حبشی اور تیسرا بادشاہ کا برادرِ رضاعی۔ لیکن کلیسیا اُسی طرح ترقی کرتی چلی جاتی تھی" اور شاگرد پہلے انطاکیہ ہی میں مسیحی کہلائے" اس امر پر دلالت کرتے ہیں جسے آج ہم "جو غیر قوم ہیں"۔ باعثِ فخر تصور کرتے ہیں۔ اُس سال انطاکیہ کے سنگون (Singon Street) میں وضع کیا گیا تھا۔ میرے خیال میں اس کا آغاز مسیحیوں کی جانب سے نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو شاگرد یا بھائی یا مقدس کہا کرتے تھے۔ اور نہ ہی یہودیوں نے یہ نام اُنہیں دیا۔ کیونکہ وہ ہرگز مسیح کو اہمیت دینا نہ چاہتے تھے۔ وہ اُنہیں "ناصریوں کا فرقہ" کہتے تھے۔

یہ نام غالبًا عوام الناس کی طرف سے اُنہیں دیا گیا۔ کیونکہ وہ اُن لوگوں کو جن کا

چرچا عام طور پر ہونے لگ گیا تھا دوسرے مذاہب سے ممتاز کرنا چاہتے تھے۔ شروع میں یہ نام بطور عرف کے مشہور ہو گیا۔ لیکن کم از کم اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسیحی اُن دنوں میں مشہور ہو گئے تھے۔ اور چونکہ ہر قوم اور ہر رنگ کے لوگ اس مذہب کو قبول کرنے لگ گئے تھے۔ لہٰذا اسی قسم کے ایک ہمہ گیر لقب کی ضرورت تھی۔ خواہ وہ کالے ہوں یا گورے۔ امیر ہوں یا غریب۔ مرد ہوں یا عورت۔ یونانی ہوں یا یہودی۔ اُن کا ایک ہی امتیازی وصف تھا۔ یعنی یہ کہ وہ مسیح کے پیرو تھے۔ چاہیے کہ ہم بھی ہمیشہ اس بات کو یاد رکھیں۔

فصل ہشتم

اُن کا شمار اس قدر ترقی کرتا گیا۔ کہ چند سالوں میں ایک مکمل کلیسیائی جماعت وہاں موجود تھی۔ یعنی بشپ۔ خادمانِ دین اور ڈیکن۔ جن کے بغیر پندرہویں صدی تک دُنیا میں کوئی بھی مسیح کی کلیسیا نظر نہیں آتی۔ کیا کبھی آپ نے انطاکیہ کے مقدس اگنیشیئز St. Ignatius of Antioch کا حال سُنا ہے۔ جو کہ ابتدائی زمانہ کے بشپوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ وہ مقدس پولوس کے عین حیات میں پیدا ہوا۔ وہ مقدس یوحنا کا ایک شاگرد تھا۔ اور جس وقت کوچہ سُن گون میں بشارتی عبادت منعقد ہوئی۔ اُس وقت وہ پندرہ سال کا تھا۔ ممکن ہے کہ لڑکا اُس دن اُس عبادت میں موجود ہو۔ قریباً تیس سال کے بعد وہ انطاکیہ کا بشپ مقرر ہوتا ہے۔ اور پھر تیس سال کے بعد وہ رومی تماشا گاہ میں شیروں کے سامنے پھینک دیا جاتا ہے۔ انطاکیہ کے اُس بشپ کے سفر کی کہانی دُنیا کی سب سے درد انگیز حکایتوں میں سے ہے۔ وہ مرنے کے لیے جا رہا ہے۔ راستے میں اُنہیں سمرنا میں ٹھہرنا ہے۔ جہاں پولی کارپ Polycarp جو یوحنا کا شاگرد ہے بشپ ہے۔ اور افسس۔ میگنیشیا Magnesia اور ٹرالیس کے بشپ اپنے کئی ایک پریسبیٹر اور ڈیکنوں کے ہمراہ اُس سے برکت حاصل کرنے آتے ہیں۔ وہاں سے وہ معتبر شخص کئی ایک کلیسیاؤں کو خطوط لکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان خطوط کے بعض جملوں کو آپ کے سامنے پیش کروں۔ اگنیشیس کو اس بات کی بہت فکر تھی۔ کہ کہیں میرے مرنے کے بعد کلیسیا کی یگانگی میں خلل واقع نہ ہو جائے اور اُس میں مختلف فریق اور گروہ رونما ہو جائیں۔ لہٰذا اس یگانگی کو برقرار رکھنے کیلیے وہ کلیسیاؤں کو تاکید کرتا ہے۔ کہ اپنے بشپوں کی اطاعت میں وفادار رہو۔ کیونکہ وہ کلیسیائی اتحاد کے محافظ ہیں۔

"اپنی دُعاؤں میں سوریہ کی کلیسیا کو یاد رکھو جس کا پاسبان بجائے میرے خود خدا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری موت کے بعد مسیح یسوع خود اُس کلیسیا کا بشپ ہو"۔

"اپنے بشپوں۔ پریسبٹروں اور ڈیکنوں کے ساتھ سلکِ اتحاد میں منسلک رہو کیونکہ وہ خداوند یسوع مسیح کی مرضی کے مطابق ان عُہدوں پر سرفراز کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی کلیسیا نہیں ہے۔ اپنے بشپوں کی مرضی کے بغیر کچھ نہ کرو۔ جو سراسر مسیح یسوع کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں۔ اپنے بشپ کی ایسی ہی عزت کرو جیسی خود خداوند کی۔ اپنے پریسبٹروں کو مقدس رسول سمجھ کر واجب التعظیم خیال کرو"۔

اس جگہ میرا مقصد اس مضمون پر بحث کرنا نہیں ہے۔ شاید بعد میں کسی وقت میں بالتفصیل اسی مضمون کو آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ لیکن انطاکیہ کی کلیسیا کے ضمن میں اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ فی زمانہ یہ مضمون ایک نہایت اہم مضمون سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ مسیحیوں کی توجہ کلیسیائی اتحاد کی طرف بڑے زور کے ساتھ مبذول ہو رہی ہے۔ اور چونکہ مسیحی دُنیا کا تین چوتھائی حصہ اُسقفی انتظام کے ماتحت ہے اس کی اصلیت و حقیقت کے سوال پر غور کرنا لازمی ہے۔ اور چونکہ آج اس مسئلے پر بڑی سنجیدگی اور خوش دلی کے ساتھ غور کیا جا رہا ہے۔ اسلیے اتحاد کی کوششوں کی کامیابی کی بڑی امید دکھائی

دیتی ہے۔

حصہ سوم

دانا معمار

باب ششم

جنگِ آزادی

پولوس اور برنبا کلیسیا کی سب سے پہلی بشارتی مہم کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ ان کے ہمراہ کلیسیا کے کئی ایک شرکا ہیں۔ جو خیرباد کہنے آئے ہیں۔ یہ سب کے سب کوچہ سن گون سے چلتے ہیں۔ اور ستونوں والے کوچے میں سے گزرتے ہوئے جیوپیٹر کے کوہ پیکر بت کے نیچے سے نکلتے ہیں اور سلوکیہ eucia کی بندرگاہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ جو اب بھی اگر مطلع صاف ہو تو دکھائی دیتی ہے۔

میرے خیال میں جوں جوں ان کا جہاز ساحل سے دور ہوتا جاتا ہے اور بحیرہ روم کے نیلگوں پانیوں میں آتا جاتا ہے۔ ان کے دل خوش ہوتے ان کی خوشی کا ایک سبب تو یہ ہے کہ وہ دونوں نہایت ہی قریبی دوست اور دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ ابھی تک عالم شباب میں ہیں۔ اور ان میں

کی پُرخطر مہموں سے لطف اندوز ہونے کی اہلیت پائی جاتی ہے۔ اور ان کے سامنے ایک ایسی خدمت ہے۔ جو ان کی سرگرمی اور دلچسپی کا موجب ہے۔ اور انہیں اس بات کا کامل یقین ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ اور نیز ایک اور بات جو ان کی خصوصاً برنبا کی خوشی کا سبب ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسی جہاز پر اس کا رشتہ دار یوحنا مرقس بھی ہے۔ جو ان کا خادم ہے۔ آپ کو یوحنا مرقس ضرور یاد ہوگا۔ جس کا بیان انجیل میں بھی آیا ہے اس کی ماں مریم یروشلم میں رسولوں کو اپنے گھر میں ٹالا کرتی تھی۔ جب کہ وہ شام کو آرام کرنے یا بات چیت کرنے کی غرض سے جمع ہوتے تھے۔ جب پطرس قید خانے سے رہا ہوتا ہے۔ تو وہ سیدھا اسی گھر کی طرف جاتا ہے اور اپنے دوستوں کو اکٹھے پاتا ہے۔ جو اس کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پطرس نوجوان مرقس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ وہ اپنے خط میں اسے "میرا بیٹا مرقس" کہتا ہے۔ غالباً یہ لڑکا اور اس کی ماں یروشلیم کے باقی تمام خاندانوں کی نسبت رسولوں کے دلی خیالات سے زیادہ واقف تھے۔

فصل دوم

پس وہ انطاکیہ کی بندرگاہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ اس بندرگاہ سے اس سے قبل اور اس کے بعد کئی ایک شاندار جہاز بڑی بڑی مہموں پر روانہ ہوئے ہیں۔ انطاکیہ سے بڑے بڑے زبردست بادشاہ اور فتحمند جرنیل اور جہادی سپاہیوں کے جرار لشکر روانہ ہوئے ہیں۔ لیکن تواریخ انہیں بھول گئی ہے۔ آج جب کہ سیاحوں اور مسافروں کو سمندر کے پاس اس پرانی بندرگاہ پر لاتے ہیں تو صرف انہیں تین غریب مشنریوں کا ذکر سناتے ہیں۔ جو اس جگہ سے غیر مسیحی دنیا کو یسوع کی داستان سنانے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

اب میں اُنہیں دیکھتا ہوں کہ وہ کپرس میں جو برنباؔ کا پُرانا وطن ہے اُتر گئے جہاں برنباؔ کے کئی ایک دوست اپنے وجیہ ہیکل یار کا خیر مقدم کرنے کے لئے موجود ہیں۔ اور جو اُس کی خاطر اُس کے دو ساتھیوں کو بھی قبول کرتے ہیں۔ اور وہ اُس تمام ٹاپو میں ہوتے ہوئے پافُس تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اپنی عجیب و غریب باتیں سُناتے ہیں۔ سرگیوس پولُس جو وہاں کا صوبہ دار ہے اُنہیں دعوت دیتا ہے۔ کہ اُس کے ہاں آکر اُسے خدا کا کلام سنائیں۔ الیماس جادوگر بھی موجود ہے۔ جو اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی غرض سے پولوس کی مخالفت کرتا ہے۔ یشوع کے نام پر کفر بکتا ہے۔ غرضیکہ ہر ممکن طریقے سے صوبہ دار کو اس نئے مذہب سے نفرت دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ پولوس اس مخالفت کی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور بہت ہی سخت الفاظ استعمال کرتا ہے "اے ابلیس کے فرزند۔ تو جو تمام مکاری اور شرارت سے بھرا ہوا اور ہر طرح کی نیکی کا دشمن ہے۔ کیا خداوند کی سیدھی راہوں کو بگاڑنے سے باز نہ آئیگا۔ اب دیکھ تجھ پر خداوند کا غضب ہے اور تو اندھا ہو کر کچھ مدت تک سُورج کو نہ دیکھیگا" جادوگر دُم دبا کر بھاگ گیا۔ اور "صوبہ دار یہ ماجرا دیکھ کر اور خداوند کی تعلیم سے حیران ہو کر ایمان لے آیا"

اس جگہ سے اس سفر کی داستان میں ایک عجیب سی تبدیلی دکھائی دیتی ہے یعنی یہ کہ پولُوس ہمیشہ تصویر کے مرکز میں نظر آتا ہے اور برنباؔ محیط پر اس مقام پر اُس کا نام بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ جس طرح ایک خاص وقت پر آکر ابرام، ابرہام ہو جاتا ہے۔ اور شمعون پطرس بن جاتا ہے۔ اسی طرح اس جگہ ساؤل پولُوس میں بدل جاتا ہے۔ اُس کا یہودی نام جاتا رہتا ہے۔ اور وہ اپنا غیر قومی نام اختیار کرلیتا ہے۔ اور اس کے بعد زندگی بھر اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

فصل سوم

کپرس سے جہاز پر روانہ ہو کر وہ پرگہ میں آجاتے ہیں۔ اور یہاں ایک ایسا ناگوار واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے کہ جس سے پانچ سال کے بعد بڑے اہم نتائج نکلتے ہیں۔ نوجوان مرقس آگے جانے سے انکار کرتا ہے۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے پاس واپس جانا چاہتا ہے۔ یا یہ کہ وہ آنے والے خطروں سے ڈر جاتا ہے۔ یا شاید وہ اس وجہ سے ناراض ہو جاتا ہے۔ کہ اُس کے رشتہ دار برنبا کو ایک کمتر درجہ دیا جاتا ہے۔ بہرحال وہ ایک واپس جانے والے جہاز پر سوار ہو کر لوٹ جاتا ہے۔ اور انہیں عین ضرورت کے وقت جواب دے جاتا ہے پولُوس اس حرکت کو بہت ہی ناپسند کرتا ہے۔ اُس کی نظر میں ایسے اشخاص کی جو ہل پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹ جائیں کوئی وقعت نہیں ہے۔

وہ اُس کے بغیر اپنے سفر کو جاری رکھتے ہیں۔ وہ ایک پہاڑی راستے پر جا رہے ہیں۔ جس میں مختلف قسم کے خطرات پائے جاتے ہیں۔ اُنہیں بعض اوقات تیز رو پہاڑی نالوں کو عبور کرنا پڑتا ہے بعض دفعہ ایسے دروں میں سے گذرنا پڑتا ہے جو رہزنوں کا مسکن ہیں۔ اور جن سے تمام علاقہ خوف کھاتا ہے۔ ان پہلے چند مہینوں میں جو کچھ اُن پر گذرتا ہے اُس سے کوئی واقف نہیں ہے غالباً انہیں کے متعلق پولوس بعد میں اپنے خطوط میں لکھتا ہوا کہتا ہے "کہ بارہا دریاؤں اور ڈاکوؤں کے خطروں میں رہا"۔

فصل چہارم

اس پہلے بشارتی سفر میں انہیں غالباً تین سال لگتے ہیں۔ کلام میں اس کا بیان

نہایت ہی اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور میں بھی اس جگہ طوالت سے بچنے کی غرض سے صرف دو نظارے آپ کے سامنے پیش کرونگا۔

پہلے میں آپ کے سامنے پولوس کی منادی کا ایک نمونہ پیش کرونگا۔ انطاکیہ کو چھوڑنے کے شاید ایک سال بعد وہ اُسی نام کے ایک پہاڑی قصبے میں آجاتے ہیں۔ سبت کے دن وہ عبادت خانے میں جاتے ہیں۔ اور اُس جگہ بیٹھتے ہیں جو اجنبیوں کے لیے مخصوص ہے۔ اُن کے سروں پر اُن کے یہودی ہونے کا نشان ہے اور انہیں غیر قوم مریدوں سے جو اکثر عبادت میں شامل ہوا کرتے ہیں ممتاز کر دیتا ہے۔ دعا اور کتاب کے پڑھنے کے بعد عبادت خانے کا سردار انہیں کہلا بھیجتا ہے کہ "اے بھائیو۔ اگر لوگوں کی نصیحت کے واسطے تمہارے دل میں کوئی بات ہو۔ تو بیان کرو۔" یہ پولوس کے لیے ایک نہایت ہی زرّیں موقع ہے۔ اور وہ اسے استعمال کرتا ہے۔ وہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور جماعت کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے۔ "اے اسرائیلیو۔ اور اے خدا ترسو۔ سنو!"

پولوس حقیقی معنوں میں مبلغ کہلانے کا مستحق تھا۔ اور ہر ایک مبلغ کے چند ایسے اعتقادات ہوتے ہیں۔ جن کی خاطر وہ مرنے تک کو بھی تیار ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کوشش کرتا ہے۔ کہ اُن اعتقادات کو اس طور پر پیش کرے کہ سُننے والوں کو پُرکشش معلوم ہوں۔ لہٰذا پولوس قوم اسرائیل کی شاندار تواریخ کو اپنی یہودی جماعت کے سامنے پیش کر کے اُن کی توجہ کو تسخیر کرتا ہے۔ اور انہیں سمجھاتا ہے۔ کہ گذشتہ زمانے کی شاندار تواریخ ایک اور آنے والی عظمت اور کرامت کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے بعد وہ انہیں بتلاتا ہے۔ کہ اُن کے نبیوں نے ایک ایسے مسیح موعود کی گواہی دی ہے جو دُنیا میں آکر شریعت کو برباد نہیں بلکہ پورا کریگا۔ یہاں تک یہودی اُس کے ساتھ موافقت کرتے ہیں۔ لیکن اس کے

بعدہ ایک ایسی بات کہتا ہے جس سے وہ بالکل حیران رہ جاتے ہیں۔ وہ انہیں بتلاتا ہے کہ مسیح موعود آگیا ہے۔ دیکھو کر اُس کی آمد اور زندگی اور خدمت عین پیشینگوئیوں کے مطابق ہیں۔ اُس کا پیش رو یوحنا بپتسمہ دینے والا بھی ملاکی کی پیشینگوئی کے مطابق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یروشلیم کے لوگوں نے اُسے رد کیا اور صلیب دیا۔ لیکن اس کے متعلق بھی تو نبیوں نے پیشین گوئی کی ہے۔ کہ "وہ آدمیوں میں حقیر اور مردود تھا" یا کرنے سے اہل یروشلیم نے خدا کے کلام کی پیشین گوئیوں کی تعمیل کی ہے۔

اس کے بعد پولوس سب سے زیادہ حیران کر دینے والی بات کہتا ہے۔ گو ہمارے حاکموں اور سرداروں نے مسیح کو قتل کیا۔ لیکن خدا نے اُسے مردوں میں سے جلایا۔ اور یہ بھی آپ کی پیشین گوئیوں کے مطابق ہے۔ "تو اپنے مقدس کو سڑنے کی نوبت پہنچنے نہ دیگا۔" مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا خدا کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ مسیح اپنے جی اُٹھنے کے بعد کئی دنوں تک اس دُنیا میں رہا۔ اور اُن پر جو اس کے ساتھ تھے اور جو اب اسرائیل کے لوگوں کے سامنے اُس کی گواہی دیتے ہیں۔ ظاہر ہوتا رہا۔

فصل پنجم

پولوس کا یہ وعظ اُس جماعت میں ایک تہلکہ مچا دیتا ہے۔ اُس کے آخری الفاظ اُس کی بے باکی اور دلیری پر دلالت کرتے ہیں۔ "پس اے بھائیو! تمہیں معلوم ہو کہ اُسی کے وسیلے سے تم کو گناہوں کی معافی کی خبر دی جاتی ہے۔ اور . . . . ہر ایک ایمان لانے والا اُس کے باعث بری ہوتا ہے۔ پس خبردار۔ ایسا نہ ہو کہ جو نبیوں کی کتاب میں آیا ہے۔ وہ تم پر صادق آئے۔ کہ اے تحقیر کرنے والو۔ دیکھو تعجب کرو اور مٹ جاؤ۔ کیونکہ میں تمہارے زمانے میں ایک کام کرتا ہوں۔ ایسا کام کہ اگر کوئی تم سے بیان کرے تو کبھی اُس کا یقین نہ کرو گے۔"

مذکورہ بالا وعظ پولوس کے وعظوں کا جو وہ یہودیوں کے سامنے پیش کیا کرتا تھا۔ ایک نمونہ ہے۔ غیر اقوام کے ساتھ وہ ایک مختلف طریق سے کلام کرتا تھا۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے۔ اس جگہ بھی پولوس کی تقریر کا ایک بڑا زبردست اثر ہوتا ہے۔ جماعت ورطۂ حیرت میں پڑ جاتی ہے۔ وہ اُس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اور درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اُن کے درمیان رہے۔ اور آئندہ سبت کو پھر یہی باتیں دُہرائے۔ تمام ہفتہ وہ آپس میں انہی باتوں کا چرچا کرتے رہتے ہیں اور "دوسرے سبت کو تقریباً سارا شہر خدا کا کلام سُننے کو اکٹھا ہوا۔"

عبادت خانہ کھچا کھچ بھر گیا۔ لیکن اُس بھیڑ میں بہت سے غیر قوموں کے لوگ بھی شامل تھے۔ پولوس نے اپنی تقریر میں یہ ظاہر کیا تھا کہ اُس کا پیغام ہر قوم کے لیے ہے۔ اور کہ مسیح ایک عالمگیر نجات دہندہ ہے۔ یہودی اس بات کی برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ بھی ہفتہ بھر انہی باتوں کے متعلق گفتگو کرتے رہے ہیں لہٰذا وہ حسد اور ناراضگی کے ساتھ عبادت خانہ میں آتے ہیں۔ اور جب پولوس تقریر کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ شور مچاتے ہیں۔ اور اُسے بولنے نہیں دیتے۔ اور جب وہ استدلال کرنا چاہتا ہے تو وہ اُس کی مخالفت کرنے اور کفر بکنے لگتے ہیں جہاں تک ممکن ہے پولوس اُن کی برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد انہیں دھمکا کر خاموش کر دیتا ہے۔ شور و غل کے درمیان وہ سوچ رہا ہے کہ اب کیا کیا جائے۔ اُسے جلد فیصلہ کرنا ہے۔ خدا کی روح کی مدد سے وہ بہت جلد اُس فیصلے تک پہنچتا ہے۔ جو مستقبل کی کلیسیا میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ اور بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ لیکن ایسی آوازمیں جو اُس کی اندرونی برانگیختگی کا پتہ دے رہی ہے۔ اُس فیصلے کو جماعت کے سامنے پیش کرتا ہے۔ "ضرور تھا کہ خدا کا کلام پہلے تمہیں سنایا جائے۔ لیکن چونکہ تم اُسے رد کرتے ہو۔ اور اپنے آپ کو

ہمیشہ کی زندگی کے ناقابل ٹھہراتے ہو۔ تو دیکھو ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ خداوند نے ہمیں یہ حکم دیا ہے۔ کہ میں نے تجھ کو غیر قوموں کے لیے نور مقرر کیا۔ تاکہ تو زمین کی انتہا تک نجات کا باعث ہو۔"

یہ وعظ پولوس اور کلیسیا کی زندگی میں ایک زبردست تبدیلی پیدا کرتا ہے اُس روز سے پولوس ایک نیا مطمعِ نظر پیش کرتا ہے۔ وہ گویا بتلاتا ہے کہ اب سے بنی اسرائیل خدا کے خاص موردِ لطف نہیں ہیں۔ مسیح کی کلیسیا تمام دُنیا کے لیے ہے۔ آج ہمارے لیے یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جو محتاجِ ثبوت نہیں۔ لیکن پولوس کے زمانے کی یہودی دنیا کے لیے یہ ایک نئی اور انوکھی بات تھی۔

اس کے بعد پسدیہ میں رہنا ناممکن ہو گیا۔ یہودیوں نے شہر کے رئیسوں اور عزت والی عورتوں کو اُبھارا۔ اور یہ بات سب زمانوں کے متعلق درست ہے۔ کہ جب عزت والی عورتیں کسی مرد کے درپے آزار ہو جائیں تو اُسے بھاگنا ہی پڑتا ہے۔ وہ عزت والی عورتیں عزت والے مردوں کو ابھارتی ہیں۔ اور وہ اُن مشنریوں کو اپنی سرحدوں سے نکال دیتے ہیں۔

فصل ششم

تین مہینوں کے بعد پہاڑوں کے درمیان اُس تبلیغی وفد کا ہمیں ایک اور نظارہ ملتا ہے۔ یعنی لُسترہ کے پہاڑی شہر میں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو کوئی [illegible]ر ہے۔ یا غیر معمولی خرید و فروخت کا بازار گرم ہے۔ کیونکہ شہر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ پولوس سر بازار منادی کر رہا ہے۔ حاضرین میں ایک لنگڑا ہے جو پولوس کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ [illegible] کے لیے اپنی تقریر کے سلسلے کو قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ حسرت آشنا آنکھیں اُس کی توجہ

کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ لہٰذا پولوس غور سے اُس کی طرف دیکھتا ہے۔ اور یہ معلوم کرکے کہ "اُس میں شفا پانے کے لائق ایمان ہے"۔ بڑی آواز سے اُس سے کہتا ہے۔ "اپنے پاؤں کے بل سیدھا کھڑا ہو جا"۔ پس وہ اُچھل کر چلنے پھرنے لگا۔ لوگوں نے لکاؤنیہ کی بولی میں بلند آواز میں کہا۔ "آدمیوں کی صورت میں دیوتا اُتر کر ہمارے پاس آئے ہیں"۔ اور اُنہوں نے برنباس کو زیوس کہا۔ (اُس کی وجاہت کے سبب سے)۔ اور پولوس کو ہرمیس "اس لئے کہ یہ کلام کرنے میں سبقت رکھتا تھا"۔ اور زیوس کے مندر کا پوجاری بیل اور پھولوں کے ہار لایا۔ اور چاہتا تھا کہ لوگوں کے ساتھ قربانی کرے۔ لیکن برنباس اور پولوس نے یہ دیکھ کر اپنے کپڑے پھاڑے اور لوگوں میں جا کودے۔ اور پکار پکار کر کہنے لگے "لوگو۔ تم یہ کیا کرتے ہو؟ ہم بھی تمہارے ہم طبیعت انسان ہیں۔ اور تمہیں خوشخبری سناتے ہیں تاکہ ان باطل چیزوں سے کنارہ کرکے اُس زندہ خدا کی طرف پھرو جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ اُن میں ہے پیدا کیا"۔

پولوس اپنے اس وعظ میں اُس دانائی اور احتیاط سے کام نہیں لیتا۔ جو پسدیہ میں ظاہر ہوئی تھی۔

بھیڑ کے جذبات کو چھیڑنا بہت خطرناک ہوا کرتا ہے۔ اُن کے دیوتاؤں کو باطل چیزیں قرار دینا خالی از خطر نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی بہت خطرناک ثابت ہو ہے۔ کہ وہ تو اپنے توہمانہ جذبات کے زیرِ اثر آپ کی پرستش کیا چاہیں۔ اور آپ یہ ثابت کرکے کہ اُنہوں نے غلطی سے آپ کو دیوتا سمجھا ہے۔ اُنہیں قابلِ تضحیک ٹھہرا دیں۔ بھیڑوں کا سنبھالنا بڑا مشکل ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ بھیڑ بھی پہلے تو خاموش ہو جاتی ہے۔ اور مخالف یہودیوں کی جو اکونیم سے آئے تھے۔ باتیں سننے لگتی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ دیوتا نہیں ہیں۔ تو انہوں نے اس لنگڑے کو

شیطان کی مدد سے تندرست کیا ہے۔ چنانچہ جب پولوس نے دوسرے دن منادی کرنے کی کوشش کی۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ لوگ آمادۂ فساد ہیں۔ بھیڑ مخالف معلوم ہوتی ہے۔ ہوا بدلی ہوئی ہے۔ بہت جلد شہر کے کئی ایک بدمعاش اُسے گھیر لیتے ہیں۔ اور پتھروں کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے۔ بچنا ناممکن ہے۔ کئی ایک پتھر پولوس کو لگتے ہیں۔ وہ گر جاتا ہے۔ اُس کی آنکھیں بند ہیں۔ لیکن اُس کا ذہن کام کر رہا ہے۔ اور اُس کی نظروں کے سامنے اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے۔ جو بارہ سال ہوئے ظہور پذیر ہوا تھا۔ اور جس میں اُس نے ایک خاص حصہ لیا تھا۔ اُسی طرح پتھروں کی بارش ہو رہی ہے۔ اُن کے درمیان ایک لاش ہے۔ جس کا چہرہ فرشتوں کا سا ہے۔ اتنے میں ایک پتھر اُس کے سر پر پڑتا ہے۔ اور وہ بیہوش ہو جاتا ہے۔ وہ تمام تصویریں غائب ہو جاتی ہیں۔ اور اب برنباس ایک لاش کو دیکھ رہا ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ اُس کا ساتھی اُسے چھوڑ گیا ہے۔ اور اب اُسے تنہا خدمت کرنی پڑیگی۔ لیکن پولوس مرا نہیں ہے۔ ابھی اُس کے سامنے ایک زبردست خدمت باقی ہے۔ ابھی اُسے اور بہت سی آفتیں برداشت کرنی ہیں۔

فصل ہفتم

اس جگہ واقعات کی ایک نہایت ہی دلچسپ یکسانیت نظر آتی ہے۔ بارہ سال ہوئے کہ نوجوان پولوس ستفنس کے پتھراؤ کیے جانے کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اور کلیسیا بہت درجے تک اس رجم کی بدولت اپنا بہادر ترین خادم حاصل کرتی ہے اب بھی ایک خوف زدہ لڑکا پولوس کے پتھراؤ کیے جانے کا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ یہ لڑکا لسترہ میں اپنی ماں اور نانی کے ساتھ رہتا ہے اور زیادہ تر اسی رجم کی بدولت پولوس اپنا بہترین ہم خدمت حاصل کرتا ہے۔ جو بڑھاپے میں اُس کے بیٹے کی جگہ

لیتا ہے۔ اس جگہ اُس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن دو سال کے بعد جب پولوس دوبارہ لسترہ کے شہر میں سے گذرتا ہے۔ تو نوجوان تیمتھیس جو اُس کا مرید ہے اُس سے ملتا ہے۔ کئی سالوں کے بعد جب کہ تیمتھیس اُسقف کے عہدے پر ہے پولوس اُسے ایک خط لکھتا ہے۔ جس میں وہ اُس کی والدہ یونیکے اور نانی لوئیس کے مذہبی اثر کی تعریف کرتا ہے۔ اُس جگہ وہ اپنی اُن تکلیفوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو اُس نے لسترہ میں اُٹھائی تھیں۔ پس یہ بات ثابت ہے کہ پولوس کے پتھراؤ کیئے جانے کے وقت تیمتھیس اُس جگہ موجود تھا۔

ہم اس سفر پر زیادہ تفصیل کے ساتھ غور نہیں کر سکتے۔ جب وہ دربے تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اُن تمام شہروں اور قصبوں میں سے دوبارہ گذرتے ہیں۔ جہاں پہلے اُنھوں نے انجیل کی منادی کی تھی۔ اور ہر جگہ کلیسیا کی خدمت کے لیے موزوں اشخاص کو منتخب کرتے ہیں۔ اور اُنہیں پریسبٹر کے عہدے پر مامور کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ پریسبٹر بشارت کا کام بخوبی انجام نہ دے سکتے تھے۔ کیونکہ خود اُن کا علم محدود تھا۔ لیکن وہ اُن باتوں کو دُہرا سکتے تھے جو اُنہیں سکھائی گئی تھیں۔ اور خداوند کے فرمان کے مطابق پاک ساکرامنٹوں کو عمل میں لا سکتے تھے۔ یوں پولوس کے پہلے بشارتی سفر کا اختتام ہوا۔

فصل ہشتم

چنانچہ وہ انطاکیہ میں واپس آجاتے ہیں۔ اور جیو پیٹر (Jupiter) کے بُت کے نیچے سے نکلتے ہوئے ستونوں والے کوچے میں سے گذر کر کوچہ سِن گون میں آجاتے ہیں۔ یہاں وہی جماعت جمع ہے۔ جس نے تین سال ہوئے اُنھیں خدمت کے لیے روانہ کیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُنہوں نے کلیسیا کو جمع کیا۔ اور اُن کو

سامنے بیان کیا کہ خدا نے ہماری معرفت کیا کچھ کیا۔ اور یہ کہ اُس نے غیر قوموں کے لیے ایمان کا دروازہ کھول دیا۔ آپ خود تصور کر سکتے ہیں کہ یہ بیان اُس مجمع کے لیے کس قدر دلچسپی کا باعث ہوا ہوگا۔ میرے پاس وقت نہیں کہ میں اُس کا ذکر کروں:۔

میری نظر کے سامنے اُس روز کی شب ہے۔ جب کہ اجلاس کے بعد پولوس اور برنبا تخلیہ میں جماعت کے بعض سرکردہ آدمیوں اور خادمانِ دین سے جن میں دو حبشی اور بادشاہ کا برادرِ رضاعی تھا۔ گفتگو کرتے ہیں۔ "انطاکیہ کی جماعت کا کیا حال ہے؟" "یہاں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ایک زبردست مشکل درپیش ہے"۔ "وہ مشکل کیا ہے؟" "وہی پرانا جھگڑا ہے۔ جو یروشلیم کے لوگوں کے ساتھ چلا آتا ہے لیکن اب معاملات بہت نازک شکل اختیار کیا چاہتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا کہ یروشلیم سے چند آدمی آئے اور بھائیوں کو یہ تعلیم دینے لگے۔ کہ "اگر موسیٰ کی رسم کے موافق تمہارا ختنہ نہ ہو۔ تو تم نجات نہیں پا سکتے"۔ ہمارے غیر قوم مرید بہت ہی پریشان اور آزردہ خاطر ہیں۔ ہم نے اب تک اُن کو یہ تعلیم دی ہے کہ نجات ہر ایک کو یہودی ہو یا غیر قوم۔ خداوند کے مفت فضل سے ملتی ہے۔ لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں اور کہ ان بھائیوں کا ختنہ ہونا چاہیے۔ اور اُنہیں یہودی ریت و رسم پر عمل کرنا چاہیے۔ اس وجہ سے ہم میں بڑی تکرار ہو رہی ہے۔ اور اگر جلد کوئی تسلی بخش فیصلہ نہ کیا جائیگا۔ تو اندیشہ ہے۔ کہ کلیسیا دو حصّوں میں منقسم ہو جائے"۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس اور برنبا کا واپس آجانا عین خدا کے انتظام کے موافق تھا۔ کیونکہ اس وقت کلیسیا کو اُن کی ضرورت تھی۔ یہ بحث ہر جگہ پائی جاتی تھی۔ یہ جھگڑا نہ صرف اُن جگہوں میں پیدا ہوا تھا۔ جہاں پولوس اور برنبا بشارت دے کر آئے تھے۔ بلکہ انطاکیہ میں اور یروشلیم میں بھی پایا جاتا تھا۔ تمام کلیسیا

بحث میں مبتلا تھی۔ یہ جنگ آزادی کی جنگ تھی۔ اور پولوس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اُس وقت تک اس جنگ میں مصروف رہیگا۔ جب تک اُس کا کوئی تسلی بخش نتیجہ نہ ہو۔ وہ ہرگز نہ چاہتا تھا کہ اُس کے غیر قوم مرید یہودی جوئے کے نیچے جوتے جائیں وہ اس بات کو مطلقاً برداشت نہ کرسکتا تھا۔ کہ مسیحیت ایک یہودی فرقہ بن جائے وہ یہ بانگِ دہل پکار اُٹھتا ہے "مسیح نے ہمیں آزاد رہنے کے لیے آزاد کیا ہے۔ پس قائم رہو۔ اور دوبارہ غلامی کے جوئے میں نہ جُتو۔"

فصل نہم

کلیسیا میں پولوس کی جنگ آزادی کا جائزہ کرنے کے لیئے چاہیئے کہ آپ اُس کے مخالفین سے پورے طور پر واقف ہوجائیں۔ اُن کے بھی کئی ایک گہرے مذہبی اعتقادات تھے۔ یہودیوں کا قانون جسے وہ منجانب اللہ تصور کرتے تھے یہ مطالبہ کرتا تھا کہ وہ غیر اقوام سے علیحدہ رہیں۔ غیر قوموں کی بت پرستی اور گری ہوئی اخلاقی حالت اس امر پر منحصر تھی۔ "وہاں سے چلے آؤ۔ ناپاک چیزوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔" یہودیوں کی شریعت بہت کچھ ہندوستان کی ذات پات کے قانون کے مشابہ تھی۔ مت چھوؤ۔ مت چکھو۔ مت استعمال کرو۔ وغیرہ۔ پطرس بھی کرنیلیس کو یہی کہتا ہے "تم جانتے ہو کہ یہودی کو غیر قوم والے سے صحبت رکھنی یا اُس کے ہاں جانا ناجائز ہے۔" غیر اقوام کے لوگوں کے لیئے یہوواہ کی عبادت میں شامل ہونے کی صرف ایک ہی صورت تھی۔ یعنی یہ کہ وہ مرید بن جائیں اور یہودی رسوم کے پابند ہوجائیں۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ یہ قانون خدا کا مقرر کیا ہوا قانون تھا اور ایک ہزار سال سے اُن کے مذہب کی شریعت کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا اُن کے لیئے اس کو جاری رکھنے کی کوشش کرنا ایک طبعی امر تھا۔ یہودی مسیحی یہ سمجھتے

تھے۔ کہ مسیحیت درحقیقت یہودیت کی ایک بہتر اور پاکتر شکل ہے۔

عین اس موقع پر انقلاب پسند پولوس وارد ہوجاتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ شریعت صرف ایک محدود وقت کے لیئے تھی۔ اُس کا کام محض لوگوں کو مسیح کی آمد کے لیئے تیار کرنا تھا۔ مسیح نہ صرف قوم یہود کے لیئے بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیئے ممسوح ہے۔ جب کوئی غیر قوم مسیح کے پاس آتا ہے۔ اور اپنی بت پرستی اور بداخلاقی کو ترک کر دیتا ہے۔ تو وہ اور یہودی اُس کی عالمگیر کلیسیا میں مساوات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے بھائی بن جاتے ہیں۔

اب مشکل یہ ہے۔ کہ ہر دو اطراف یہی سمجھتی ہیں۔ کہ اُن کے پاس الٰہی سند موجود ہے اور دونوں اپنے فیصلے پر قائم ہیں۔ اس مشکل کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک متحدہ کلیسیا کا برپا ہونا عنقریب ناممکن نظر آتا تھا۔ اور اگر خدا کا فضل اور اس کے بندوں کی ہدایت شامل حال نہ ہوتی تو انسانی طور پر اس جھگڑے کا فیصلہ کرنا ناممکن تھا۔ خدا نے اپنے رسولوں کو وہ دانائی اور مستقل مزاجی عنایت کی جس کی اس وقت ضرورت تھی۔ اور پولوس اُس کے فضل سے اُس خدمت کی انجام دہی کا ایک وسیلہ بنتا ہے۔ جو اُس کی عالمگیر کلیسیا کے قیام اور ترقی کیلیے ضروری تھی

پولوس جنگ کے لیے تیار ہے۔ اور اُسے فتح کی اُمید ہے۔ لیکن وہ ایک ایسی فتح ہرگز حاصل نہیں کیا چاہتا جس سے کلیسیا دو حصوں میں منقسم ہوجائے یعنی ایک تو یہودی مسیحی کلیسیا ہو۔ جس کا مرکز یروشلیم ہو۔ اور دوسری غیر قوم مسیحی کلیسیا جس کا مرکز انطاکیہ ہو۔ کلیسیا کو ہر زمانے میں نہ صرف ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جو ایمان کے لیے جانیں دینے کیلیے تیار ہوں۔ بلکہ دانا اور ہمدرد مدبروں کی بھی ضرورت ہے۔ جو مخالفین کے نقطۂ خیال کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور مصالحت اور مفاہمت کا موجب ٹھہریں۔

چنانچہ رسول یہی کوشش کرتے ہیں۔ کہ کلیسا میں کسی قسم کی تفریق رُونما ہو۔ لہذا یہ فیصلہ کیا جاتا ہے۔ کہ تمام معاملہ یروشلیم میں کلیسیا کے پادریوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے "کلیسیا نے یہ ٹھہرایا کہ پولُوس اور برنبا اور اُن میں سے چند اور شخص اس مسئلے کے لیئے رسولوں اور بزرگوں کے پاس یروشلیم جائیں"۔

فصل دہم

اب ہم یروشلیم میں پہنچ جاتے ہیں۔ کلیسیا عام کی یہ پہلی مجلس Synod ہے۔ اس کا انعقاد کسی بڑے وسیع اور جلیل القدر ہال کمرے میں نہیں ہوتا۔ غالباً یہ یوحنا مرقس کی والدہ کے گھر کے بالا خانے میں فراہم ہوتی ہے۔ لیکن شاید نیس (Nice) یا ٹرینٹ (Trent) کی کونسلوں میں بھی ایسا اہم مسئلہ درپیش نہ تھا جیسا اس جماعت کے سامنے ہے۔ غالباً جلسے کی کارروائی سے قبل بہت سا وقت دُعا میں صرف کیا ہوگا۔ ممکن ہے کہ یعقوب جو یروشلیم کا بشپ تھا اس جلسے کا صدر ہو۔ اور چونکہ وہ ایک بڑا اکڑ یہودی تھا اور پولُوس کے مخالفین ضرور امید کرتے ہونگے۔ کہ اُس کے صدر ہونے سے اُنہیں بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ ہر دو اطراف کی یہی کوشش ہوگی۔ کہ وہ اپنے ہم خیالوں اور معاونوں کی تعداد کو بڑھائیں۔ کلیسیائی اجلاس میں بھی فطرت انسانی کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جانبین صف آرا ہیں۔ جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

لکھا ہے "بہت بحث کے بعد"۔ مجھے چونکہ کلیسیائی جلسوں اور سنڈوں کا کافی تجربہ ہے۔ اس لیئے مَیں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ ان الفاظ سے کیا مراد ہے یہودیت نواز لوگوں نے طرح طرح کے حملے کیے ہونگے۔ مدمقابل نے اُن کا جواب دیا ہوگا۔ زبردست دلائل دونو اطراف سے پیش کی گئی ہونگی بعض اوقات سخت سست

باتیں بھی کی گئی ہونگی۔ ایک طویل اور پُرزور مباحثہ ہُوا ہوگا۔ اور غالباً گھنٹوں تک جاری رہا ہوگا۔ اس کے بعد رسول کلام کرنے کے لیئے اُٹھتے ہیں۔ اور جماعت خاموش ہو جاتی ہے۔

پطرس سب سے پہلا مکرر رہے۔ وہ یہودی طبیعت لوگوں کے برخلاف اور پولُوس کی تائید کرتا ہے۔ "آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ یہ غیر قوم بولتا ہے۔ اور سب سے پہلے غیر قوم نہیں ہیں جنہوں نے بپتسمہ لیا ہے اور کلیسا میں شامل کیے گئے ہیں۔ خدا نے مجھے چُنا کہ مَیں اس کام کا آغاز کروں۔ جسے اب پولُوس جاری رکھ رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مَیں نے کس طرح غیر قوم صوبیدار بنام کرنیلیس کو بپتسمہ دیا۔ اور خدا نے جو دلوں کی جانتا ہے۔ اُن کو بھی ہماری طرح روح القدس عنایت کی اور ہم میں اور اُن میں کچھ فرق نہ رکھا۔ پس اب تم شاگردوں کی گردن پر ایسا جُوا رکھ کر جس کو نہ ہمارے باپ دادا اُٹھا سکتے تھے نہ ہم تو خدا کو کیوں آزماتے ہو۔ حالانکہ ہم کو یقین ہے کہ جس طرح وہ خداوند یسوع کے فضل ہی سے نجات پائیں گے۔ اسی طرح ہم بھی پائیں گے"۔

موسوی شریعت کے ماننے والوں پر یہ ایک زبردست وار تھا۔ تاہم وہ بالکل ناامید نہ ہوئے تھے۔ کیونکہ یعقوب نے ابھی تک کلام نہ کیا تھا۔ اُس کے بعد پولُوس اور برنبا کو بولنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ تمام بھیڑ خاموش ہو جاتی ہے اور اُن کی باتیں بغور سنتی ہے۔ وہ اُن عجیب کاموں کا بیان کرتے ہیں۔ جو خدا نے اُن کے ذریعے غیر قوموں میں کیئے ہیں۔ آپ تصوّر کر سکتے ہیں۔ کہ کیونکر پولُوس نے فصاحت و قدرت کے ساتھ کلام کیا ہوگا۔ اور کیسے زور کے ساتھ اپنے نقطۂ خیال کو پیش کیا ہوگا۔

جب تمام جماعت خاموش ہو جاتی ہے تو یعقوب کھڑا ہوتا ہے۔ یہ

ایک نہایت پُرکیف سانحہ تھا۔ ہر دو اطراف اُس کے فیصلے کے منتظر اور مشتاق تھے۔ موسوی شریعت کے ماننے والوں کے نزدیک اُس کا فیصلہ سب سے زیادہ اہم اور وزنی تھا۔ کیونکہ وہ ایک نہایت ہی کٹر یہودی تصوّر کیا جاتا تھا۔ شکل اور لباس کے لحاظ سے وہ یوحنّا اصطباغی کی طرح تھا۔ وہ ایک نہایت ہی سنجیدہ، خاموش اور پاک شخص تھا۔ پرانے عہد کے نذیر کی طرح برہنہ پا رہتا تھا۔ اور لمبے لمبے بال رکھتا تھا۔

جب یعقوب بڑی متانت کے ساتھ یہ فتویٰ سناتا ہے۔ کہ موسوی رسوم کوئی دائمی وقعت نہیں رکھتیں۔ اور کہ وہ پطرس اور پولوس کے خیال کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ تو گویا اس سوال کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کونسل محبّت اور صبر و برداشت کی طبیعت کے ساتھ اختتام تک پہنچتی ہے۔ اُنہوں نے پاک روح کی ہدایت کی درخواست کی تھی۔ لہٰذا وہ اس فیصلے کو اُس کی ہدایت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور پولوس اور برنباؔ انطاکیہ کی کلیسیا میں نہایت ہی خوش و خرم واپس چلے جاتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ ذیل کا خط رسولوں کی طرف سے بطور سند لے جاتے ہیں۔

انطاکیہ اور سوریہ اور کلکیہ کے رہنے والے بھائیوں کو جو غیر قوموں میں سے ہیں۔ رسولوں اور بزرگ بھائیوں کا سلام پہنچے۔

چونکہ ہم نے سنا ہے کہ بعض نے ہم میں سے جن کو ہم نے حکم نہ دیا تھا۔ وہاں جا کر تمہیں اپنی باتوں سے گھبرا دیا۔ اور تمہارے دلوں کو اُلٹ دیا۔ اس لیے ہم نے ایک دل ہو کر مناسب جانا کہ بعض چُنے ہوئے آدمیوں کو اپنے عزیزوں برنباؔ اور پولوس کے ساتھ تمہارے پاس بھیجیں۔ یہ دونوں ایسے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر نثار کر رکھی ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہوداہ اور سیلاس کو بھیجا ہے۔ وہ یہی باتیں زبانی بھی بیان کریں گے۔ کیونکہ روح القدس نے

اور ہم نے مناسب جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور بوجھ نہ ڈالیں۔ کہ تم بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھو گے تو سلامت رہو گے۔ والسّلام

باب ہفتم

دُوسرا البشارتی دَورہ

پولوس اور برنباؔ یروشلیم کی کونسل کی زبردست فتح کے بعد نہایت خوشی کے ساتھ انطاکیہ کو واپس آتے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ وہ "انطاکیہ ہی میں رہے۔ اور بہت سے اور لوگوں کے ساتھ خداوند کا کلام سکھاتے اور اُس کی منادی کرتے رہے"۔ ان میں سیلاس بھی شامل تھا۔ جسے رسولوں نے یروشلیم سے اُن کے ساتھ بھیجا تھا اور جیسا کہ گلتیوں کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔ پطرس بھی انطاکیہ میں موجود تھا۔ جو اپنے نوجوان دوست یوحنا مرقس کو بھی اپنے ہمراہ لایا تھا۔ آپ مرقسؔ سے واقف ہیں۔ یہ وہی شخص ہے۔ جو پولوس اور برنباؔ کو اُن کے پہلے بشارتی سفر میں چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

"پولوس اور برنباؔ انطاکیہ ہی میں رہے"! بعد کے واقعات کی روشنی میں یہ چند الفاظ نہایت ہی دردناک معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دو پُرانے دوست اپنی سہ سالہ

بشارتی خدمت کے بعد اور کلیسیائی آزادی کی جنگ میں پہلو بہ پہلو لڑتے اور فتح حاصل کرنے کے بعد انطاکیہ میں مل کر پاسبانی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اُنہیں کیا معلوم تھا کہ یہ اُن کی رفاقت کا آخری سال ہے۔ اور کہ ایک سال کے ختم ہونے سے پہلے ہی اُن کی اپنی غلطی کی وجہ سے اُس دوستی میں رخنہ پڑ جائیگا۔ اور وہ ایک دوسرے سے ایسے جُدا ہونگے کہ پھر اس دنیا میں کبھی نہ ملینگے۔ یہ ایک بڑی غمناک داستان ہے مگر بعید از بشریّت نہیں ہے۔ دو ایسے ناخوشگوار واقعات ہو جاتے ہیں۔ جو اُن کی باہمی خوشی اور رفاقت میں بے لطفی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ سال جو شاید ان کی زندگی کا بہترین سال ہو سکتا تھا۔ اُن کی جدائی کا پیغام سُناتا ہے۔

فصل دوم

پولوس اور برنبا۔ سیلاس اور پطرس۔ مرقس اور بادشاہ کا برادر رضاعی اور دو حبشی خادمانِ دین سب مل کر بڑی خوش اسلوبی سے کام کر رہے تھے۔ یہ نئی آزادی اُن کے لیئے باعثِ راحت تھی۔ یہودی اور غیر قوم مریدوں کے ساتھ اُن کے تعلّقات نہایت ہی خوشگوار تھے۔ لیکن ایک روز متعصّب مسیحی یہودیوں کا ایک اور دستہ یروشلیم سے وارد ہو جاتا ہے۔ وہ علانیہ تو رسولوں کے فیصلے کی مخالفت نہیں کرتے۔ مگر اپنی تمکنت اور نخوت سے غیر قوم مریدوں کو ستاتے ہیں۔

پولوس اُس وقت تک تو اس بات کو برداشت کرتا ہے۔ جب تک اُس کے ساتھی اُس کے ہم خیال ہیں۔ مگر جب پطرس کو بھی متذبذب دیکھتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے۔ پطرس نے اُس جنگ میں جو کلیسیا میں یہودی اور غیر اقوام کی مساوات کے متعلق تھی بڑی بہادری کے ساتھ پولوس کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن انسان کے لیے دیرینہ تعصّبات کا بالکل دور کر دینا آسان نہیں ہے۔ پطرس اس اجنبی شہر میں زیادہ تر اُن

لوگوں کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ جو یروشلیم سے آئے تھے۔ اور جو اُس کے پرانے ملاقاتی تھے۔ لہٰذا بہت جلد وہ اُن کا ہم خیال ہونے لگتا ہے۔ دوسرے مسیحی یہودی پطرس سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ برنبا بھی غیر قوم مریدوں سے علیحدگی اختیار کرنے لگتا ہے۔ اس قسم کے سلوک کو دیکھ کر ان نو مریدوں کی دل شکنی ہوتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہے پولوس اس بات کی برداشت کرتا ہے۔ مگر بہت جلد وہ اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ گو ایسا کرنے میں اُسے اپنے ساتھیوں کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔

پولوس کی تواریخ میں ان تمام باتوں کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن دس سال کے بعد وہ گلتیوں کو لکھتا ہوا کہتا ہے "لیکن جب کیفا انطاکیہ میں آیا۔ تو میں نے روبرو ہو کر اُس کی مخالفت کی۔ کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا۔ اس لیے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا۔ مگر جب وہ آگئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا اور کنارہ کیا۔ اور باقی یہودیوں نے بھی اُس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی۔ یہاں تک کہ برنبا بھی اُن کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ خوشخبری کی سچائی کے موافق سیدھی چال نہیں چلتے۔ تو میں نے سب کے سامنے کیفا سے کہا کہ جب تو باوجود یہودی ہونے کے غیر قوموں کی طرح زندگی گذارتا ہے۔ نہ یہودیوں کی طرح۔ تو غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر کیوں مجبور کرتا ہے؟[1] وغیرہ

پولوس کے لیئے اپنے نہایت ہی نزدیکی دوستوں کو مجمع عام میں ملامت کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ لیکن بعض وقت خداوند کے جلال کے لیئے ہمیں قسم کی مشکل اور تکلیف دہ باتیں بھی کرنی پڑتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کی یہ سرزنش کارگر ثابت ہوتی ہے۔ برنبا اور پطرس نے جو کہ بڑے عالی حوصلہ شخص تھے ضرور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہوگا۔ اور یوں وہ دقت دور ہو جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے یہ

[1] گلتیوں ۲: ۱۱ تا ۱۴ وغیرہ

احتمال نمودار گزرتا ہے۔ کہ اُن کے درمیان کچھ نہ کچھ رنجش رہ جاتی ہے۔ جو بعد میں ظاہر ہوتی ہے۔ نیک آدمیوں کے لیے بھی ایسی سرزنش کو بھول جانا جو ملامت کی گئی ہو مشکل ہوتا ہے۔

فصل سوم

تین مہینے کے بعد ایک اور دِقت رونما ہوتی ہے۔ وقت آگیا ہے۔ کہ پولوس اور برنباس اپنے دوسرے بشارتی سفر کے لیے روانہ ہوں۔ برنباس بہت چاہتا ہے۔ کہ اپنے رشتہ دار یوحنا کو جو مرقس کہلاتا ہے۔ اپنے ساتھ لے چلے۔ لیکن پولوس کہتا ہے "میں اس شخص پر جو ایک دفعہ ہمیں چھوڑ کر چلا آیا اعتبار نہیں کر سکتا۔ خدا کی خدمت میں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ جو اپنے فرض کی ادائیگی سے پہلوتہی کریں۔ اس لیے میں تو یوحنا مرقس کو دوبارہ اپنے ساتھ نہ لے جاؤنگا" برنباس منت کرتا ہے۔ لیکن پولوس اپنی بات پر اڑا ہوا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی ہار ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ غالباً اس گفتگو میں پولوس۔ پطرس اور برنباس کی اُس کمزوری کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ جو چند دن ہوئے غیر قوم والوں کے ساتھ کھانے پینے کے معاملے میں ظاہر ہوئی تھی۔ ایک بات سے دوسری بات پیدا ہوتی ہے۔ جھگڑا بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُن میں ایسی سخت تکرار ہوئی۔ کہ وہ ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے"۔ اور پھر کبھی نہ ملے۔ یہ ایک دردناک کہانی ہے۔ لیکن چونکہ انسانی زندگی میں اس قسم کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ اس لیے ہم آسانی سے اسے سمجھ لیتے ہیں۔ چونکہ اُن میں پہلے ایک گہری محبت پائی جاتی تھی۔ اس لیے یہ جُدائی زیادہ الم ناک ثابت ہوتی ہے۔

خدا کا کلام مقدسین کی کمزوریوں پر پردہ نہیں ڈالتا۔ بلکہ بڑی صفائی کے ساتھ ان کا بیان کرتا ہے۔ اور یہ بات ہمارے لیے جو عیوب و نقائص سے بھرے ہوئے ہیں۔ باعث تسکین ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ خدا کمزور اور گنہگار لوگوں

تبدیل کر کے پاک اور مقدس بنا سکتا ہے۔ کاش کہ ہماری لڑائیوں کی وجوہات بھی ایسی ہی اعلیٰ اور بلند پایہ ہوں۔ پولوس اور برنباس کے جھگڑے کی وجہ کسی قسم کی خودغرضی نہیں ہے ان میں سے کوئی اپنی شخصی عزت یا کامیابی کی جستجو نہیں کرتا۔ سوال صرف یہ ہے۔ کہ مسیح کی خدمت کیونکر بہترین صورت میں انجام دی جا سکتی ہے۔ آیا مرقس کو معاف کر دینے اور ایک اور موقع دینے سے یا اُسے علیحدہ کر دینے سے؟

بعد میں پولوس ضرور اُن دنوں کے متعلق سوچا کرتا ہوگا۔ جب کہ اُس کا وفادار رفیق ہمیشہ اُس کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ خصوصاً اُس وقت جبکہ اور لوگ اُسے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ پولوس ضرور ہمیشہ تک برنباس کا احسان مند رہا ہوگا۔ کیونکہ اُسی کے ذریعے اُس نے اپنی زندگی کی خدمت کو حاصل کیا۔ اس لیے کہ برنباس ہی اُس کی تلاش میں ترسس میں آیا تھا۔ اسی طرح برنباس بھی آپس کی محبت اور رفاقت کو یاد رکھتا ہوگا۔

کچھ سالوں کے بعد یہ رنجشیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور پولوس اپنے ہم خدمت رفیق کو محبت سے یاد کرتا ہے۔ پطرس پولوس کے خطوط کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے "ہمارے پیارے بھائی پولوس نے بھی . . . . . . تمہیں یہی لکھا ہے"۔ پولوس بھی اس بات کا قائل ہو جاتا ہے کہ مرقس ایسا بُرا آدمی نہیں ہے۔ جیسا کہ اُس نے خیال کیا تھا۔ چنانچہ وہ تیمتھیس کو لکھ سکتا ہے "مرقس کو ساتھ لے کر آجا۔ کیونکہ خدمت کے لیے وہ میرے کام کا ہے"۔ اس بات سے بھی ہمارے ایسے کمزور لوگوں کو تسلی ہوتی ہے۔ کہ خدا ناقص انسانوں کو تبدیل کر کے اپنی خدمت کے لائق بنا سکتا ہے۔

فصل چہارم

باوجود اس جھگڑے کے خدا کی خدمت کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔ برنباس مرقس کو ساتھ لے کر روانہ ہو جاتا ہے۔ ایک پرانی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں وہ اپنے

خداوند کے لیئے شہید ہوتا ہے۔ اور پولوس سیلاس کو منتخب کر لیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سیلاس ایک دانا دوست اور مفید مشنری تھا لیکن وہ برنبا کا ہم پلہ نہ تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس ابھی سے اُس تحریک کو محسوس کر رہا ہے۔ جو بعد میں اُسے مغربی دُنیا کے انتہائی کناروں تک لے جاتی ہے جس کے زیر اثر وہ رُوم کو جاتا ہے۔ ہسپانیہ تک پہنچتا ہے اور وہاں اپنے پیارے خداوند کا عَلم نصب کرتا ہے۔ بہت جلد اُسے یقین ہو جاتا ہے۔ کہ خدا اُس کی ہدایت کر رہا ہے۔ پولوس اور سیلاس شمالی پہاڑی علاقوں میں سے ہوتے ہوئے کلکیہ کے تیرہ و تاریک درے میں سے گذرتے ہیں۔ جو کہ اسی میل لمبا ہے۔ اس کے بعد کئی دنوں تک مغرب کی جانب اُسی پہاڑی رستے پر چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس علاقے میں آجاتے ہیں۔ جہاں پہلے بشارتی سفر میں آئے تھے جہاں ایک شام کو پہاڑ پر سے پولوس کو دربے کا شہر دکھائی دیتا ہے اور وہ یہ خیال کر کے کہ وہاں کئی ایک پُرانے دوستوں سے ملاقات ہوگی خوش ہوتا ہے۔ دوسرے روز وہ لسترہ پہنچتے ہیں۔ جہاں برنبا اور پولوس زیوس اور ہرمیس سمجھے گئے تھے۔ اور جہاں برنبا نے اُسے پتھراؤ کیئے جانے کے بعد ادھ موا اُٹھایا تھا۔ یہ تمام باتیں برنبا کی یاد دلاتی ہونگی

میں بڑی آسانی سے ان انسانوں کا تصور کرسکتا ہوں۔ چند دن ہوئے کہ مجھے مونٹ ریل کے بشپ Bishop of Montreal کے ہمراہ سیرین کلیسیا کے آرچ بشپ جرمانوس Archbishop Germinos سے ملاقات کرنے کا موقع ملا۔ جو کہ کینیڈا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اپنی کلیسیاؤں کو ملنے کے لیے آیا تھا۔ وہ اپنے سُریانی لوگوں میں سے ایک کے ہاں فروکش تھا جب میں اُسے ملنے گیا تو وہ اپنے سیاہ لبادے میں ملبوس تھا اُس کے پریسبٹر اُس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اُس کی جماعت کے لوگ زیارت اور بات چیت کی غرض سے اُس پر گرے پڑتے تھے۔ یہ لاتبدیل مشرقی تصویر تھی۔

اسی طرح میں پولوس کو بھی لسترہ میں بیٹھے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اُس کے مرید اُسے

گھیرے ہوئے ہیں۔ اور اُس کی ملاقات سے مسرور ہیں۔ غالباً سب سے پہلا سوال یہ پوچھا گیا ہوگا۔ برنبا کہاں ہے۔ دوسرا سوال شاید یہ ہوگا۔ کیا پتھروں کے زخم بالکل مندمل ہو گئے ہیں؟ وہ آپس میں محبت کے ساتھ گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ بہت جلد پولوس سیلاس کا تعارف کرواتا ہے۔ رات کو جماعت کے پریسبٹر اپنی مشکلات کو اُس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور پولوس اُن مشکلات کا حل بتاتا ہے۔ انجیل کی تعلیم دیتا ہے۔ کیونکہ یہ پریسبٹر بہت کچھ نہیں جانتے۔ اور انجیل ابھی ضبط تحریر میں نہیں آئی ہے۔ کہ وہ خود پڑھ سکیں۔

اُس دن ملاقاتیوں میں غالباً نوجوان تمتھیس بھی تھا۔ جو اپنی ماں اور نانی کے ساتھ اکنیم کی راہ پر رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پولوس نے پہلی مرتبہ اُس سے ملاقات کی تھی۔ غالباً وہ پولوس کے پتھراؤ کیئے جانے کے وقت وہاں موجود تھا۔ وہ ضرور ایک نہایت ہی پُرکشش نوجوان تھا۔ کیونکہ پولوس بہت جلد اُس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

لسترہ کے تمام شاگردوں میں سے پولوس اُسی کو منتخب کرتا ہے۔ "پولوس نے چاہا کہ یہ میرے ساتھ چلے"۔ پولوس جس کا دل محبت اور نرمی سے سرشار تھا۔ اکثر اپنی تنہائی کی وجہ سے اداس رہتا تھا۔ اُس نے ضرور خیال کیا ہوگا۔ کہ تمتھیس کی رفاقت اور اُس کی تربیت میرے لیے باعثِ راحت ثابت ہوگی۔ اور وہ بڑھاپے میں مسیح میں بمنزلہ فرزند ثابت ہوگا۔

چنانچہ وہ پریسبٹروں اور دوستوں سے دریافت کرتا ہے۔ "تمتھیس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا وہ اس لائق ہے۔ کہ اُسے پریسبٹر بنادیا جائے؟ کیا وہ اس قابل ہے کہ میں اُسے اپنا رفیق بنالوں؟" وہ جواب دیتے ہیں۔ "وہ لسترہ اور اکنیم کے بھائیوں میں نیک نام ہے"۔ لہذا پولوس اُس کا ختنہ کرواتا ہے۔ کیونکہ اُس کی

ماں یہودن تھی۔ اس کے بعد وہ اُس کے تقرّر کا بھی انتظام کرتا ہے۔ کیونکہ اُسے ساکرامنٹ کے عمل میں لانے کی خدمت انجام دینی ہوگی۔ غالباً یہ مقدّس رسم تقرر اگلے اتوار لسترہ یا اکنیم میں عمل میں لائی جاتی ہے۔ کئی سالوں کے بعد اپنی زندگی کے اختتام کے قریب پولوس تمتھیُس کو جو اُس کی توقع سے بھی بڑھ کر مفید ثابت ہوا تھا اور اب ایک کلیسیا کا بشپ ہے یوں لکھتا ہے: "خدا . . . . . کا شکر ہے کہ دعاؤں میں بلاناغہ تجھے یاد رکھتا ہوں۔ اور تیرے آنسوؤں کو یاد کر کے رات دن تیری ملاقات کا مشتاق رہتا ہوں۔ تاکہ خوشی میں بھر جاؤں۔ اور مجھے تیرا وہ بے ریا ایمان یاد دلایا گیا ہے۔ جو پہلے تیری نانی لوئس اور تیری ماں یونیکے رکھتی تھی۔ اور مجھے یقین ہے کہ تو بھی رکھتا ہے۔ اسی سبب سے مَیں تجھے یاد دلاتا ہوں کہ تو خدا کی اُس نعمت کو چمکا دے جو میرے (اور بزرگوں کے) ہاتھ رکھنے کے باعث تجھے حاصل ہے۔"

"تُو جانتا ہے کہ مجھے لسترہ میں کیسی تکلیفات برداشت کرنی پڑی تھیں۔"

فصلِ پنجم

لیکن پولوس لسترہ میں زیادہ دیر تک اپنے دوستوں کے ساتھ ٹھہر نہیں سکتا۔ ایک اعلیٰ طاقت اُسے مغرب کی طرف لیے جا رہی ہے۔ مقدّس لوقا کے دماغ میں بھی پولوس کی مغربی خدمت اس درجہ سمائی ہوئی ہے۔ کہ وہ اُس کام کا کچھ ذکر نہیں کرتا جو راستہ میں کیا گیا۔ صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے کہ "وہ فروگیہ اور گلتیہ کے علاقے میں سے گذرے"۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کا ارادہ راستے میں ٹھہرنے کا نہ تھا۔ مورخ یہ نہیں بتاتا کہ اس وقت پولوس کے پرانے اور تکلیف دہ مرض نے جسے وہ جسم میں کانٹا کہتا ہے حملہ کیا یا نہیں۔ پولوس کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی یہ مرض حملہ آور ہوتا تھا تو انتہا درجہ کی تکلیف اور رسوائی کا باعث ہوتا تھا۔ تمام

اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آزارِ چشم تھا۔ جو آنکھوں کی شکل کو بگاڑ دیتا تھا۔ اور انتہی درجے کے دکھ کا موجب ہوتا تھا۔

پولوس کے اس وقت گلتیوں کے درمیان ٹھہرنے کا حال اُس خط سے معلوم ہوتا ہے۔ جو اُس نے بعد میں گلتیہ کی کلیسیا کو لکھا۔ اس خط میں پولوس انہیں اُن کی تلوّن مزاجی کی وجہ سے ملامت کرتا ہے۔ اور اپنی پہلی ملاقات کو بھی یاد کرتا ہے اور اُس محبت کا ذکر کرتا ہے جس کا اظہار انہوں نے ایک بیمار اجنبی شخص کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں کیا تھا۔ "اور تم نے میری اُس جسمانی حالت کو جو تمہاری آزمائش کا باعث تھی نہ حقیر جانا نہ اُس سے نفرت کی۔ اور خدا کے فرشتے بلکہ مسیح یسوع کی مانند مجھے مان لیا۔ میں تمہارا گواہ ہوں۔ کہ اگر ہو سکتا تو تم اپنی آنکھیں بھی نکال کر مجھے دے دیتے۔ اب تم کیوں تبدیل ہو گئے ہو۔ اے نادان گلتیو۔ کس نے تم پر افسوں کر دیا؟ تم کیوں اپنے ایمان سے پھر گئے ہو۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پولوس اپنی بیماری میں بھی گلتیہ کے ان وحشی لوگوں کو مسیح کی جلالی خوشخبری سناتا رہا۔

ہمارے نقطۂ خیال سے پولوس کے تمام مریدوں میں سے گلتیہ کے لوگ زیادہ باعثِ دلچسپی ہونے چاہئیں۔ کیونکہ قومی طور پر ہمارے ساتھ ان کا سب سے زیادہ تعلق ہے۔ باقی تمام لوگ جن میں پولوس نے کام کیا یا تو یونانی تھے۔ یا رومی یا یہودی یا دیگر مشرقی اقوام۔ یونانی زبان میں گال (Gauls) لوگوں کو گلتی کہتے ہیں۔ یا یوں کہیں کہ یونانی لوگ مغربی فرانس کے باشندوں کو گلتی کہا کرتے تھے اور رومی انہیں گال کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ اُن کا پرانا نام کیلٹ (Celts) تھا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فرانس اور آئرلینڈ کو آباد کیا۔ لہٰذا گلتیوں کا خط درحقیقت وہ خط ہے جو گال لوگوں کو لکھا گیا۔ یعنی اُن لوگوں کو جو آئرلینڈ کی وحشی اقوام کے قرابتی تھے۔ اور پولوس ان لوگوں میں وہی خصوصیات پاتا ہے جو تمام طور پر کیلٹک tic

لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی بیمار اور اجنبی لوگوں کے لیئے وہی محبّت اور بلند
وہی سریع الحس طبیعت۔ وہی متلوّن مزاجی۔ جس کے باعث وہ اُن کو ملامت کی
کرتا ہے۔ وہی لڑائی جھگڑے۔ جن سے بچنے کی وہ اُنہیں تاکید کرتا ہے
لوگوں کا خاص وصف ہے۔ میرے خیال میں اہلِ آئرلینڈ اور دیگر کیلٹک اقوام
کے لیئے یہ بات کہ کسی وقت اُن کے آباؤ اجداد نے مقدّس پولوس کی تیمارداری کی
تھی۔ خالی از دلچسپی نہ ہو گی۔ اور مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے وہ گلتیوں کے
خط کا مطالعہ کرنے پر آمادہ ہوں گے۔

فصلِ ششم

اب یہ مشنری لوگ گلتیہ سے نکل آئے ہیں۔ اور اُن کا رُخ مغرب کی جانب ہے
اگر نقشے پر اُن کے راستے کا ملاحظہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ غروبِ آفتاب
کی طرف ایک سیدھا خط کھنچا ہوا ہے۔ ایک قوّت ہے جو اُنہیں دھکیل رہی ہے اور
جب کبھی وہ اُس راستے کو چھوڑنا چاہتے ہیں۔ تو وہ طاقت اُنہیں روکتی ہے۔ روح
القدس نے اُنہیں آسیہ میں کلام سنانے سے منع کیا۔ اور انہوں نے موسیہ کے قریب
پہنچ کر بتونیہ میں جانے کی کوشش کی۔ مگر یسوع کے روح نے اُنہیں جانے نہ دیا۔
اُن کا رُخ ہر وقت مغرب کی طرف ہے۔ مغرب اُن کی منزلِ مقصود ہے۔

آخر کار وہ پہاڑ کی چوٹیوں سے سمندر کو دیکھتے ہیں۔ اور سمندر کی دوسری طرف
یورپ کے پہاڑوں کا خاکہ دکھائی دیتا ہے۔ پولوس اور سیلاس اور تیمتھیس ایک ایسے
منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ جو اُس وقت کی دُنیا کی نظر میں بہت ہی زیادہ دلچسپ تھا۔
وہ تروآس کے میدان کو دیکھتے ہیں۔ پولوس کے لیے جو کہ ایک رومی شہری تھا یہ
جگہ خاص طور پر باعثِ دلچسپی ہے۔ تیمتھیس بھی ضرور اُن تمام دلچسپ بیانات سے

واقف ہو گا۔ اُن تمام عشق و محبّت کی کہانیوں اور بہادری کے افسانوں سے خبردار
ہو گا۔ جو ہومر اور ورجل جیسے شعرا نے تروآس سے منسوب کیئے ہیں۔ تروآس زمانہ
سلف کی دُنیا کا مرکز تھا۔ اگر اُسے رومی قوم کا گہوارہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔
آج تک ہر کہیں مدرسوں کے طلبا پرائم (Priam) اور اگامیمنون
(Agamemnon) اور ہیلن (Helen) کے قصے پڑھتے ہیں۔ پورا
Achilles سے واقف ہیں جو ہیکٹر Hector کی لاش کو کھینچے
پھرتا تھا۔ لیکن بس اُس جگہ زمانۂ گزشتہ کے جاہ و جلال کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
اور غالباً اِن خیالات نے پولوس کے جذبات پر کوئی خاص اثر نہیں کیا۔ ذرا آپ
اپنے آپ کو اُس کی جگہ رکھیئے۔ فرض کیجیئے کہ جنگِ عظیم کے دنوں میں آپ کے سپرد
یہ کام کیا جاتا۔ کہ جا کر لوگوں کو بتاؤ کہ جرمنی نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ اور تمام
ملک یورپ کی آزادی کا تحفظ ہو گیا ہے۔ تو کیا آپ راستے میں واٹرلو
(Waterloo) کے میدان کے متعلق غور کرنے اور واقفیت بہم پہنچانے میں
ایک پورا دن صرف کر دیتے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح پولوس خدا کا پیغامبر تھا۔ اور
اُس کے پاس ایک خوشی کی خبر تھی۔ جو ابھی تک اُس کے ذہن میں نئی اور تازہ تھی
کہ خدا کا بیٹا آ گیا ہے۔ اُس کے ذریعہ گناہوں کی معافی ملتی ہے۔ اور کہ موت ایک
اعلیٰ اور وسیع زندگی میں داخل ہونے کے لیئے ایک دروازہ ہے۔ اور بنی نوع انسان
کے سامنے ایک نئی اور جلالی امید ہے۔

یہ تمام باتیں ابھی بالکل نئی اور تازہ اور پُرلطف تھیں۔ اور اِس دُنیا کو اس
زندگی بخش پیغام کی اشد ضرورت تھی۔ لہٰذا پولوس کے لیئے تروآس Troy
کے جاہ و جلال پر زیادہ غور کرنا ناممکن تھا۔

فصل ہفتم

یہاں تروآس میں ایک شخص پولوس کا دوست بنتا ہے۔ جو اُس کے بہترین دوستوں اور رفیقوں میں سے ایک ثابت ہوتا ہے۔ یہ شخص ایک نوجوان طبیب ہے جو غالباً اس جگہ طبیب کی حیثیت میں کام کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ اُس نے پولوس کا جس میں اب تک شاید گلتیہ کی بیماری کے اثرات موجود تھے علاج کیا ہو۔ یہ شخص اپنے اندر ادبی مذاق رکھتا ہے۔ شاید یہ پولوس کو پہلے سے جانتا تھا۔ بہرحال وہ بعد میں پولوس سے خوب اچھی طرح واقف ہو جاتا ہے۔ وہ اُس کا دوست اور رفیق ہے۔ وہ بیماری میں اُس کا طبیب ہے۔ پولوس اُسے "پیارا طبیب" کہتا ہے۔ اور ہم پولوس کے سوانح حیات کے لیے اُس کے مرہونِ منت ہیں۔ وہی وہ شخص ہے۔ جو پولوس کی زندگی کے آخری لمحوں میں جب کہ وہ بالکل تن تنہا اور اُداس ہے۔ اُس کا ساتھ دیتا ہے۔ اُس کے متعلق رسول لکھتا ہے:

"صرف لوقا میرے پاس ہے۔"

یہ دوستی تمام دنیا کے لیئے باعثِ برکت ثابت ہوتی ہے۔ لُوقا کا نام زبان زدِ خلائق ہو جاتا ہے۔ ہر زمانہ کے لوگ اُس سے واقف ہیں۔ لیکن یہ شہرت اُسے طبیب ہونے کی حیثیت میں حاصل نہیں ہوتی۔

خدا لُوقا کو اس دوستی کے ذریعہ ایک بہت زیادہ عظیم اور وسیع خدمت کے لیئے تیار کرتا ہے۔ اور وہ خدمت یہ ہے کہ وہ دُنیا کے لیئے رسُولوں کے اعمال اور وہ بیش قیمت کتاب تیار کرے جو مقدّس لوقا کی انجیل کہلاتی ہے۔

ہمیں یہ کیونکر معلوم ہے کہ تروآس میں لُوقا کی ملاقات پولوس سے ہوئی؟ کیونکہ وہ اپنی تواریخ میں پہلی مرتبہ ضمیر غائب کی جگہ ضمیر متکلم کا استعمال کرتا ہے۔

اگر آپ اعمال کی کتاب کا بغور مطالعہ کریں۔ تو آپ دیکھیں گے کہ بعض مقامات پر "اُن" کی جگہ "ہم" آیا ہے۔ لہٰذا ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ جہاں کہیں یہ تبدیلی ہوتی ہے۔ وہاں لُوقا بھی موجود ہے۔

فصل ہشتم

اب ہم اُن جگہوں کی سیر کر رہے ہیں جو گذشتہ جنگ عظیم سے متعلق ہیں۔ اُن اشخاص کے لیئے جو گیلی پولی (Gallipoli) کے قرب و جوار میں شامل جنگ تھے۔ کہانی کا یہ حصّہ نہایت ہی دلچسپ ہوگا۔ سیلونائیکا Salonika وہ مقام ہے جہاں اتحادی افواج نے قیام کیا تھا۔ اور جہاں بعد میں تھسلنیکیوں کے نام کا خط بھیجا جاتا ہے۔ وہ لوگ گویا اُس جگہ کھڑے ہیں جس جگہ اُنیس سو سال ہوئے پولوس کھڑا تھا۔ اور اُن کا بھی وہی مقصد ہے جو پولوس کا تھا۔ یعنی دُنیا کی امداد کرنا اور مسیح کا جلال ظاہر کرنا۔

اب ہم کہانی کے اُس حصہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جو اہلِ مغرب کے لیئے نہایت اہم ہے۔ ایک دن پولوس غروب آفتاب کے وقت تروآس میں گویا ایشیا کی سرحد پر کھڑا سمندر کے پار یورپ کے پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے اور جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو شب کی تاریکی میں اُسے ایک رویا دکھائی دیتی ہے۔ جو اُس کشش کے معنی اُس پر روشن کر دیتی ہے۔ جو اُسے مغرب کی جانب کھینچ رہی ہے اور وہ بھید جو اُس پر منکشف ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ یورپ میں بھی صلیب کا جھنڈا نصب کیا جائیگا۔ چنانچہ رات کو پولوس کو ایک رویا دکھائی دیتی ہے۔ اور اُس رویا میں ایک مکدُنی آدمی نظر آتا ہے جو کہتا ہے کہ "پار اُتر کر مکدُنیہ میں آ۔ اور ہماری

مدد کر۔" اُس کے رؤیا دیکھتے ہی ہم نے فوراً مکدنیہ میں جانے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ہم اس سے یہ سمجھے کہ خدا نے اُنہیں خوشخبری دینے کے لیئے ہم کو بُلایا ہے۔" چنانچہ دوسرے روز صبح بندرگاہ میں یہ نئے مسافر اپنی روانگی کا انتظام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ "پس ترواس سے جہاز پر روانہ ہو کر ہم سیدھے سمتراکے میں اور دوسرے دن نیاپلس میں آئے"۔

یُوں انجیل یورپ میں داخل ہوتی ہے۔

باب ہشتم

یورپ میں انجیل کیونکر داخل ہوئی۔

دُنیا کی تاریخ میں وہ دن ایک خاص جگہ رکھتا ہے۔ جب کہ پولُوس اور اُس کے ساتھیوں نے یورپ کی سرزمین میں قدم رکھا اور مغرب کی ترقی پسند اور پُراثر اقوام میں خدا کی بادشاہت کی بنیاد قائم کی۔

اہلِ دُنیا کی نظر میں وہ دن ایک عام دن تھا۔ جب کہ نیاپلس کی پُرآشوب بندرگاہ میں جہاں زنجیروں کی جھنکار اور جہاز کا اسباب اُتارنے والے ملاحوں کی آوازوں کا شور تھا۔ چار تنہا اور غریب مشنری جہاز سے اُترتے ہیں۔ اور جائے رہائش کیلئے شہر کا رُخ لیتے ہیں۔

ہم اپنے مسافروں کے ہمراہ بندرگاہ سے ایک پہاڑی راستہ پر چل رہے ہیں اور ہمارے پیشِ نظر ایک اور عشق و شجاعت کا منظر ہے۔ فلپی کا میدان بھی کھری

تواریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اور ترواس کے بعد یہی وہ مقام ہے کہ جس کا پہلی مرتبہ دیکھنا پولُوس کے زمانے کے لوگوں کے جذبات میں ایک ہیجان پیدا کر سکتا تھا شیکسپیر (Shakespeare) نے اپنے ڈرامہ "جولیس سیزر" (Julius Caesar) کے ذریعہ فلپی کے میدانوں کو غیر فانی بنا دیا ہے۔

پولُوس اور اُس کے ساتھی اُس مقام کو دیکھ رہے ہیں۔ جہاں برُوٹس (Brutus) اور کیسیس (Cassius) نے نوّے سال ہوئے۔ دُنیا کی آزادی کے لیئے مارک انٹنی (Mark Antony) سے جنگ کی تھی۔ یہیں وہ دلدل ہے۔ جسے انٹنی (Antony) نے عبور کیا تھا۔ اسی میدان میں برُوٹس اور کیسیس نے قیام کیا تھا۔ اور جب برُوٹس کو اس جنگ آزادی میں شکست ہوئی تو اُس نے خودکشی کر لی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پولُوس اور اُس کے ساتھیوں کے دل میں اُس دن کا خیال آیا۔ جس دن برُوٹس کو جنگ آزادی میں شکست ہوئی تھی۔ اور کیا اُنھوں نے یہ بھی خیال کیا۔ کہ ہم بھی اُسی جنگ میں شامل ہیں۔ اور کہ ہمیں مسیح کی سادہ سرگذشت کے ہتھیاروں سے دُنیا کی آزادی کی لڑائی میں ایسی فتح ہوگی۔ جو زمانہ گذشتہ کے جملہ جنگی بہادروں کو کبھی نصیب نہ ہوئی تھی؟

فصل دوم

فلپی میں سبت کا دن ہے۔ ہمارے مشنری عبادت کی غرض سے عبادت خانہ کی تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں کوئی عبادت خانہ نہیں ہے۔ کیونکہ ربّیوں کی شریعت کے مطابق اُس جگہ عبادت خانہ نہیں ہو سکتا جہاں عالمانِ شرع کی کافی تعداد نہ ہو۔ لیکن جہاں کہیں عبادت خانہ نہ ہوتا تھا وہاں ضرور کوئی نہ کوئی اور جگہ ہوتی تھی۔ جہاں لوگ مل کر دعا بندگی کر سکیں۔ اُس وقت کے تجربہ کار اور

دانارتی اس بات سے واقف تھے۔ کہ جہاں عوام کے لیئے عبادت کا انتظام نہ ہو۔ وہاں لوگ بہت جلد خدا سے منکر ہو جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو زمانۂ جدید کے لوگوں نے اپنے تلخ تجربے سے معلوم کیا ہے۔

لہذا پولوس کو امید تھی۔ کہ فلپی میں بھی ضرور کوئی نہ کوئی عبادت گاہ ہوگی۔ چنانچہ اُس کا قیاس درست نکلتا ہے اور ندی کے کنارے جہاں یہودی لوگ رہا کرتے تھے ایک جائے عبادت مل جاتی ہے۔ لیکن اُس جماعت میں جو وہاں عبادت کے لیئے جمع ہے۔ صرف مستورات ہیں۔ مرد اپنے گھروں میں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم فلپی ہی سے مختص نہیں ہے۔

لہذا رسول انہی عورتوں کو یسوع کی سرگذشت سکھاتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ مردوں کی جماعت کے سامنے منادی کرنا زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ شاید ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ مردوں کو پند و نصیحت کی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ چند عورتیں بہت اہمیت نہیں رکھتیں۔ لیکن اُن کا نکتہ خیال انہیں اہم بنا دیتا ہے۔ اُن کا علم محدود ہے۔ اور وہ اس بات سے واقف ہیں۔ کہ اُنہیں خدا کی ضرورت ہے۔ اور جس کسی کو یہ علم ہو جائے وہ اور بھی معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ اُن دعاگو عورتوں کی نسبت اور کون یسوع کی انجیل کے سننے کا زیادہ مستحق ہے؟ اُس وقت کی دنیا میں جس میں عورتوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا اور کون ہے جسے مسیح کی زیادہ ضرورت ہے۔

اُن عورتوں میں سے ایک عورت لدیہ نام ہے۔ جو قرمز بیچنے والی ہے۔ اور تھواتیرہ شہر کی رہنے والی ہے۔ اُس کا دل خداوند نے کھولا۔ تاکہ پولوس کی باتوں پر توجہ کرے۔ اُس کی توجہ بلکہ دعا کے گھر میں اُس کی موجودگی اُسے اس الٰہی مہربانی کی مستحق بنا دیتی ہے۔

یہ یروشلیم کا شہر نہ تھا۔ جہاں سبت کی تعظیم و تکریم ہوتی تھی۔ بلکہ یہ ایک رومی شہر تھا۔ بازاروں اور دکانوں میں چہل پہل تھی۔ قرمز فروش آپس کی رقابت کی وجہ سے ایک دوسرے سے زیادہ پیسہ کمانا چاہتے تھے۔ لیکن لدیہ اپنا نقصان اُٹھا کر بھی خدا کی عبادت کے لیئے آتی ہے۔ اور خدا کی طرف سے اُسے یہ صلہ ملتا ہے۔ کہ وہ یورپ میں سب سے پہلے مشرف بہ مسیحیت ہوتی ہے۔ اور غالباً اپنے شہر میں مسیحی کلیسیا کے قائم کیئے جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ جس کا ذکر اُن خطوط میں آتا ہے جو سات کلیسیاؤں کو لکھے گئے "تھواتیرہ کی کلیسیا کے فرشتے کو یہ لکھ"۔

چنانچہ انجیل جب یورپ میں آتی ہے۔ تو سب سے پہلے عورتوں کو ملتی ہے کیونکہ مرد اُس کے قبول کرنے کے لیئے تیار نہیں ہیں۔

یہ داستان خاص طور پر عورتوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اُس سلوک کا مطالعہ جو عورتوں نے مسیح کے ساتھ کیا نہایت ہی دلچسپ ہے۔ خداوند کی موت کے وقت عورتیں ہی ہیں جو آخر تک اُس کی صلیب کے پاس موجود رہتی ہیں۔ اور جب وہ مُردوں میں سے زندہ ہوتا ہے تو عورتیں ہی ہیں جو سب سے پہلے اُس کی قبر پر جاتی ہیں۔ انجیل کے اُن تمام واقعات میں جو تعصب۔ نفرت اور بے وفائی سے متعلق ہیں۔ ایک بھی عورت کا ذکر نہیں ہے۔ جس نے خداوند کے ساتھ دشمنی یا بے وفائی کی ہو۔ یورپ کی کلیسیا میں بھی سب سے پہلے عورتیں شامل ہوتی ہیں۔ اور اُس وقت سے لے کر اب تک اُس کی روحِ رواں رہی ہیں۔ یورپ کے مرد مسیحیت کے متعلق گفتگو کرتے رہے ہیں۔ منادی کرتے رہے ہیں۔ شہرت حاصل کرتے رہے ہیں۔ لیکن یورپ میں مسیحیت کی تعمیر عورتوں نے کی ہے جو اپنے گھروں میں بچوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہی ہیں۔

فصل سوم

چند مہینوں کے بعد ایک اور عورت کا ذکر آتا ہے۔ یہ ایک غریب مخبوط الحواس لونڈی ہے جس میں "غیب دان روح" ہے۔ یہ وہ وسیلہ تصور کی جاتی ہے جس کے ذریعہ عالم نادیدنی سے سلسلۂ گفت و شنید قائم کیا جا سکتا ہے۔ اُس زمانہ کے یونانی شعرا بھی اس قسم کی عورتوں کا بیان کرتے ہیں۔ عالم ارواح سے اُس کا تعلق ہے۔ وہ روحیں جو اس سے علاقہ رکھتی ہیں۔ بدروحیں ہیں۔ لیکن وہ اُس پر ایک ایسی بصارت پیدا کر دیتی ہیں کہ وہ لوگوں کی قسمت اُن پر ظاہر کر سکتی ہے۔ اور "غیب گوئی سے اپنے مالکوں کے لیئے بہت کچھ کماتی" ہے۔ اُس میں تناسخ واتیانہ کی قابلیت غیر معمولی طور پر پائی جاتی ہے۔ چنانچہ جہاں پولوس اور سیلاس جاتے ہیں۔ یہ اُن کے پیچھے پیچھے جاتی ہے اور چلاتی ہے "یہ آدمی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں یہ آدمی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں"۔ آخرکار پولوس رنجیدہ ہو کر اور اُس کے اصرار سے ناراض ہو کر بدروح کو اُس میں سے نکال دیتا ہے۔ اور "اُس کے مالکوں نے دیکھا کہ ہماری کمائی کی اُمید جاتی رہی"۔

یوں غیر قوموں کی طرف سے پہلا حملہ پولوس پر ہوتا ہے۔ اب تک اُس کے دشمن یہودی تھے۔ یہودی اُس پر اُس وقت حملہ آور ہوتے ہیں جب اُس کی مساعی کا اثر اُن کے مذہب پر پڑتا ہے۔ اور غیر قوم اُس وقت حملہ آور ہوتے ہیں جب اُن کا اثر اُن کی جیب پر پڑتا ہے۔

دوسری صبح کو پولوس اور سیلاس حاکموں کے سامنے پیش کیئے جاتے ہیں۔ اور مدعیان کے الزامات کو سنتے ہیں "یہ آدمی جو یہودی ہیں۔ ہمارے شہر میں بڑی کھلبلی ڈالتے ہیں۔ اور ایسی رسمیں بتلاتے ہیں جن کا قبول کرنا اور عمل میں لانا ہم

رومیوں کو روا نہیں"۔ حاکم اس مقدمہ کا بہت جلد فیصلہ کر دیتے ہیں "فوجداری کے حاکموں نے اُن کے کپڑے پھاڑ کر اتار ڈالے اور بید مارنے کا حکم دیا"۔ پولوس بعد میں اپنے ایک خط میں بھی "فلپی میں دُکھ اٹھانے اور بے عزت ہونے" کا ذکر کرتا ہے۔ یورپ اس طرح سے پولوس کی انجیل کے لیئے اپنی شکرگزاری کا اظہار کرتا ہے۔ وہ دُنیا جس میں پولوس اپنی خارجی زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک نہایت ہی بے رحم دُنیا ہے۔ لیکن وہ دنیا جس میں اُس کی روح رہتی ہے۔ ایک جلالی اور پُرسکون دنیا ہے۔ اُس میں وہ خدا کی حضوری کے احساس کی اہلیت کی مشق پیدا کرتا ہے۔

فصل چہارم

پولوس کچھ اس قسم کا آدمی تھا۔ یہی اُس کی شجاعت کا راز تھا۔ آج ہم اُن بہادروں پر ناز کرتے ہیں۔ جو دلیرانہ توپوں کے مُنہ میں اپنا سر دے دیتے ہیں لیکن بعض زندگیاں ایسی بھی ہیں جن میں اس سے بھی اعلیٰ درجہ کی دلیری پائی جاتی ہے۔ لیکن اُنہیں کبھی وی۔ سی (V.C) اور ڈی۔ ایس۔ او (D.S.O) نہیں ملتے۔ یہ نحیف اور بیمار یہودی اسی قسم کا آدمی ہے۔ وہ اُن تمام مصیبتوں کو جو اُس پر آتی ہیں۔ خوشی سے قبول کرتا ہے۔ اس غرض سے نہیں کہ اپنی شجاعت اور برداشت کی داد لے۔ کمزور، تھکا ماندہ، سریع الحس ہے۔ اُسی حالت میں اُسے باندھ کر بیدیں لگاتے ہیں۔ اور مار مار کر کھال کھینچ ڈالتے ہیں۔ اور اندر کے قیدخانے میں ڈلوا دیتے ہیں۔ لیکن باوجود ان تمام مصیبتوں کے حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتا۔ اُس کے دل میں ایک خوشی ہے۔ جو اُسے مغموم ہونے نہیں دیتی۔ اُس کی تمام زندگی اس امر کی شاہد ہے۔ مایوس ہے۔ ستایا ہوا ہے۔ اپنے پرائے چھوڑ جاتے ہیں۔ ہر قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہوتا ہے لیکن بایں

ہمہ خوش ہے۔ اور دوسروں کو بھی ہمیشہ خوش رہنے کی تاکید کرتا ہے "۔ خداوند میں خوش رہو"۔ "اُمید میں خوش"۔ "کیونکہ ہماری دم بھر کی ہلکی سی مصیبت . . . . ابدی حال پیدا کرتی ہے"۔ فلپیوں کو لکھتا ہوا کہتا ہے "میں نے یہ سیکھا ہے۔ کہ جس حالت میں ہوں۔ اُسی پر راضی رہوں"۔

مسیح کا مذہب اگر انسان کو ایسا قانع اور دلیر بنا دیتا ہے۔ تو ضرور اُس میں کچھ خوبی ہے۔ یاد رہے کہ پولوس کی یہ دلیری اور خوشی مذہبی دیوانگی پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ عقل و فہم پر۔ اُس کی منطق کچھ اس قسم کی ہے "کوئی مضائقہ نہیں اگر لوگ مجھے ستائیں۔ کیونکہ خدا میری طرف ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں اگر میرے دشمن مجھے مار بھی ڈالیں۔ کیونکہ میں مسیح کے پاس جا رہونگا۔ اور یہ بہت ہی بہتر ہے"۔ اس قسم کے آدمی پر دُنیا غالب نہیں آسکتی۔ اور نہ ہی اُسے بہت رنجیدہ کر سکتی ہے "وہ غلبہ جس سے دنیا مغلوب ہوئی ہے۔ ہمارا ایمان ہے"۔

آدھی رات کے وقت وہ قیدخانے میں خدا کی حمد کے گیت گا رہے ہیں۔ غالباً یہ وہ کرز امیر ہیں۔ جو انھوں نے بچپن میں سیکھے ہیں "خداوند کو مبارک کہہ اے میری جان"۔ "خداوند ان کی جو اسیری میں ہیں۔ فریاد سنتا ہے"۔

"اور قیدی سُن رہے تھے"۔ ہاں۔ اور داروغہ بھی سُن رہا تھا۔ یہ اُس کے لیئے ایک نیا تجربہ تھا۔ کہ قیدی بجائے آہ و زاری کے حمد و ثنا کریں۔

مَیں ایسا نہ کر سکتا۔ شاید آپ بھی ایسا نہ کر سکتے۔ لیکن آپ پولوس جیسے آدمیوں کی قلبی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں۔ جو اُس زندگی کا تجربہ رکھتے ہیں۔ جو مسیح کے ادنےٰ سے ادنےٰ خادم کو ملتی ہے۔ یہ زندگی اس دنیا میں شروع ہوتی ہے۔ اور زمانوں کے آخر تک ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ اس کی اصل قدر و منزلت کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ اس زندگی میں انسان عمرِ نوح تک پہنچ کر بھی جوان ہی

رہتا ہے۔ یہ زندگی ابدی خدمت کی زندگی ہے۔ جس میں نا متناہی خوشی حاصل ہوتی ہے کیونکہ زندگی کا ہر لمحہ خداوند کی حضوری میں بسر ہوتا ہے۔ اس قسم کا آدمی کس طرح اپنی مصیبتوں پر غور کر کے بچوں کی طرح آنسو بہا سکتا ہے۔ کسی دن ہم بھی اس شجاعت اور قناعت کے درجہ تک پہنچ جائیں گے۔

صبح کے قریب زلزلہ آتا ہے۔ تمام قیدخانہ ہل جاتا ہے۔ داروغہ یہ خیال کر کے کہ قیدی بھاگ گئے ہونگے خودکشی کرنے کو تیار ہے۔ لیکن وہ پولوس اور سیلاس کو موجود اور منتظر پاتا ہے۔ آپ اُس کے جذبات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ ان آدمیوں سے کم و بیش واقف ہے۔ جو کسی عجیب و غریب خوشخبری کی منادی کرتے ہیں کسی نئے طریقۂ نجات کی خبر دیتے ہیں۔ اُس نے اُنہیں اپنی تعلیم کی وجہ سے بیدیں کھاتے دیکھا ہے۔ اُس نے اُنہیں رات کو خدا کی تعریف کے گیت گاتے سُنا ہے۔ اُس پر ایک غیر معمولی سا خوف چھا جاتا ہے۔ وہ خود بھی ایک بہادر آدمی ہے۔ اس لیئے وہ اُن کی بہادری کی قدر کرتا ہے۔ اور اُن کی حیرت افزا قوّت کے پوشیدہ راز کو دریافت کیا چاہتا ہے۔ وہ اُس کی اندرونی حقیقت کو معلوم کیا چاہتا ہے۔ اُس کا اپنا مذہب اُس کے لیئے باعثِ تسکین نہیں ہے مصیبت میں اُس کے دیوتا اُس کے کام نہیں آتے۔ لہٰذا اُس کے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز نکلتی ہے۔ "اے صاحبو! میں کیا کروں کہ نجات پاؤں؟ میں کیونکر آپ کی طرح بن سکتا ہوں"؟

"خداوند یسوع پر ایمان لا تو تو اور تیرا گھرانا نجات پائیگا"۔

اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ پولوس نے اور کچھ نہ کہا اور کہ اس ایک جملہ سے پل بھر میں وہ جاہل غیر قوم مسیحی ہو گیا۔ پولوس جاہل لوگوں کو بپتسمہ نہ دیا کرتا تھا۔ غالباً اُس نے داروغہ اور اُس کے خاندان کو خدا کی محبّت اور مسیح کی قربانی کی کل داستان سُنائی ہوگی۔ اور بتایا ہوگا کہ خدا چاہتا ہے کہ ہم ایک پاک زندگی

بسر کریں۔ اور اس کے لیے وہ ہمیں دعا اور ساکرامنٹوں کے ذریعہ پاک روح کی توفیق عنایت کرتا ہے۔ پولوس کا اس غیر قوم شخص کو خدا کا کلام سنانا۔ ایک گناہگار روح کی نجات کی خاطر اپنی چوٹوں اور زخموں کو بالکل فراموش کر دینا۔ قیدیوں کا اس تمام ماجرے کو دیکھنا وغیرہ نہایت ہی دلچسپ مناظر ہونگے۔ اور ضرور ان لوگوں میں ایک گہرا دوستانہ تعلق قائم ہو گیا ہوگا۔ اور جب کبھی پولوس فلپی میں آتا ہوگا تو ضرور اپنے اس دوست سے مل کر خوش ہوتا ہوگا۔ جب کبھی میں فلپیوں کے نام کا خط پڑھتا ہوں تو مجھے اُس داروغہ کا خیال آتا ہے کہ کس طرح اُس نے اپنے دوست کے خط کو جب کہ وہ پہلی مرتبہ جماعت کے سامنے اتوار کے روز پڑھا گیا ہوگا۔ بڑے اشتیاق سے سنا ہوگا۔

فصل ششم

آیئے ہم داروغہ کے سوال اور اُس کے جواب پر کچھ اور غور کریں۔ اُس بیچارے جاہل غیر قوم شخص کے پورے مطلب سے واقف ہونا مشکل ہے۔ اتنا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جس میں یاس، حسرت اور جد و جہد ہیں۔ اور رسولوں کی زندگی میں جو اپنے دیوتاؤں کے ساتھ ایسا نزدیکی اور دوستانہ تعلق رکھتے ہیں۔ کہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔ ایک زبردست فرق دیکھتا ہے۔ وہ اس بات کو بڑے زور کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ کہ اُن کی زندگی میں ضرور کوئی پوشیدہ خوشی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ قید اور بیڑیوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اور خطرہ اور موت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں "کاش کہ میں اُن کی مانند ہو جاؤں!" "کاش کہ میں اُن کے راز سے واقف ہو جاؤں" "میں کیا کروں"؟

شاید وہ یہ توقع کرتا تھا کہ پولوس کہیگا کہ نیک بن۔ اس گناہ یا اُس گناہ

پر فتح پا۔ یہ نیکی یا وہ نیکی کر۔ پولوس یہ سب کچھ چاہتا تھا۔ لیکن وہ اپنے مطلب کو ان الفاظ میں پیش نہیں کر سکتا۔ بلکہ کہتا ہے "خداوند یسوع پر ایمان لا۔ تو تو نجات پائیگا۔ میرے خداوند کی جو زمین اور آسمان کا خداوند ہے۔ بیعت اختیار کر۔ میری طرح اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دے۔ اور وہ سب کچھ تیرے لیے کریگا۔ اپنی زندگی اُس کے ہاتھ میں دے دے۔ اُس کے نام کا بپتسمہ لے تو یہ تمام خوشی اور تسلی اور آرام جو تو ہماری زندگیوں میں دیکھتا ہے تجھے بھی مل جائیں گے۔ اور تو ہماری طرح ہو جائیگا!"

داروغہ سیدھے سادے ایمان کے ساتھ ان باتوں کو یاد کر لیتا ہے۔ اور خداوند اپنے خادم کے وعدوں کی تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ وہ نئی اور خوبصورت زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے ایسے عجیب نتائج کو دیکھ کر ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کیوں پولوس انجیل کی خاطر دکھ اٹھانے کو تیار ہے۔

اُس وقت سے لے کر آج تک کلیسیا اُسی سیدھی سادھی خوشخبری کو پیش کرتی رہی ہے۔ اور اہل دنیا اُس کی صداقت کا امتحان کرتے رہے ہیں۔ عدم اطمینان کی حالت میں اور بہتر چیزوں کی جستجو کی غرض سے لوگوں نے یہ سوال کیا ہے۔ کہ میں کیا کروں۔ کہ اپنے گناہوں سے نجات پاؤں۔ اور پاک اور راست اور فیاض ہو جاؤں۔ اس دنیا میں خوش رہوں اور آنے والی دنیا کی نعمتوں کے حصول کی امید حاصل کروں؟ اور کلیسیا نے ہمیشہ یہی جواب دیا ہے کہ خداوند یسوع مسیح پر ایمان لا۔ اپنی زندگی کو یسوع مسیح کے حوالے کر دے۔ اور انہوں نے فلپی کے داروغہ کی طرح اس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور کامیاب ہوئے ہیں:-

فصلِ ہفتم

دوسرے روز پولوس اور سیلاس فلپی سے نکال دیئے جاتے ہیں۔ لہٰذا انہیں اپنے نئے دوستوں اور نومریدوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ لیکن اتنا غنیمت ہے کہ لوقا ان کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ اس کا ذکر کلام میں تو نہیں ہے۔ لیکن چونکہ رسولوں کے اعمال کی تاریخ میں "ہم" کا لفظ پھر رہ جاتا ہے اور "وہ" کا استعمال ہوتا ہے جس سے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ لوقا فلپی میں رہ گیا تھا۔ اور پولوس اور سیلاس اکیلے روانہ ہو گئے تھے۔ لوقا غالباً ان نومریدوں کی چھوٹی سی جماعت کی نگلہ بانی کے لیئے رہ جاتا ہے اور نیز اس لیئے بھی کہ انجیل اور رسولوں کے اعمال کے صحیفوں کو درست کرے:-

اگر فلپی کی کلیسیا میں دو چار اور نومرید لدیاہ اور داروغہ کی قسم کے ہوں۔ تو مذہب کی حقیقت اور قدرت ہر ایک پر روشن ہو جائے۔ بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلیسیا کی حالت کچھ اسی قسم کی تھی۔ دس سال کے بعد پولوس روم کے قید خانہ سے فلپی کی کلیسیا کو ایک خط لکھتا ہے۔ جس کی عبارت اس کے تمام خطوط سے زیادہ پُرلطف اور شیریں تر ہے۔ اس خط سے بہت سی باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی وجہ سے فلپی کے مسیحی اُسے بہت عزیز ہیں۔ صرف یہی کلیسیا ہے۔ جسے ملامت نہیں کی جاتی۔ اور صرف یہی کلیسیا ہے۔ کہ جسے پولوس اجازت دیتا ہے کہ مصیبت کے وقت اُس کی خدمت کرے۔ دیگر کلیسیاؤں کو وہ یہ افتخار نہیں دیتا بلکہ خود اپنی روزی کماتا ہے۔

پولوس کے مریدوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اُس کے شخصی دوست ہیں۔ اور جن سے اُسے اپنی مصیبتوں میں بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ خاص طور پر یہ

ات فلپی کے متعلق درست نظر آتی ہے۔ اکثر خادمانِ دین اس حقیقت سے واقف یں کہ ان کی خدمت کی بہترین خوشیوں میں سے ایک ان کی کلیسیا کے لوگوں کی دوستی ہے۔ گو بعض حالتوں میں وہ اُس کے مستحق بھی نہیں ہوتے۔ تاہم اُس سے محظوظ ہوتے ہیں:-

لیکن وہ بات جو اس خط میں سب سے زیادہ جاذبِ توجہ معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خود پولوس اور اُس کے مرید بھی خداوند یسوع کے ساتھ شخصی محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام خط امید اور خوشی سے بھرا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فلپی کے مسیحیوں کی نظر میں مسیحیت بجز خداوند یسوع مسیح کے اور کچھ نہیں۔ اُن کے نزدیک وہ ایک مُردہ اُستاد نہیں جس نے اعلیٰ تعلیمات دی ہوں۔ بلکہ وہ ایک زندہ اور پیار کرنے والا خداوند ہے۔ جو اُن کا سب سے قریبی دوست اور مربی ہے۔ جس کی خاطر دُکھ اُٹھانا بلکہ مرجانا بھی راحت ہے

باب نہم

اتھینے میں

پس پولوس اور سیلاس سلونیکا (Salonika) میں آجاتے ہیں جنگِ عظیم کے دنوں میں سلونیکا ہمیں کس قدر نزدیک معلوم ہوتا تھا۔ جب کہ ہمارے عزیز نوجوان نہایت ہی خطرناک حالت میں تھے۔ اور ہم اُس پُرانے اور خوبصورت شہر کی تصویریں دیکھا کرتے تھے۔ جو سمندر کے قریب پہاڑوں کے درمیان آباد ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ برطانوی گولہ انداز ضرور اس باب کو نہایت دلچسپ محسوس کرتے اگر میں اُن کو وہ راستہ دکھاتا جو عین اُن کی توپوں کے بیچوں بیچ میں سے گذرتا ہے۔ اور جس پر ہوکر پولوس اور سیلاس ایک دن صبح کو فلپی کی بیدوں کی مار کے بعد اس شہر میں داخل ہوتے ہیں۔ اُن دنوں میں اس کا نام تھسلنیکے تھا۔ اور اس شہر کی کلیسیا کے پاس نئے عہدنامہ کا سب سے پہلا صحیفہ یعنی تھسلنیکیوں کے نام پولوس رسول کا خط پہنچتا ہے۔

اس جگہ پولوس کیونکر اپنا کام شروع کرتا ہے؟ کیا زبردست تبلیغی لیکچروں کا انتظام کیا جاتا ہے؟ نہیں۔ بلکہ سب سے پہلے جائے رہائش کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد رسول کسی خیمہ دوز کی دوکان میں کام ڈھونڈتا ہے تاکہ سفرخرچ اور روزمرہ کے اخراجات کے لئے کچھ روپیہ کما سکے۔ جُوں جُوں میں پولوس کی زندگی کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تُوں تُوں مجھ پر یہ حقیقت روشن ہوتی

جاتی ہے کہ وہ ایک نہایت ہی اُولوالعزم اور بہادر شخص تھا۔ میں اکثر سوچا کرتا ہوں کہ اگر مجھے میری مختلف اور مشکل پاسبانی خدمات کے درمیان روٹی کمانے کے لئے رات کو بیٹھ کر خیمہ دوزی کا کام کرنا پڑے۔ اگر میں دائم المریض ہوا۔ مجھ سے نفرت کی جائے اور میں ستایا جاؤں۔ اور علاوہ ان سب مصیبتوں کے سال میں ایک آدھ دفعہ کوڑوں اور پتھروں سے بھی تواضع کی جائے تو میں کتنے دن برداشت کرسکونگا ممکن ہے کہ میں یہ سب کچھ کسی ایسے شخص کی خاطر کرسکوں جسے میں بہت پیار کرتا ہوں پولوس کی زندگی ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ وہ شخص جو ایک اعلیٰ مقصد رکھتا ہے بہت کچھ کرسکتا ہے۔ پولوس اپنے خداوند سے جس نے راستہ دمشق پر اپنی مہربانی کا اظہار کیا تھا انتہا درجہ کی محبّت رکھتا ہے۔

فصل دوم

اپنے دستور کے مطابق پولوس اس جگہ بھی اپنی تعلیم یہودی عبادت خانہ سے شروع کرتا ہے۔ کیونکہ اس جگہ اُس میں اور اُس کے سامعین میں ایک چیز مشترکہ ہے یعنی عہدعتیق کی کتاب۔ یہاں پولوس کلام اللہ کی بنا پر یہودیوں پر یہ ظاہر کیا چاہتا ہے۔ کہ تمہارا مسیحانہ تصوّر جو جسمانی جاہ و جلال پر مبنی ہے۔ غلط ہے" اور اُس (کتاب مقدس) کے معنی کھول کھول کر دلیلیں پیش کرتا تھا۔ کہ مسیح کو دُکھ اُٹھانا اور مُردوں میں سے جی اُٹھنا ضرور تھا۔ اور یہی یسُوع جس کی میں تمہیں خبر دیتا ہوں مسیح ہے خداوند نے بھی عید قیامت کے روز اماؤس کی راہ پر اپنے شاگردوں کے سامنے اسی قسم کی دلائل پیش کی تھیں "کیا مسیح کو یہ دُکھ اٹھا کر اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا؟ پھر سارے نوشتوں میں جتنی باتیں اُس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں۔ وہ ان کو سمجھا دیں"۔ یہودیوں کے لئے اس بات کو قبول کرلینا نہایت ہی مشکل تھا۔ صدیوں سے وہ

ایک ایسے مسیح کے منتظر تھے جس کی سلطنت نہایت ہی شاندار اور جلیل القدر ہوگی۔ انہوں نے عمداً اُن دکھوں اور مصیبتوں کو نظر انداز کر رکھا تھا جنہیں مسیح موعود کو ہماری خاطر اٹھانا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تصویر کا یہ پہلو صرف مسیح کی زندگی اور رسولوں کی تعلیم کے ذریعہ توجہ کے سامنے آتا ہے۔

"اُن میں سے بعض نے مان لیا" اور بعض نے نہ مانا۔ ہر ایک قسم کی تعلیم و تلقین میں یہی ہوتا ہے۔ ماننا یا نہ ماننا سامعین کے نکتہ رخیال پر منحصر ہوتا ہے۔ بعض اوقات پولوس جیسی ہستی بھی لوگوں کو متاثر کرنے میں ناکام رہ جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لانے والوں میں زیادہ تر یونانی مرید ہیں۔ جو عبادت خانوں کے خارجی اور ادنیٰ حلقوں میں شمار کیئے جاتے ہیں۔ اور اس کا سبب دریافت کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ یہودیوں کے پاس ایک مذہب ہے جس پر انہیں ناز ہے۔ لیکن یونانیوں کے پاس سوائے چند قصّے کہانیوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اب اُن کا اعتقاد اُن پر سے بھی ہٹ گیا ہے۔ کیونکہ وہ کسی حقیقی متلاشیِ حق کے لئے باعثِ تسکین نہیں ہو سکتے۔ اگر پولوس کی انجیل کہ خدا انسان کے بہت ہی قریب ہے درست ہے تو یہ سچ مچ اُن کے لیئے خوشی کی خبر ہے۔ کیونکہ اُن کو ایسے خدا کی اشد ضرورت ہے۔

مین اسی وقت وہی پرانا جھگڑا پھر شروع ہو جاتا ہے۔ یہودی شہر کے بدمعاش اور آوارہ لوگوں کو ساتھ لے کر شہر میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ عوام الناس بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ پولوس کا شہر کے گلی کوچوں میں نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دو ماہ کے بعد اسے شہر چھوڑنا پڑتا ہے۔

شاید کوئی خیال کرے کہ اب تو یہ چھوٹی سی کلیسیا بہت جلد ختم ہو جائیگی۔ کیونکہ اس کے بڑے بڑے ہادی چلے گئے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ مسیح کے ارشاد کے

مطابق انجیل کی قوت اور قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ "خدا کی بادشاہت ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے"۔ بیج کی مانند بیج کے اندر زندگی ہے۔ اور کوئی طاقت اس زندگی کو روک نہیں سکتی۔ وہ ضرور بڑھتی اور ترقی کرتی ہے۔ اگر آپ چند بیجوں کو لے کر زمین پر پھینک دیں۔ اور اُن کے متعلق قطعی بے پروائی اختیار کریں۔ تو بھی وہ بیج اُگیں گے۔ اسی طرح اگر بلوط کے بیجوں کو زمین پر ڈال کر اُن پر پتھر رکھ دیں۔ تاکہ زمین سے باہر نہ نکل سکیں۔ تو بھی وہ پتھروں کو چیر کر باہر نکل آئیں گے۔ بیج کو جس میں زندگی کا تخم ہے۔ زمین میں دبائے رکھنا ناممکن ہے۔ پس پولوس کے چند نومرید رُوح القدس کی طاقت کے ذریعہ بڑھتے اور ترقی کرتے ہیں۔ اور خداوند میں خوش رہتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آس پاس کے علاقے میں بھی انجیل کو پھیلا دیتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں اگر کہیں اس کی مثال نظر آتی ہے۔ تو وہ یوگینڈا (افریقہ) کی ایک غیر مسیحی جماعت ہے۔ اُن کے بشپ صاحب بتلاتے ہیں کہ انہوں نے مسیحی ہونے پر تبلیغی گروہ تیار کیے اور اُن کے ذریعہ قرب و جوار کے علاقہ میں انجیل کی خوشخبری سنائی

ہمارے علم میں کوئی ایسی کلیسیا نہیں ہے جس نے ایسی سرعت کے ساتھ ترقی کی ہو۔ جیسے تھسلنیکے کی کلیسیا نے کی۔ دو ماہ کے بعد پولوس بڑی خوشی کے ساتھ اپنا بلاخط اُن کو لکھتا ہے۔ اس سے پیشتر وہ بُت پرست تھے۔ لیکن اب بُتوں سے پھر کر خدا کی طرف رجوع ہوتے" ہیں۔ اور رسول اُن کو لکھتا ہوُا کہتا ہے "تمہارے ہاں سے نہ فقط مکدنیہ اور اخیہ میں خداوند کے کلام کا چرچا پھیلا ہے۔ بلکہ تمہارا ایمان جو خدا پر ہے ہر جگہ مشہور ہو گیا ہے"۔

چاہیئے کہ ہم اُس زندہ بیج کی قدرت پر زیادہ اعتبار کریں۔ اور اپنی تبلیغی خدمات میں زیادہ ایمان سے کام لیں۔ کیونکہ ہم ہمیشہ کی زندگی کا بیج بوتے ہیں۔ اور کوئی طاقت اس کی ترقی کو روک نہیں سکتی۔ خود اُس بیج میں زندگی ہے

فصل سوم

اس کے بعد ہم پولوس کو بریہ میں دیکھتے ہیں۔ صرف یہی جگہ ہے۔ جہاں عبادت خانہ کی کل جماعت نے اچھی طرح خدا کا کلام سُنا۔ وہ دیگر یہودیوں اور ہم میں سے بعض کی طرح متعصب نہ تھے۔ بلکہ دیانتدار اور منصف مزاج لوگ تھے۔ وہ خدا کے کلام کو سنجیدگی اور صاف دلی کے ساتھ سُنتے تھے۔ اور خدا اپنی صداقتوں کے متعلق یہی چاہتا ہے۔ وہ زود اعتقادی نہیں چاہتا۔ بلکہ دیانتداری اور مُنصف مزاجی طلب کرتا ہے۔ لہٰذا اہل بریہ کی تعریف کی گئی ہے۔ "یہ لوگ تھسلنیکے کے یہودیوں سے نیک ذات تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے بڑے شوق سے کلام کو قبول کیا اور روز بروز کتاب مقدس میں تحقیق کرتے تھے"۔ پس اُن میں سے بہتیرے ایمان لائے
اُن کے متعلق ہمیں زیادہ معلوم نہیں۔ کیونکہ بہت جلد تھسلنیکے کے متعصب لوگوں کو معلوم ہوگیا۔ کہ پولوس کہاں ہے۔ چنانچہ وہ بریہ میں بھی آپہنچے۔ اور پولوس کا رہنا محال کر دیا۔ اُن کی تمام مخالفانہ مساعی کا مرکز پولوس تھا۔ اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم پولوس پر حاوی ہو جائیں تو باقیوں کا کوئی مضائقہ نہیں۔ پولوس اپنی صحت کے متعلق بہت محتاط نہ تھا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیمار پڑ گیا۔ اور بریہ کے مسیحی اُس کو اُٹھا کر سمندر کے ساحل تک لائے۔ اور اتھینے کے ایک جہاز پر سوار کر دیا پولوس کے سیلاس اور تیمتھیس کو وہیں چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ اُس چھوٹی سی کلیسیا کو تقویت دیں۔ اسی طرح اُس نے لوقا کو فلپی میں چھوڑا تھا۔ پولوس محض ایک گشت کرنے والا مناد نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک رسول اور اُسقف بھی تھا۔ جو کلیسیا کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ لہٰذا وہ ہر کہیں کلیسیا شروع کر دیتا ہے اور چند خادمانِ دین مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ عبادت اور کلیسیائی رسومات کی ادائیگی ہوتی رہے۔

بریہ میں اُس کی بیماری کا خیال اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔ جب ہم پڑھتے ہیں کہ بریہ کے لوگ اُس کو نہ صرف جہاز تک پہنچانے گئے۔ بلکہ اُن میں سے کئی ایک اتھینے تک اُس کے ہمراہ گئے۔ اور راستے میں اُس کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ اور اسی جہاز پر بوقتِ واپسی سوار ہو کر لوٹ آئے۔ اُن کی مروّت نے گوارا نہ کیا کہ ان کا بیمار اور تھکا ماندہ دوست اکیلا رہے۔

فصل چہارم

ایسے تھکے ہارے اور بیمار شخص کے لئے بحری سفر اکسیر ثابت ہوتا ہے۔ تین دن تک وہ اُس خوبصورت ساحل کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے۔ جو بہادری اور شجاعت کے کارناموں کا مرقع بنا رہا ہے۔ اُس کے ہر طرف عشق و محبت شاعری اور تواریخ کے شاہکار ہیں۔ اولمپس Olympus اور اراتھون Marathon) اور درہ تھرموپولی Pass of Thermopylae جہاں سپارٹا Sparta کے بہادروں نے اپنی جانیں قربان کی تھیں۔ اور ہر طرف سے سمندر کی سرد ہوائیں پیام زندگی لاتی تھیں اور جسم و جان کی صحت کا موجب ثابت ہوتی تھیں۔ تیسری صبح کو اُفق پر کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ٹیلے اور گھاٹیاں ہیں۔ کچھ عرصہ بعد سورج کی روشنی اُس شہر کے جو زمانہ سلف میں پرستان سمجھا جاتا تھا۔ سفید بُرجوں اور میناروں پر پڑتی ہے۔ یہی اتھینے کا شہر ہے۔ مشہور۔ خوبصورت اور شاندار۔ حسن اور علوم و فنون کے اعتبار سے تمام دُنیا کا مرکز۔ لیکن یہ ہمارا نکتہ خیال ہے۔ ہم تو اتھینے کو بہت ہی اہم اور گراں قدر سمجھتے ہیں۔ لیکن پولوس کا فیصلہ غالباً مختلف ہوگا۔ کیونکہ عبرانی نکتہ خیال کے مطابق اعلیٰ ترین خوبی راستبازی تھی نہ کہ حسن اور فن۔ پولوس

کے نزدیک غالباً ایک محنت کرنے والا غلام جو خداوند کا طالب ہو فلسفیوں اور ماہرینِ فنون کے کل مدرسہ کی نسبت زیادہ گراں قدر تھا۔ بعض لوگ شاید ایسے مذہبی جنون کہیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اُن کی نظر میں تو پولوس کا تبلیغی جوش مذہبی دیوانگی ضرور ہوگا جنہیں محض روپیہ کمانے سے دلچسپی ہے۔ بے پرواہ لوگوں کے نزدیک خدا کی محبت اور گناہ کا احساس جنون ہی ہوا کرتا ہے۔ جیسا کسی کا نکتۂ خیال ہوگا۔ ویسا ہی اُس کا فیصلہ ہوگا۔ بہرکیف پولوس اُن جلیل القدر اشخاص کی طرح جنہوں نے دُنیا میں بڑے بڑے کام کیئے ہیں۔ اپنی زندگی میں ایک واحد تصوّر رکھتا ہے۔ اور ہمیشہ اُس کی پیروی کرتا ہے۔

وہ ان مہذب غیر مسیحیوں کے درمیان ضرور اُداس ہوگیا ہوگا۔ کیونکہ اُس کے پاس کوئی بھی مسیحی نہیں ہے۔ جس کے ساتھ یسوع کے متعلق گفتگو کرسکے۔ چنانچہ تھسلنیکیوں کو لکھتا ہوا وہ کہتا ہے "اس واسطے . . . . ہمیں اتھینے میں اکیلا رہ جانا منظور کیا"۔ بیریہ کے دوستوں کو بھی جب وہ اُسے چھوڑ کر واپس جاتے ہیں سیلاس اور تیمتھیس کے متعلق تاکید کرتا ہے کہ "جہاں تک ہوسکے جلد میرے پاس آؤ"۔ عام طور پر انسان اجنبی شہر میں اُداس ہوجاتا ہے۔ لہٰذا پولوس جیسے شخص کے لیئے ایک غیر مسیحی شہر میں اُداس ہوجانا کوئی حیرت کی بات نہ تھی۔

فصل پنجم

دوسرے دن میں اُسے اُس شاندار شہر میں تن تنہا پھرتا ہوا دیکھتا ہوں۔ وہ ضرور اُس کی عالیشان عمارتوں کو دیکھتا ہوگا اور اُن خوبصورت مندروں پر غور کرتا ہوگا جو جونو Juno اور سیریز Ceres اور اپولو Apollo اور منروا Minerva کے نام سے موسوم تھے۔ وہ ضرور دیوتاؤں کی اُن بے شمار

مورتوں کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوتا ہوگا۔ جو سونے چاندی اور سنگِ مرمر کی تھیں۔ شہر کے ہر گوشہ کا ایک علیحدہ خدا ہے۔ ہر ادارہ کا اپنا محافظ معبود ہے۔ ایک غیر مسیحی مصنف لکھتا ہے کہ اتھینے بُتوں سے بھرا پڑا ہے۔ دوسرا طنزاً لکھتا ہے کہ اتھینے میں بتوں اور مورتوں کا شمار آدمیوں کے شمار سے زیادہ ہے۔ اگر خارجی حالات اندرونی حقیقتوں کا اظہار ہوسکیں تو ماننا پڑیگا کہ اتھینے مذہب کے اعتبار سے دُنیا کے سب شہروں سے بڑھا ہوا تھا۔ لیکن پولوس کو معلوم تھا کہ یہ ظاہری شان و شوکت اگر کسی حقیقت کی آئینہ داری کر رہی ہے۔ تو وہ ناپاکی اور دھوکا بازی کی شرمناک حقیقتیں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایک زمانہ تھا۔ جب کہ اہلِ یونان صاحبِ مقصد اور صاحبِ استقلال ہوا کرتے تھے۔ اُن دنوں وہ فوق الفطرت حقیقتوں پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اپنے دیوی دیوتاؤں پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اُس ایمان اور اعتقاد کے زور پر انہوں نے بہادری کے ایسے کام کیئے تھے۔ جنہیں فراموش کر دینا آسان نہیں ہے۔

لیکن اب اُن کا ایمان جاتا رہا تھا۔ اولمپس Olympus کے خوبصورت دیوتا قصے کہانیوں کے فرضی بہادروں سے زیادہ منزلت نہ رکھتے تھے۔ اور اُن کی عبادت شہوت پرستی اور نفس پرستی کا پردہ بنی ہوئی تھی۔ سطح پر تو زندگی خوبصورت پُرلطف اور پُر رونق معلوم ہوتی تھی لیکن حقیقت میں بالکل کھوکھلی تھی۔ انسانی رُوح کو جو کہ خدا کی شکل پر بنائی گئی ہے۔ محض حسن سے تسلی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جب یونان پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ تو اُن کے مذہب میں اُن کے لیئے کوئی تسلی نہ تھی۔ موت کے وقت اُن کے سامنے کوئی امید نہ تھی۔ فنون و شائستگی کے لحاظ سے وہ دُنیا کی تمام قوموں پر سبقت لے گئے تھے۔ اگر انسان کے لیئے محض اپنی عقل سے خدا کو حاصل کرنا ممکن ہوتا تو یونان دیر سے کامیاب ہوگیا ہوتا۔ لیکن جیسا کہ بعد میں پولوس کرنتھیوں کو لکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ "دُنیا نے اپنی حکمت سے خدا کو جانا" اسباب تک رسائی

حاصل کرنا صرف روحانی اشتیاق سے ممکن ہے شعوری معلومات کا اس میں دخل نہیں۔

ایک مہذب اور باذوق سیاح کے لیے اس وقت کا شہر اتھینے حسن و انبساط کا مرکز تھا۔ لیکن پولوس ان چیزوں سے محظوظ نہ ہو سکا۔ بلکہ "شہر کو بتوں سے بھرا ہوا دیکھ کر اُس کا جی جل گیا"۔ رینن (Renan) صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "اُس بدنما یہودی میں حُسن سے لطف اندوز ہونے کی اہلیّت نہ تھی"۔ ممکن ہے کہ یہ درست ہو۔ لیکن اس سے پولوس کی قلبی حالت کی توجیہ نہیں ہوتی۔ وہ بدنما یہودی ایک اعلیٰ سطح پر کھڑا تھا۔ اُس کی آنکھیں خدا اور راستبازی پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ مسیح کی محبت اور گناہ پر فتح پانے کی قدرت کو قابل تحصیل سمجھتا تھا۔ وہ ابدی زندگی کو اہم اور مقتدر تصوّر کرتا تھا۔ اور وہ ان مغرور لوگوں کو حاسدانہ نظر سے نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ اُنہیں قابلِ رحم خیال کرتا ہے۔ بُطلانوں کا بُطلان! یہ لوگ اعلیٰ ترین حقیقتوں سے بے بہرہ ہیں۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ وہ اپنی حالت سے مطمئن ہیں۔ دُنیا میں بہت سے لوگ بے خدائی کی حالت میں خوش رہتے ہیں۔ اتھینے میں اور ہمارے کئی ایک شہروں میں بھی ایسے لوگ ملینگے جو خدا کے بغیر خوشی سے زندگی بسر کرتے رہتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھی ایسے مواقع بھی آتے ہیں۔ کہ جب ضمیر جاگتی ہے۔ اور اُن کے دل میں بہت باتوں کا مبہم سا اشتیاق پیدا ہوتا ہے۔ اور جدائی اور غم اور زندگی کے متعلق عدم اطمینان سے بعض ایسی غیر متعیّن سی آرزوئیں دل میں پیدا ہوتی ہیں۔ کہ جن سے وہ خود پورے طور پر واقف نہیں ہوتے۔ لیکن زیادہ تر ایسے لمحے آتے ہیں۔ کہ وہ خدا کی ضرورت کو محسوس تک نہیں کرتے اور یہ نہایت ہی الم ناک حالت ہے۔ "تو کہتا ہے کہ میں دولتمند ہوں اور کسی کا محتاج نہیں۔ اور یہ نہیں جانتا کہ تو کمبخت اور خوار اور غریب اور اندھا اور ننگا ہے"۔ تو اہل اتھینے یہ معلوم کر کے کہ یہ بدنما یہودی انہیں قابلِ رحم خیال کرتا ہے۔ مسرور ہوتے۔ لیکن اِس بدنما یہودی کا فیصلہ درست تھا۔

فصل ششم

پولوس ان بے شمار بتوں کے درمیان پھر رہا ہے۔ اور اس تمام شہر کی بُت پرستی کو دیکھ کر اُس کا جی جل جاتا ہے۔ پھرتے پھرتے اچانک ایک جگہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ کسی چیز نے اُس کی توجہ کو تسخیر کیا ہے۔ ایک کوچے کے کونے پر ایک سفید مجسمہ ہے جس پر یہ کتابہ لکھا ہوا ہے "نامعلوم خدا کے لیے"۔ پولوس اسے دیکھ کر محوِ حیرت ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اِن الفاظ میں اُس وقت کی غیر مسیحی دنیا کے دل کی تصویر نظر آتی ہے۔ جس میں بہتر اور اعلیٰ تر چیزوں کی تحصیل کی خواہش پائی جاتی ہے اُن میں ایک آرزو ہے کہ "خدا کو ڈھونڈیں شاید کہ ٹٹول کر اُسے پائیں۔ ہر چند کہ وہ ہم میں سے کسی سے دُور نہیں"۔ اکثر اقوام کی روایات و حکایات سے اِس آرزو کا پتہ چلتا ہے۔ محمدؐ صاحب سے پہلے کے عربی بُت پرستوں کی دُعا تھی۔ کہ "اے خدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیری خدمت کیونکر کرنی چاہیئے تو میں کرتا۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں"۔ اِسی طرح ہندوستان والوں نے نیلگوں آسمان سے یُوں دُعا کی ہے:۔

"جب ہم ہوا کے بھگائے ہوئے بادل کی طرح لرزہ براندام ہوں۔ اور
جب ہم سے سہوًا کوئی قصور ہو جائے۔ تو اے قادر دانا ہم پر رحم کر۔
ہم پر رحم کر"۔

یہ تمام ایسی دُعائیں ہیں۔ جو نامعلوم خدا کے حضور میں پیش کی جاتی ہیں۔ اتھینے والوں کے ان جذبات کو معلوم کر کے پولوس کو قدرے تسلّی ہوتی ہے۔ کیونکہ اُن میں بہتر اور نئی باتوں سے واقف ہونے کی خواہش پائی جاتی ہے۔ اور وہ اُنہیں "اُس

نامعلوم خدا" کے متعلق بتا سکتا ہے۔

فصل ہفتم

لہٰذا وہ ہر روز اس پُر رونق چوک میں جا بیٹھتا تھا جہاں شام کو شہر کے شوقین اور نمائش بین چہل قدمی اور خوش گپی کے لیئے جمع ہُوا کرتے تھے۔ عام طور پر یہ لوگ رنگیلے لوگ ہُوا کرتے تھے۔ اور ہلکی اور بے معنی گفتگو سے محظوظ ہوتے تھے۔ ڈیماستھنیز (Demosthenes) نے اُن کے بزرگوں کو سخت ملامت کی تھی "اپنی آزادی اور حقوق کا تحفظ کرنے کے بجائے تم آوارہ گردی کرتے ہو۔ اور نئی نئی خبروں کے سُننے کے مشتاق رہتے ہو" اور بائبل کی گواہی اُن کے متعلق یہ ہے کہ وہ "اپنی فرصت کا وقت نئی نئی باتیں کہنے سُننے کے سوا اور کسی کام میں صرف نہ کرتے تھے" لہٰذا وہ بہت جلد اُس "بدنما یہودی" کے ساتھ سلسلہ گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔ میرے خیال میں پولوس کے ساتھ بات چیت کرنا بہت آسان نہ تھا۔ لیکن اس حالت میں وہ خود گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ اور ان خوش باش اور با سلیقہ اہل اتھینے کے ساتھ ارتباط پیدا کرنا ذرا بھی مشکل نہ تھا۔ لہٰذا پولوس اُن کے ساتھ نامعلوم خدا کے متعلق گفتگو کرتا ہے۔ جیسا کہ چار سو سال پہلے سقراط نے بھی کی تھی۔ اس قسم کی گفتگو چار منٹوں تک جاری رہتی ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ اُس کی یہ خدمت اُس مشہور تقریر کی نسبت جو بعد میں اریوپگس کے سامنے کی جاتی ہے۔ زیادہ بار آور ثابت ہوتی ہے۔

بہت جلد فلسفیوں کے ساتھ اُس کا تعارف کروا دیا جاتا ہے۔ یہ فلسفی صاحب فکر تھے۔ جو کائنات کے معمّہ کو حل کرنے کی کوشش میں تھے۔ اور اپنے استدلال اور نتائج کی بنا پر زندگی کے قوانین مرتب کر رہے تھے۔ یہ لوگ متلاشیان حق ہونے کا دعوےٰ کرتے تھے۔ اور جو شخص طالب حق ہے۔ وہ ضرور راست بازی کے پھیلانے

میں بھی مددگار ہوگا۔ لیکن اکثر اُن کے دعاوی اور اعمال میں غیر موافقت نظر آتی تھی۔ اس جگہ دو قسم کے فلسفیوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یعنی اپکوری Epicureans اور ستوئیکی Stoics اپکوری فلسفی یہ تعلیم دیتے تھے کہ دنیا اتفاقیہ معرض وجود میں آ گئی ہے۔ دیوتا انسان کے لیئے فکر مند نہیں ہیں۔ اِس لیئے انسان کو بھی دیوتاؤں کے متعلق تغافل اختیار کرنا چاہیئے۔ انسان کی علّتِ غائی خوشی ہے۔ لہٰذا خوشی کی تلاش کرو۔ اُن کے نظریہ میں یہ بھی شامل تھا۔ کہ اوروں کی خوشی کی بھی کوشش کرو لیکن ان گرے ہوئے دنوں میں اُن کی تعلیم محض یہی رہ گئی تھی کہ "اپنی خوشی کی جستجو کرو زندگی کا عرصہ قلیل ہے۔ موت کا زمانہ طویل ہے۔ لہٰذا آؤ کھائیں اور پئیں۔ کیونکہ کل ہمیں مرنا ہے"۔

ستوئیکی تعلیم زیادہ اعلیٰ تعلیم تھی۔ نیکی کی تلاش کرو۔ ضمیر کی آواز کے شنوا ہو کیونکہ غالباً اُس آواز کی پُشت پر کوئی بڑی ہستی ہے۔ لیکن کسی کو تحقیق علم نہیں۔ تاہم اُس باطنی آواز کی پیروی کرنی چاہیئے۔ زندگی سکون کے ساتھ بسر کرو۔ اشتعال اور غیرت سے احتراز کرو۔ زندگی کی مصائب اور تکلیفات کو صبر و استقلال سے برداشت کرو۔ اگر ناقابل برداشت معلوم ہوں تو خودکشی ایک علاج ہے۔ خودکشی کی قبیح تعلیم کو چھوڑ کر عام طور پر ستوئیکیوں کا فلسفہ قابلِ توقیر تھا۔ لیکن اُن کی زندگی بھی اُن کی تعلیم کے مطابق نہ تھی۔

غالباً پولوس کو اُن کی تعلیمات سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ وہ تو اپنی عجیب و غریب انجیل میں محو تھا۔ چنانچہ وہ جانتے نہ تھے۔ کہ اُس کے متعلق کیا فیصلہ کریں۔ بعض نے کہا کہ محض "بکواسی" ہے۔ اور بعض نے کہا کہ "یہ غیر معبودوں کی خبر دینے والا معلوم ہوتا ہے۔ اس لیئے کہ وہ یسوع اور قیامت کی خوشخبری دیتا تھا"۔ بہر کیف پولوس کی تعلیم ایک نئی اور انوکھی تعلیم تھی۔ اور انہوں نے اسے اتنی اہمیت

توضرور دی کہ یہ فیصلہ کیا کہ عوام الناس کے سامنے اُس کی تحقیق کی جائے۔

فصل ہشتم

آج اریوپگس کی عدالت کا دن ہے۔ اریوپگس وہ جماعت ہے۔ جو اُن تمام معاملات کا فیصلہ کرتی ہے۔ جو سلطنت کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ آسمان کے سائبان کے نیلے مارس (Mars) کی پہاڑی پر شرکائے کونسل جو قوم میں بزرگ اور ممتاز سمجھے جاتے ہیں موجود ہیں۔ چار سو سال کا عرصہ ہوا کہ اسی پہاڑی پر کونسل بدیں غرض فراہم ہوئی تھی۔ کہ اپنے بہترین عالم اور فلسفی پر فتویٰ لگائیں۔ اُس پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کی تحقیر کرتا ہے۔ اور ضمیر کی آواز کی پیروی کی تلقین کرتا ہے۔ لہٰذا اس جُرم کی پاداش میں سقراط کو زہر شوکراں پینا پڑا تھا۔ اب پولُوس بھی اُسی جُرم کی وجہ سے اُن کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن پولُوس کو زہر پینا نہ پڑے گا۔ کیونکہ اب اہلِ اتھینے مذہب کو اس قدر اہم نہیں سمجھتے۔ انھیں تو ایک عارضی سی دلچسپی ہے۔ وہ تو پولوس سے محض یہ دریافت کیا چاہتے ہیں۔ کہ "یہ نئی تعلیم جو تو دیتا ہے کیا ہے"؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نئی تعلیم سے واقفیت حاصل کرنے کے بہت زیادہ خواہشمند نہیں ہیں۔ لیکن پولُوس خود خواہشمند ہے۔ کہ یُونان کے عالموں اور ہادیوں کے سامنے اپنے پیغام کو پیش کرے۔ وہ اِس نادر موقع کو کھونا نہیں چاہتا۔ اس سے پیشتر کبھی اُس نے ایسے سامعین سے خطاب نہ کیا تھا۔ اور شاید بعد میں پھر کبھی ایسا موقع نہ ملے۔ اُس نے ضرور اپنی تقریر کو بڑی احتیاط کے ساتھ تیار کیا ہوگا۔ اُس نے ضرور پاک روح کی امداد کے لیئے دُعا کی ہوگی۔

اس تقریر کو اچھی طرح پڑھیئے۔ اور ذیل کی تمہیدی باتوں پر غور کیجیئے:۔

(۱) پولُوس کے وعظوں میں جو یہودیوں اور غیرقوموں کے سامنے پیش کیئے

جاتے ہیں بڑا فرق ہے۔ اوّل الذکر کے سامنے تو وہ خدا کے کلام کی بنا پر استدلال کرتا ہے۔ اور مؤخر الذکر کو نیچر کے کاموں کے ذریعہ قائل کیا چاہتا ہے۔

(۲) یہ تقریر جس کا یہاں ذکر ہے۔ غالباً دو منٹ میں پیش کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اصل تقریر کا خلاصہ ہے۔ ممکن ہے کہ یہ تقریر کے وہ نوٹ ہوں جو پولوس نے لُوقا کو دیئے ہوں۔

(۳) تقریر کا اہم ترین حصہ رہ جاتا ہے۔ عین اُس وقت جب کہ وہ مسیح کا بیان کرنے والا ہے جلسہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

(۴) تقریر کے شروع ہی میں پولُوس ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جن میں اہلِ اتھینے کی مذہبیت کا اعتراف پایا جاتا ہے "اَے اتھینے والو! میں دیکھتا ہوں کہ تم ہر بات میں دیوتاؤں کے بڑے ماننے والے ہو"۔ اور ان الفاظ سے وہ اُن کی توجہ کو تسخیر کر لیتا ہے۔

فصل نہم

اب ذرا پولوس کی تقریر کو سُنیئے۔ اور اپنے آپ کو سامعین کی جگہ رکھیئے۔ میں اپنے آپ کو پولُوس تصوّر کرونگا۔ آپ شہر کے اُن عالموں اور شریفوں کی جماعت ہیں۔ جن کے سامنے مجھے اپنے نہیں بلکہ اپنے پیارے خداوند کے مقدمہ کو پیش کرنا ہے۔ ہمارے سر پہ آسمان ہے۔ ہمارے چاروں طرف اتھینے کے شاندار مندر سیم وطلا کے بُت اور سنگِ مرمر کی مورتیں ہیں۔ غالباً پولوس نے اپنی تقریر کو ذیل کے طور پر شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا ہوگا۔

"اَے اہلِ اتھینے۔ میں اس امر کا قائل ہوں کہ تم اہلِ مذہب ہو۔ اپنے پیشواؤں کی پرستش بہ دل و جان کرتے ہو۔ مجھ پہ تم نے یہ الزام لگایا ہے۔ کہ میں نئے اور اجنبی

دیوتاؤں کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ لیکن تمہارا یہ خیال درست نہیں ہے
کیونکہ جب میں شہر کی سیر کر رہا تھا۔ تاکہ آپ کے معبود کا پتہ لگاؤں تو میں نے ایک
قربان گاہ کو دیکھا۔ جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے "نامعلوم خدا کے لئے"۔ میں
اسی خدا کو جس کی آپ لاعلمی میں پرستش کرتے ہیں۔ آپ پر ظاہر کیا چاہتا ہوں۔ اس
نامعلوم خدا نے اپنا مکاشفہ عنایت کیا ہے۔ وہ خدا واحد ہے۔ اور باقی تمام خداؤں
اور دیوتاؤں سے اعلیٰ ہے۔ اُسی نے دنیا اور مافیہا کو خلق کیا ہے۔ اور چونکہ وہ
تمام کائنات کا خداوند ہے۔ اس لئے وہ آپ کے خیال کے مطابق ہاتھ کے بنائے
ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔ وہ اس دنیا میں اور باقی اور سب دنیاؤں میں
سمایا ہوا ہے۔ وہی ہر ایک کو زندگی اور سانس اور سب کچھ دیتا ہے۔ اُس نے
جملہ اقوام عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور ان کی رہائش کے لئے مختلف مقامات مقرر کئے
ہیں۔ اور وہ چاہتا ہے کہ وہ اُس کے الٰہی مقصد کو پورا کریں۔ اور وہ مقصد یہ ہے
کہ وہ خدا کو ڈھونڈیں۔ شاید کہ ٹٹول کر اُسے پائیں۔ کیونکہ وہ ہم میں کسی سے دور
نہیں۔ تم خود اپنے دلوں میں اس بات کے قائل ہو۔ تمہارے شعرا نے بھی اس کا
اعتراف کیا ہے۔ کہ ہم تو اُس کی نسل بھی ہیں"۔

یہاں تک تو وہ اُس کے ساتھ متفق ہیں۔ تقریر اچھی ہے۔ اور اُن کی مرضی کے
مطابق ہے۔

"پس چونکہ خدا اس قدر اعلےٰ و افضل ہے۔ لہذا چاہیئے کہ ہم جو اُس کے بچے
ہیں۔ کسی بات میں بھی اُس کی تحقیر و تذلیل نہ کریں۔ اور یہ خیال نہ کریں کہ ذاتِ
الٰہی اس سونے یا روپے یا پتھر کی مانند ہے۔ جو آدمی کے ہنر اور ایجاد سے گھڑے
گئے ہوں۔ اس قسم کے ادنےٰ خیالات دُنیا کی ایسی قوموں کے لئے جائز تھے جو
بچپن کی حالت میں تھیں۔ لیکن ہم ان منزلوں سے گذر آئے ہیں۔ خدا نے جہالت کے

وقتوں سے چشم پوشی کی ہے۔ لیکن اب جہالت کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ اب بنی نوع
انسان کو اُٹھنا ہے۔ پُرانی چیزیں جاتی رہی ہیں۔ خدا نے اپنے آپ کو منکشف کیا
ہے۔ لہذا وہ چاہتا ہے کہ ہر ایک آدمی توبہ کرے۔ اور اُس کی طرف رجوع ہو۔ اور
اُس کا مکاشفہ اُس آدمی میں ہوا ہے۔ جسے اُس نے دنیا کا عدالت کرنے والا مقرر
کیا ہے۔ میں نے اور میری قوم نے اُس مقرر کردہ شخص کو دیکھا ہے۔ ایک وقت
تھا کہ ہم بھی اُس سے ناواقف تھے۔ چنانچہ ہم نے اُسے صلیب پر چڑھایا۔ لیکن خدا
نے اُسے مُردوں میں سے جلا کر یہ بات سب پر ثابت کر دی ہے"۔

فصل دہم

اب تقریر کا سب سے مقتدر اور اہم حصہ پیش کیا جائیگا۔ اب پولُوس مسیح
کی منادی کریگا۔ لیکن ایک چشم زدن میں تمام سماں بگڑ جاتا ہے۔ جماعت ٹھٹھا
مارنے لگتی ہے۔ مقرر سامعین کے شور و غل اور مخالفت کی تو برداشت کر سکتا ہے
لیکن ہنسی مذاق کے درمیان تقریر کے سلسلہ کو قائم رکھنا بڑا مشکل ہے۔ وہ ہلنا جلنا
شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگ جاتے ہیں "بکواس کرتا ہے
پاگل ہے۔ چلو یہاں سے چلیں۔ بھلا مُردوں کی قیامت کو بھی کوئی مانتا ہے"۔ لیکن
جلسہ کے رُکن آخر تک عزت سے پیش آتے ہیں۔ اور اُس سے کہتے ہیں کہ "ہم اس
تقریر کے لئے آپ کے شکر گزار ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ باتیں پھر آپ سے کسی دن سنیں
گے"۔ یہ کہہ کر بڑی تعظیم کے ساتھ اُسے باہر نکال دیتے ہیں۔

اسی طرح سے پولوس اُن کے بیچ میں سے نکل گیا۔ میرا تصور اسے مایوس اور
رنجیدہ گھر کو واپس جاتے دیکھتا ہے۔ اُس کی حالت اس وقت ایسی ہی ہے۔ جیسی
ایک بوڑھے مدرس کی ہوا کرتی ہے۔ وہ غالباً اپنے آپ سے یُوں مخاطب ہوتا ہے "

آج مجھے شکست فاش ہوئی ہے۔ مجھے چاہیے تھا کہ مردوں کی قیامت کا ذکر کرنے سے پہلے یسوع کی داستان بیان کرتا۔ بہرحال ان مغرور عالموں میں میرا کام ختم ہوگیا ہے۔ اب تو میں پھر سیدھے سادے محنتی لوگوں میں خدمت کروں گا۔ وہ میری باتوں کو سنیں گے۔ اور آئندہ میں صرف مسیح کی منادی کیا کروں گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس اس تجربہ کو بھول نہیں سکتا۔ اُس کے بعد کے خطوط میں اکثر اس کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں: "بہت سے حکیم بہت سے اشراف نہیں بلائے گئے۔ اس دُنیا کی حکمت خدا کی نظر میں بیوقوفی ہے۔ ہم اُس مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں۔ جو یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اور غیر قوموں کے نزدیک بیوقوفی ہے۔ لیکن ہم جو بلائے ہوئے ہیں۔ ہمارے نزدیک مسیح خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے"۔

بابِ دہم

عہدِ جدید کی تصنیف کا زمانہ

پولوس مایوس اور پست ہمت ہوکر اتھینے کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ ناکام رہا ہے۔ اور ناکامی اُس کے لیئے باعثِ رنج ہے علاوہ ازیں اُس کے دل میں سلونیکا (Solonika) کے مریدوں کے متعلق تشویش ہے۔ آخری ملاقات کا نقشہ جب کہ وہ شہر کے بدمعاش لوگوں سے گھرے ہوئے تھے۔ جنہیں یہودیوں نے اُن کے خلاف برانگیختہ کر دیا تھا۔ اب تک اُس کی آنکھوں کے آگے ہے۔ وہ اُن تمام دقتوں اور آزمائشوں سے واقف ہے۔ جو اُن کے سامنے ہیں۔ وہ اُن تمام کوششوں کو جانتا ہے۔ جو اُن کے ایمان کے خلاف کی جا رہی ہیں اور وہ اُن الزامات سے بھی بے خبر نہیں۔ جو اُن پر لگائے جائیں گے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ تمام مشکلات اُنہیں اُن کی پرانی گناہ آلود زندگی کی طرف کھینچتی ہیں۔ لہٰذا اُسے اُن کے ساتھ کمال ہمدردی ہے۔

لیکن اُسے اُن کی کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ اتھینے میں تو تیمتھیس اُس سے آملا تھا۔ مگر باوجود اپنی تنہائی اور اُداسی کے اُس نے اُسے سلونیکا کو بھیج دیا تھا۔ تاکہ بھائیوں کی مدد کرے اور اُن کی حالت سے آگاہ کرے۔ لیکن اب تک

کوئی خبر نہ آئی تھی۔

لہٰذا پولوس بہت فکرمند ہو جاتا ہے۔ یہ امر کہ پولوس بھی کبھی کبھی ناامید و پریشان ہو جاتا تھا۔ ہمارے لیے باعثِ حیرت نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ بھی ہماری طرح انسان تھا۔ اور ہم سب اپنے اپنے حالات و لواحیات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت اُس کی زندگی خوشی کی زندگی تھی۔ اُس زبردست ایمان نے جو وہ خدا پر رکھتا تھا۔ اُسے صاحبِ اعتقاد اور صاحبِ اُمید بنا دیا تھا۔ وہ قیدخانہ میں گیت گا سکتا تھا۔ وہ اپنی جماعتوں کو ہمیشہ خوش رہنے کی تلقین کر سکتا تھا۔ اُس ایسے خدادوست شخص کے لیے زندگی اور موت کبھی باعثِ ہیبت نہ ہو سکتی تھیں۔ ہر ایک مسیحی کا حق ہے کہ وہ اسی قسم کی امید اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

لیکن باوجود اس کے ہم میں سے ہر ایک کی زندگی میں ایسے لمحے آجاتے ہیں۔ جب کہ ہم مایوس اور ہراساں ہو جاتے ہیں۔ خاص کر اُس وقت جب کہ صحت اچھی نہ ہو۔ اور ہم اُن تمام اسباب کا صحیح جائزہ نہ کر سکیں۔ جو ہمارے لئے باعثِ مسرت و برکت ہیں۔ ایسے موقعوں سے ہمیں نقصان نہیں ہوتا بشرطیکہ وہ کبھی کبھی ہماری زندگی میں آئیں۔ یہ باتیں تقاضۂ بشریت سے متعلق ہیں اور پولوس بھی ہماری طرح ایک بشر تھا۔

فصل دوم

لہٰذا ایک دن ایک شخص حالتِ فکر و تشویش میں نامعلوم طور پر کرنتھس کے وسیع۔ دولتمند اور گناہ آلود شہر میں داخل ہوتا ہے۔ اہلِ کرنتھس اس بات سے بالکل بے خبر تھے۔ کہ آنے والے زمانوں میں اُن کے بڑے شہر کا سب سے

ہم تواریخی واقعہ یہی سمجھا جائیگا۔ کہ آج کے دن یہ غریب یہودی بشر اُس میں داخل ہوا تھا۔ وہ شہر کے نچلے حصّہ کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور وہاں اُسے ایک خیمہ دوز نظر آتا ہے۔ جو اپنے کام میں مصروف ہے۔ وہ اُس سے کام کی درخواست کرتا ہے۔ خیمہ دوز ایک خوش مزاج شخص ہے۔ اور اُسے دیکھتے ہی پسند کر لیتا ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ میرا نام اکولہ ہے۔ اور میں دیگر یہودیوں کے ساتھ روم سے نکالا گیا ہوں۔ اِس کے بعد وہ اُس کا تعارف اپنی نیک بیوی پرسکلہ سے کرواتا ہے۔ اور اپنے کارخانے میں کام دیتا ہے۔ اور ایک کمرہ رہائش کے لیے بھی تجویز کرتا ہے۔ اور یوں ایک دوستی قائم ہو جاتی ہے۔ جو پولوس کی زندگی کے بہترین تجربات میں سے ایک ہے۔ اور جس کا انجام اکولہ اور پرسکلہ کی نجات ہوتا ہے:۔

اس طرح کرنتھس میں پولوس کی خدمت کا آغاز ہوتا ہے۔ کرنتھیوں کو لکھتا ہوا وہ کہتا ہے کہ "میں کمزوری اور خوف اور بہت تھرتھرانے کی حالت میں تمہارے پاس رہا۔" اتھینے کی ناکامی نے اُسے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ اور شاید اُسے کرنتھس میں بھی ناکام ہونے کا خدشہ ہو۔ اس سے ہمیں مطلقاً حیرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ کرنتھس اُس وقت دُنیا کا سب سے بدمعاش شہر تھا۔ اہلِ کرنتھس کی اوباشی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ زبان زدِ خلائق ہو گئی تھی۔ "کرنتھس کا شرابی"۔ "کرنتھس کی محفلِ طرب و نشاط" ایسے الفاظ تھے۔ جو ضرب المثل کے طور پر استعمال کیے جاتے تھے۔ اور انتہائی رندیت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

لیکن پولوس کو ان سب باتوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہر روز وہ کارخانہ میں کام کرتا ہے۔ اور وہ کارخانہ اُس کی موجودگی کے باعث ایک زیادہ پاک اور پُرلطف جگہ بن جاتی ہے۔ کاش کہ یہ بات ہم میں سے ہر ایک کے متعلق کہی جا،

ملے۔ ہر شام کو وہ کام کے ختم ہو جانے کے بعد لوگوں کو مسیح کی اور رُوح القدس کی نسبت جو گناہ پر فتح بخشتی ہے۔ بتانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ہر سبت کے روز عبادت خانہ میں بحث کرتا ہے۔ لیکن یہودی اس تعلیم کی برداشت نہیں کر سکتے۔ کہ اُن کی صدیوں کی اعلیٰ اُمیدیں خاک میں مل گئیں اور اُن کا مسیح صلیب کی شرمناک موت کے حوالے کیا گیا۔ آخرکار ایک روز وہ اُس کے مقابلہ پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور "اُس کی مخالفت کرنے اور کفر بکنے لگے" کچھ عرصہ تک تو پولوس نے اُن کی برداشت کی۔ لیکن ایک دن سخت ناراض ہو گیا۔ اور "اپنے کپڑے جھاڑ کر اُن سے کہا۔ کہ تمہارا خون تمہاری گردن پر۔ مَیں پاک ہوں۔ اب سے غیر قوموں کے پاس جاؤنگا" اِس کے بعد اُن میں اور پولوس میں باقاعدہ جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اور پولوس مقابلہ میں جما رہتا ہے۔ ایک ہال کمرہ جو عبادت خانہ سے ملا ہوا تھا۔ کرایہ پر لے لیتا ہے۔ اور بہت سے لوگ اُس کی تعلیم سُننے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ عبادت خانہ کا سردار کرسپُس نام اپنے خاندان سمیت ایمان لاتا ہے۔ اور بپتسمہ پاتا ہے۔ اس کے بعد پولوس کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت کر لینا ناممکن ہو جاتا ہے:-

یہ دن پولوس کے لئے کٹھن دن تھے۔ لیکن وہ اپنی تمام مشکلات خدا کے حضور میں پیش کرتا رہتا ہے۔ اور اکولہ اور پرسکلہ کے ساتھ بھی صلاح مشورہ کرتا ہے۔ ایک دن جب کہ معاملات بہت ہی بگڑ جاتے ہیں رات کے وقت رویت میں اُس پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اُسے کہتا ہے "خوف نہ کر بلکہ کہے جا اور چپ نہ رہ۔ اس لئے کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور کوئی شخص تجھ پر حملہ کر کے ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ اس شہر میں میرے بہت

سے لوگ ہیں"۔ ایک طرفۃ العین میں سماں بدل جاتا ہے۔ سورج آب و تاب کے ساتھ چمکنے لگ جاتا ہے۔ تمام دنیا نورانی ہو جاتی ہے۔ اگر مسیح اُس کے ساتھ ہے۔ اور قادرِ مطلق خدا کی طاقت اُس کے شامل حال ہے۔ تو اُسے کسی کا خوف نہیں۔ دُوسری صبح کھانے کے وقت جب پولوس کے دوست اُسے دیکھتے ہیں۔ تو انہیں ایک تبدیل شدہ شخص نظر آتا ہے۔

فصل سوم

یُوں اُس کی زندگی کی ایک نہایت ہی کامیاب خدمت کا آغاز ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اُس کی مُنادی زیادہ سیدھی سادھی اور پُر زور ہو گئی تھی۔ پولوس اپنی فلسفیانہ طرزِ تقریر کو جو اتھینے میں بیکار ثابت ہوئی تھی ترک کر دیتا ہے۔

اب اُس نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ صرف مسیح کو پیش کریگا۔ لہذا وہ کرنتھیوں کو جنہوں نے اُس کی تعلیم کا اپلوس کی فصیح تقاریر کے ساتھ مقابلہ کیا تھا لکھتا ہوا کہتا ہے "مَیں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ تمہارے درمیان یسوع مسیح بلکہ مسیح مصلوب کے سوا اور کچھ نہ جانوں گا۔ کرنتھیوں کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس جماعت میں کس قسم کے لوگ تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "بہت سے حکیم۔ بہت سے اختیار والے۔ بہت سے اشراف نہیں بلائے گئے"۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں زیادہ تر مزدوری پیشہ لوگ تھے۔ غالباً اکثر اُن میں سے اوباش اور رذیل اقوام سے آئے تھے۔ کرنتھس ایک ایسا شہر تھا جس میں کثرت سے شرابی۔ ظالم اور بدمعاش لوگ پائے جاتے تھے۔ لہذا وہ اُنہیں بڑی صفائی کے ساتھ آگاہ کر دیتا ہے کہ "فریب نہ کھاؤ۔

نہ حرام کار خدا کی بادشاہت کے وارث ہونگے۔ نہ بُت پرست۔ نہ زناکار۔ نہ عیاش۔ نہ لونڈے باز۔ نہ چور۔ نہ لالچی۔ نہ شرابی۔ نہ گالیاں بکنے والے نہ ظالم۔ اور بعض تم میں ایسے ہی تھے بھی"۔ یہ ایسے لوگ تھے جن پر مسیحیت کی قدرت کی آزمائش کی جاسکتی تھی۔ کیونکہ اگر اس قسم کے لوگوں کو مسیح گناہ سے نجات دے سکتا ہے۔ تو ہر ایک کے لیئے نجات پانا ممکن ہے۔ اور بلا شبہ اس جماعت میں مسیح کی نجات بخش قدرت اپنا کام کر رہی تھی۔ اُن کے چہرے باوجود گناہ اور عیاشی کے بدنما نشانات کے خوش و خرم اور پُر امید نظر آتے تھے۔ اُس چھوٹے کمرے میں ناجائز نفع اُٹھانے والے۔ شرابی۔ چور۔ مجرم اور کسبیاں شریف اور نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ لیکن اُن سب کے دلوں میں خدا کا اطمینان تھا۔ اور اُن کے چہروں سے اُمید ٹپکتی تھی۔ اُنہوں نے مسیح کو پرکھا تھا۔ اور وہ وزن میں پورا اُترا تھا۔ اس قسم کے نتائج کو دیکھ کر انسان مذہب کو ایک نہایت ہی حقیقی اور اہم چیز تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ اگر آپ پولوس ہوتے اور آپ کے پاس ایسی ہی انجیل ہوتی جو زندگیوں کو تبدیل کر دیتی۔ تو کیا آپ اُس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی چڑھا دینے کو تیار نہ ہوتے؟ اس میں شک نہیں کہ آپ پولوس تو نہیں ہیں۔ لیکن آپ کے پاس پولوس کی انجیل ہے۔ اپنی مشنری خدمات میں کبھی اس حقیقت کو نظر انداز نہ کیجئے۔

اس طرح پولوس پھر اپنی امید اور دلیری کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور حیران ہوتا ہے۔ کہ اُس نے کیوں یاس و ناامیدی کو اپنے دل میں جگہ دی تھی۔

فصل چہارم

ایک دن ایک نہایت خوشگوار بات وقوع میں آتی ہے۔ پولوس اپنے کارخانہ میں کام کر رہا ہے۔ کہ یکایک دروازے پر کسی کا سایہ پڑتا ہے۔ نظر اُٹھاتا

ہے۔ اور سیلاس اور تیمتھیس کو اپنے سامنے کھڑا دیکھتا ہے۔ خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ یہ خوشی زیادہ تر اس وجہ سے ہے کہ آخرکار سلونیکا (Salonika) سے کوئی خبر آئی ہے۔ تیمتھیس اُسے یہ مژدہ سُناتا ہے کہ "وہ ایمان میں قائم ہیں۔ اور خاطر خواہ ترقی کر رہے ہیں۔ غیر قوم اُن کے چلن کو دیکھ کر حیرت زدہ ہیں۔ وہ تمہیں بہت پیار کرتے ہیں۔ اور اکثر ہمارا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں۔ اور تمہیں دیکھنے کے مشتاق ہیں"۔ پولوس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "اگر تم خداوند میں قائم ہو تو ہم زندہ ہیں"۔

لیکن ساتھ ہی اس کے تیمتھیس اس بات سے بھی پولوس کو آگاہ کر دیتا ہے کہ اس سبز باغ میں بے لطف اور رنج خار چیزیں بھی ہیں۔ "زید اور بکر اور عمر پھر شراب کا شکار ہو گئے ہیں۔ اُن تین لڑکیوں نے جو شہر کے دروازے کے متصل رہتی ہیں۔ پھر بدکاری کی زندگی اختیار کر لی ہے۔ علاوہ اس کے جماعت میں ایک اور بات ظہور میں آئی ہے۔ جسے میں بہت ناپسند کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ لوگوں میں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق نامناسب سا جوش پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بیقراری ہے۔ وہ لوگ صبر و اطمینان سے گفتگو نہیں کر سکتے۔ موت بھی اپنا کام کر رہی ہے۔ فلاں بزرگ جو پہاڑ پر رہتا تھا۔ اُس کی بیوی گذر گئی ہے۔ ہمارے آدمیوں میں سے چار پچھلے مہینے کنخریہ میں ڈوب گئے۔ پس ماندگان نہ صرف اپنے عزیزوں کے لیئے ماتم کر رہے ہیں بلکہ پریشان بھی ہیں۔ وہ یہ سوال کر رہے ہیں۔ کہ کیا خدا کی آمد ثانی ہمارے جینِ حیات میں ہوگی یا نہیں؟ ہمارے پیارے مر چکے ہیں۔ کیا وہ اُسے کبھی نہ دیکھیں گے؟ غرض کہ اسی قسم کے کئی ایک سوالات پوچھے جا رہے ہیں"۔

میں تیمتھیس کو یہ باتیں بتاتے ہوئے دیکھ سکتا ہوں۔ اور میں پولوس

کے اشتیاق کا بھی ملاحظہ کر سکتا ہوں۔ اور اُن تبدیلیوں کو بھی دیکھ سکتا ہوں۔ جو ان خبروں کے سُننے سے اُس کے چہرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔

"بھائی تمیتھیُس، میرا جی تو چاہتا ہے۔ کہ اسی وقت اُن کے پاس چلا جاؤں لیکن کرنتھس کی اس مشتاق اور بڑھتی ہوئی جماعت کی وجہ سے ایسا کرنا ناممکن ہے۔ مگر ایک بات ہو سکتی ہے۔ تو مصوّر کی دُکان سے چند اوراق بردی Papyrus کے لے آ۔ ہم اُنہیں ایک خط لکھیں گے۔

دنیا کی ضرورت کے اعتبار سے یہ ایک مبارک خیال تھا۔ یوں پولوس کی خدمت کا اہم ترین حصّہ شروع ہوتا ہے۔ اور عہدِ جدید کی تصنیف کا آغاز ہوتا ہے:۔

فصلِ پنجم

شائد آپ سب اس بات سے واقف نہ ہوں کہ عہدِ جدید کی ابتدا خطوط سے ہوتی ہے۔ اور پولوس اُس دن اکولہ خیمہ دوز کے چھوٹے سے کارخانہ میں اُس کا آغاز کرتا ہے۔

اس وقت ۵۰ سنہ عیسوی ہے۔ یعنی صلیب کے واقعہ کے سترہ سال بعد اب تک عہدِ عتیق کے علاوہ اور کوئی بائبل یا کتابِ مقدّس نہیں ہے۔ اناجیل کا ایک صفحہ بھی ضبطِ تحریر میں نہیں آیا۔ بلکہ اس کے بعد بیس سال تک نہیں آتا۔ یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ خیال تو یہ گذرتا ہے۔ کہ اُس زمانہ کے مسیحیوں نے عیدِ پنتیکوست کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا ہوگا۔ کہ وہ رسولوں کے پاس گئے ہونگے۔ اور اُن سے درخواست کی ہوگی۔ کہ جو کچھ تم نے اُن عجیب و غریب سالوں میں خداوند کے متعلق دیکھا یا سُنا یا دریافت کیا ہے۔ سب کچھ ایک کتاب کی صورت میں تحریر کر دو۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتے اس

کی وجہ محض یہ ہے کہ وہ لوگ کتابوں کے عادی نہ تھے۔ اُنہیں کتابوں کی ضرورت نہ تھی۔ اُن میں سے اکثر ناخواندہ تھے۔ اُن کی تمام تعلیم و تربیت زبانی ہُوا کرتی تھی۔ اُن کی کل معلومات سُننے کے ذریعہ حاصل ہوتی تھیں۔ اُن دنوں اخبار مطلق نہ تھے۔ خبر پہنچانے کا واحد ذریعہ اشخاص ہُوا کرتے تھے۔ وہ لوگ کتابِ مقدّس کے علاوہ اور کتابوں سے بالکل مستغنی اور غیر مانوس تھے۔

عام طور پر سیدھے سادھے لوگ تھے۔ زیادہ تر اُن میں ماہی گیر۔ کسان۔ نوکری پیشہ۔ خیمہ دوز اور صنعت گر ہُوا کرتے تھے۔ "ہم جانتے ہیں۔ کہ خدا کا بیٹا آگیا ہے"؛ وہ اُس کے متعلق سب کچھ سُننا چاہتے ہیں۔ لیکن اُنہیں کتابوں کی ضرورت نہیں ہے۔

علاوہ اُس کے اگر آپ اپنے آپ کو اُن کی جگہ متصور کریں۔ تو آپ معلوم کریں گے۔ کہ اُس وقت کتابیں لکھنے کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ اُن کی نئی خوشی کے ساتھ ایک انتظار بھی ہے۔ اُن کا ایمان ہے۔ کہ یسوع ان کے حینِ حیات میں آجائیگا۔ اور اُنہیں اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیگا۔ اُنہیں اُس کی آمد کا صحیح وقت تو معلوم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ "شام کو یا آدھی رات کو یا مرغ کے بانگ دیتے وقت یا صبح کو" آئے۔ پولوس بھی اسی امید کو اپنے دل میں لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ وہ تھسلنیکیوں کو اسی خط میں لکھتا ہے۔ کہ "ہم جو زندہ ہیں۔ اور خداوند کے آنے تک باقی رہیں گے"۔ لہٰذا جب کہ اُنہیں آسمان کا دروازہ کُھلا ہُوا نظر آتا ہے۔ تو مستقبل کے لئے کتابیں لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں دیکھتے۔ حقیقت میں اُن کی نظر میں اگر کوئی مستقبل ہے۔ تو وہ وہ مستقبل ہے جو خداوند کے ساتھ جلال میں بسر کیا جائیگا۔

لہٰذا وہ ہفتہ وار جمع ہوتے ہیں۔ اور اُن لوگوں کی آتشیں تقاریر کو سُنتے

ہیں۔ جو یا تو خود خداوند کے ساتھ رہے ہیں۔ یا اُنہوں نے اُن سے جو اُس کی ہم نشینی کا شرف رکھ چکے ہیں اُس کے متعلق دریافت کیا ہے۔ اور وہ مسیح کی زندگی کی تمام خاص باتوں کے متعلق تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً تجسم۔ تصلیب۔ بعثت۔ صعود اور اُس کا جلال حاصل کرنا وغیرہ۔

اور یوں ہماری استقامت کی جماعتوں کی طرح سینکڑوں جگہوں میں لوگ بپتسمہ کے لیئے تیار کیئے جا رہے تھے۔ نومریدوں کو بھی یسُوع کی زندگی کے متعلق تعلیم دی جاتی تھی اور وہ بہت جلد اُس سے واقف ہوتے جاتے تھے۔

لہٰذا اُن دنوں ایک زبانی انجیل تمام کلیسیا میں شائع ہو رہی تھی کیونکہ یہ کتابوں میں قلمبند نہ ہوتی تھی۔ بلکہ "گوشت کی یعنی دل کی تختیوں پر"۔ لیکن آہستہ آہستہ سامعین نے اُن باتوں کو لکھنا شروع کیا۔ مثلاً "خداوند کے اقوال" وغیرہ۔ مگر ہماری اناجیل میں سے ایک بھی کتاب اس وقت سے بیس سال تک ضبطِ تحریر میں نہ آئی۔

فصل ششم

پس سب سے پہلے مسیحی صحیفے پولوس کے خطوط تھے اور اُن میں سب سے پہلا ہی تھسلنیکیوں کے نام کا خط تھا جو وقت کی ضروریات کی وجہ سے قلمبند کیا گیا۔ خدا کے طریقے ہمارے طریقوں سے مختلف ہیں۔ شاید ہمارا فیصلہ تو یہ ہو۔ کہ مسیحی کتاب مقدس کا آغاز ایسے صحیفوں سے ہونا چاہیئے۔ جو نہایت ہی سنجیدہ متکلک اور آئینِ منطق کے مطابق لکھے گئے ہوں لیکن خدا ہم سے بہتر جانتا ہے ہمارا ایمان ہے کہ روح القدس نے پولوس کی راہنمائی کی کہ وہ متکلک کتب کی بجائے سیدھے سادے خط لکھے۔ جو زیادہ طبعی اور مانوس ہُوا کرتے ہیں۔

اور ان میں لکھنے والے کو اپنے خیالات اور جذبات کے اظہار میں زیادہ آزادی ملتی ہے۔ اور شخصی بات چیت کا موقع ملتا ہے۔

پولوس نے یہ خطوط اپنے دل کی گہرائیوں سے لکھے ہیں۔ جبھی تو اُن کے طرزِ تحریر میں غضب کی سنجیدگی اور تازگی ہے۔ جبھی تو وہ پولوس کی شخصیت کی صحیح آئینہ داری کر رہے ہیں۔ ایک باقاعدہ کتاب کبھی دنیا کے دل کو اس طرح نہ ہلا سکتی جس طرح ان خطوط نے ہلایا ہے۔ اگر ان خطوط سے جذباتی عنصر۔ پُرزور ملامت۔ محبت آمیز منت وسماجت بے تکلفانہ گفتگو اور شخصی تفاصیل کو نکال دیا جائے۔ تو ان کا دُنیا کی رُوح کو تسخیر کرنا ناممکن ہو جائے۔ خدا نے پولوس کو ہدایت کی کہ وہ یہ سیدھے سادے اور بے تکلف خطوط تحریر کرے۔ لہٰذا جب آپ ان کا مطالعہ کریں تو اس بات کو ضرور ملحوظ رکھیں۔

تھسلنیکیوں کے نام کا خط پولوس کا سب سے پہلا خط ہے۔ کاش کہ کسی میں اتنی جرأت ہو کہ کتبِ بائبل کی پرانی ترتیب کو تبدیل کر کے خطوط کو صحیح تواریخی ترتیب سے مرتب کرے۔ کیونکہ اس سے پولوس کے خیالات کے ارتقاء کے سمجھنے میں آسانی ہو جائیگی اور نیز ابتدائی کلیسیا کی ترقی کا سمجھنا بھی بہت درجہ تک آسان ہو جائیگا۔ موجودہ ترتیب میں کسی خاص قانون کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اگر کوئی بات ملحوظ رکھی گئی ہے۔ تو وہ شاید ضخامت ہے۔ سب سے بڑا خط سب سے پہلے ہے۔ اور پھر اُس کے بعد دیگر خطوط اپنی اپنی ضخامت کے لحاظ سے رکھے گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ وقتِ تحریر کے لحاظ سے سب سے پہلے اور سب سے پچھلے خطوط پہلو بہ پہلو پڑے ہیں۔ یہ ترتیب غیر معقول سی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ اتنے عرصہ سے رائج ہے۔ اس لیئے کسی کو تبدیل کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ میں بائبل کی اشاعت کرنے والی ایک کمیٹی سے خط و کتابت کر رہا ہوں۔ کہ وہ بائبل کی ایک

چھوٹی سی ایڈیشن اُس ترتیب کے ساتھ تیار کریں جو میں پیش کروں۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ میری بات کو مان لیں گے۔ یہ بڑی دلیری کا کام ہے۔ لیکن اس سے نہایت ہی مفید نتائج پیدا ہوں گے۔

فصل ہفتم

اب میرے تصوّر کے سامنے عہد جدید کی تصنیف کا سب سے پہلا قدم ہے۔ پولوس اور سیلاس اور تیمتھیس اُس کارخانہ میں کام کے ختم ہو جانے پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اُنہوں نے مصوّر کی دوکان سے بردی (Papyrus) کے چند اوراق خریدے ہیں۔ کیونکہ رقہ (Parchment) کیونکہ رقی کے لیئے استعمال نہ ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں غریب لوگوں میں اتنی استعداد بھی نہ تھی کہ اُسے خرید سکیں لیکن وہ بردی بہ آسانی دکان سے خرید سکتے تھے۔ جیسے آج ہم فل سکیپ 'Foolscap' خرید سکتے ہیں۔ اور بردی چھ سے اٹھارہ انچ تک چوڑا اور جتنا چاہو لمبا دستیاب ہو سکتا تھا۔ جو نسخے بردی کے موصول ہوئے ہیں۔ اُن سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے۔

پولوس کام بھی کرتا جاتا ہے اور خط بھی لکھواتا جاتا ہے۔ جیسا کہ آج کل بھی رواج ہے۔ اُن دنوں میں بھی عدیم الفرصت اشخاص خود لکھنے کے بجائے جب کبھی موقع ملتا تھا دوسروں کے ذریعہ اپنے خطوط لکھواتے تھے۔ اور چونکہ پولوس کی نگاہ کمزور تھی لہٰذا اُس کے لیئے خود لکھنا اور بھی زیادہ مشکل تھا۔ بہرحال ہم جانتے ہیں کہ اُس کا معمول تھا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھتا تھا۔ البتہ ہر خط کے اخیر میں اپنے نام کے ساتھ چند الفاظ بطور برکت و دعا کے تحریر کر دیتا تھا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے کہ "ہر خط میں میرا یہی نشان ہے"۔ یہ املا اُس کے خطوط میں وضاحت پیدا کرتی ہے۔

تمام فقروں اور خیالات میں انقطاع کا موجب ٹھہرتی ہے۔
درحقیقت یہ پولوس کے ہی روح خیالات ہیں۔ گو اُن کو وہ ... ہیں۔ اُنہیں الفاظ کا جامہ پہنا دیا جاتا ہے۔ میری دانست میں یہ شخص ... سیلاس ہے۔ کیونکہ بعد میں پطرس کے خط لکھنے والا بھی وہی ثابت ہوتا ہے (۱ پطرس ۵: ۱۲) اب ذرا پولوس کو خط لکھواتے سُنیئے۔

"پولوس اور سلوانس"۔ (سیلاس سلوانس کا مخفف ہے۔ لیکن پولوس ہر ایک شخص کو اُس کے پورے نام سے بلانا پسند کرتا ہے)۔ "پولوس اور سلوانس اور تیمتھیس کی طرف سے تھسلنیکیوں کی کلیسیا کے نام ۔ ۔ ۔ ۔ فضل اور اطمینان تمہیں حاصل ہوتا رہے"۔

اس جگہ شاید سیلاس قطع کلامی کر کے کہتا ہے "لیکن پولوس یہ تو صرف تیرا خط ہے ہمارے ناموں کا ذکر نہ ہونا چاہیئے"۔ لیکن پولوس جواب میں کہتا ہے "نہیں سلوانس۔ یہ ہم تینوں کا مشترکہ خط ہے۔ ہم تینوں تھسلنیکی دوستوں کیلئے یکساں فکرمند ہیں۔ اور ان سے یکساں محبت رکھتے ہیں۔"

مجھے یہاں پولوس کے انکسار، محبت اور فیاضی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ وہ اپنے نائبوں کو مساوات کا درجہ دیتا ہے۔ ان دونوں اشخاص کو کیا معلوم تھا کہ وہ اُس روز اس چھوٹے سے گمنام کارخانہ میں مسیحی کتب مقدسہ کے ابتدائی الفاظ قلمبند کر رہے ہیں۔ اور کہ یہ کتب آئندہ تمام نسلوں کیلئے باعث ہدایت و راحت ثابت ہوں گی۔

فصل ہشتم

سب سے پہلے وہ اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے:-

"تم سب کے بارے میں ہم خدا کا شکر ہمیشہ بجا لاتے ہیں۔ اور اپنے خدا اور باپ کے حضور تمہارے ایمان کے کام اور محبت کی محنت اور اُس امید کے صبر کو بلاناغہ یاد کرتے ہیں۔ جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کی بابت ہے۔"

اس کے بعد خیال میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اور وہ اُن الزامات کے متعلق سوچنے لگ جاتا ہے جو اُس کے دشمن اُس پر لگا رہے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ دیگر رسولوں کی طرح رسول نہیں ہے۔ اُس کی خدمت میں خود غرضی ہے اور کہ اُس کا غریبوں کے لیئے روپیہ جمع کرنا بھی مشتبہ ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:۔

"تم کو معلوم ہے کہ نہ کبھی ہمارے کلام میں خوشامد پائی گئی۔ نہ وہ لالچ کا پردہ بنا۔ خدا اس کا گواہ ہے . . . . تم کو ہماری محنت اور مشقت یاد ہوگی۔ کہ ہم نے تم میں سے کسی پر بوجھ نہ ڈالنے کی غرض سے رات دن محنت مزدوری کرکے تمہیں خدا کی خوش خبری کی منادی کی۔"

"مجھے تمہیں دوبارہ دیکھنے کی کمال آرزو ہے۔ میں نے تمہارے پاس آنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ میں تمہارے متعلق بہت فکرمند رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے اتھینے میں اکیلا رہ جانا منظور کیا۔ مگر تیمتھیس کو تمہارے پاس بھیجدیا۔ وہ ابھی واپس آیا ہے۔ اور خوشی کی خبر لایا ہے۔ اور اب میرے دل کو تسلی ہے۔ کیونکہ اب اگر تم خداوند میں قائم ہو تو ہم زندہ ہیں۔"

"اور اب میں تمہیں تمہارے چال چلن کی نسبت لکھنا چاہتا ہوں۔ شہوت پرستی سے بچو۔ کیونکہ یہ تمہاری گذشتہ زندگی میں ایک خاص گناہ تھا اور آیندہ بھی اس کا خطرہ ہے۔ یاد رکھو کہ خدا نے ہم کو ناپاکی کے لیئے نہیں۔ بلکہ پاکیزگی کے لیئے بُلایا ہے۔"

"مگر برادرانہ محبت کی بابت تمہیں کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ تم آپس

میں محبت کرنے کی خدا سے تعلیم پا چکے ہو۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم چپ چاپ رہنے اور محنت کرنے کی عادت سیکھو۔ خداوند کے آنے کے متعلق پریشان اور بے چین مت ہو۔ وہ جب مناسب سمجھیگا آجائیگا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کس دن آئیگا لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب وہ آئے تو تمہیں روزمرہ کا کام اچھی طرح کرتے پائے تاکہ باہر والوں کو ہمارے متعلق عیب گیری کا موقع نہ ملے۔"

اس کے بعد پولوس اُن کا خیال کرتا ہے جو ماتم کر رہے ہیں اور جن کو اس بات کا رنج ہے کہ اُن کے عزیز جو مر گئے ہیں خداوند کی آمد ثانی سے محروم رہ جائیں گے۔ اور اُسے اُن پر ترس آتا ہے۔ لہٰذا وہ شاندار الفاظ تحریر کرواتے جاتے ہیں۔ جو ہر زمانہ میں ماتم کرنے والوں کے لیئے باعثِ تسکین ثابت ہوئے ہیں۔

"ہم نہیں چاہتے کہ جو سوتے ہیں اُن کی بابت تم ناواقف رہو۔ تاکہ اوروں کی مانند جو ناامید ہیں غم نہ کرو۔ کیونکہ جب ہمیں یہ یقین ہے کہ یسوع مر گیا اور جی اٹھا تو اسی طرح خدا اُن کو بھی جو سوئے ہیں۔ یسوع کے وسیلے سے اُسی کے ساتھ لے آئیگا چنانچہ ہم تم سے خداوند کے کلام کے مطابق کہتے ہیں کہ ہم جو زندہ ہیں اور خداوند کے آنے تک باقی رہیں گے سوئے ہوؤں سے ہرگز آگے نہ بڑھیں گے۔

"کیونکہ خداوند خود آسمان سے اُتر آئیگا۔ اُس وقت للکار اور مقرب فرشتے کی آواز سنائی دیگی۔ اور خدا کا نرسنگا پھونکا جائیگا۔ اور پہلے تو مسیح میں مُوئے ہوئے جی اُٹھیں گے۔ پھر ہم جو زندہ باقی ہونگے اُن کے ساتھ بادلوں پر اُٹھائے جائیں گے۔ پس تم ان باتوں سے ایک دوسرے کو تسلی دیا کرو۔" اس کے بعد چند مختصر عملی نصیحتیں کی جاتی ہیں۔

"ہر وقت خوش رہو۔ بلاناغہ دعا مانگو۔ ہر ایک بات میں شکرگذاری کرو۔ روح کو نہ بجھاؤ۔ ہر قسم کی بدی سے بچے رہو۔"

خط کے آخر میں پولوس اپنے ہاتھ سے چند الفاظ لکھتا ہے۔

"خداوند جو اطمینان کا چشمہ ہے۔ آپ ہی تم کو بالکل پاک کرے۔ اور تمہاری روح اور جان اور بدن ہمارے خداوند یسوع مسیح کے آنے تک پورے پورے اور بے عیب محفوظ رہیں۔ خدا تمہارے متعلق میری دُعا سُنیگا۔ تم بھی میرے لئے دُعا مانگو۔ میں تمہیں خداوند کی قسم دیتا ہوں کہ یہ خط سارے بھائیوں کو سنایا جائے۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تم پر ہوتا رہے"۔

میری استدعا ہے کہ آپ اس خط کو یکبار ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ جائیں۔ آپ پندرہ منٹ میں اُسے ختم کر سکتے ہیں۔ اور جب آپ پڑھ رہے ہیں۔ تو اُس غریب خیمہ دوز کو اپنے تصوّر کے سامنے رکھیں۔ جو اس خط کو لکھ رہا ہے۔ اور جس کے دل میں خدا کی خوشی ہے۔ اور جو اپنے دوستوں کو پیار کرتا ہے۔ اور ہر وقت اُن کے لئے ہمدرد اور فکرمند ہے۔ اپنے آپ کو پولوس کی جگہ متصور کیجئے۔ خط میں جی اور جان کو داخل کیجئے۔ اور اُسے حقیقت کا جامہ پہنائیے۔

فصل نہم

چند مہینوں کے بعد وہ پھر لکھتا ہے۔ اس خط کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ خط پہلے خط کی طرح دلچسپ نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس نے سُنا ہے۔ کہ تھسلنیکی کے لوگ توازن کھوتے جا رہے ہیں۔ اُن میں ہر وقت مسیح کی آمد ثانی کے انتظار کی وجہ سے پریشانی اور بیقراری ہے۔ روزمرہ کے کاروبار میں اُن کا دل نہیں لگتا۔ مسیح کی دوبارہ آمد کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ گاتے ہیں اور دُعائیہ اجلاس کرتے ہیں۔ اور خداوند کے آنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔

تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلیسیا میں اس قسم کا انتظار مختلف موقعوں

بظاہر ہوا ہے۔ ۱۰۰۰ء میں۔ اصلاح کے وقت۔ دیگر اوقات پر۔ بلکہ پچاس سال ہوئے کہ مذہبی دیوانوں نے شور مچا دیا تھا۔ اور دُنیا کے آخر کے متعلق پیشگوئیاں شروع کر دی تھیں۔ چند سال ہوئے جنگ عظیم کی وجہ سے بھی پھر اسی قسم کے خیالات برپا ہو گئے تھے۔

اس خط کا مقصد تھسلنیکی مسیحیوں کے توازن اور سکون کو دوبارہ قائم کرنا ہے۔ نیو انگلینڈ (New England) کا ایک واقعہ اس خط کے موضوع کی خوب توضیح کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اُن دنوں جب کہ دُنیا کے خاتمہ کے متعلق بہت گفت و شنید ہو رہی تھی ایک روز دوپہر کے قریب جب کہ اسمبلی کے اجلاس ہو رہے تھے یکایک اندھیرا چھا گیا۔ حاضرین خوفزدہ ہو گئے اور چلا اُٹھے "یہ مسیح کی آمد ہے اور دُنیا کا خاتمہ ہے"۔

معزز صدر نے نہایت متانت سے کہا "چراغ لاؤ۔ اگر خداوند آ رہا ہے تو مناسب ہے کہ وہ ہمیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشغول پائے"

تھسلنیکیوں کے نام کے دوسرے خط کا مفہوم یہی ہے۔

باب یازدہم

اِفسُس کی ارتمس دیوی

تھسلنیکیوں کے نام خطوط لکھنے کے بعد پولوس کرنتھس ہی میں ٹھہرا رہتا ہے اور ادنیٰ ترین لوگوں میں یعنی غلاموں اور دیگر رذیل قوموں میں مسیح کی کلیسیا قائم کرتا ہے۔ ایک پہلو سے تو یہ کام ایک نہایت ہی جلالی کام تھا۔ جو ایمان کی تقویت کا موجب اور مسیح کی بے بیان قدرت کا جو بدترین گناہگاروں کو تبدیل کر دیتی ہے زبردست ثبوت تھا۔ لیکن دوسرے پہلو سے جیسا کہ آگے چل کر ظاہر ہوتا ہے ایک نحیف بُنیاد کو قائم کرتا ہے۔ اور اگر اُس کا بانی خود اُن لوگوں کے درمیان نہ رہے تو اس قسم کی بنیاد نہایت ہی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اسی لیئے شاید پولوس عنقریب دو سال تک اُن کے درمیان رہتا ہے۔

لیکن اُسے آگے بھی جانا ہے۔ اُس کے سپرد اُس وقت کی تمام مہذّب دُنیا کو انجیل سُنانے کی خدمت ہے۔ وہ ایک ہی جگہ نہیں رہ سکتا۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتا ہے کہ کرنتھس میں پرسبٹر مقرر کر دے اور اُنہیں ہدایت کر کے کلیسیا کو خداوند کے حوالے کر دے۔

پس ۵۲ء کے شروع میں وہ عید فسح کے منانے کی غرض سے یروشلیم کا رُخ کرتا ہے۔ اور پھر انطاکیہ کو جو ستونوں کا شہر ہے اور جو اُس کی تبلیغی مساعی کی ابتدا ہے چلا جاتا ہے۔ پانچ سال ہوئے وہ اسی جگہ سے اپنے دوسرے مشنری سفر پر

ہوا تھا۔ ہمارے پاس وقت نہیں کہ ہم اُس کی کل حرکات و سکنات کا مفصّل بیان کریں۔ آپ خود اُس دلچسپی اور خوشی کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو اُسے یروشلیم میں عید فسح کے موقع پر حاصل ہوئی ہوگی۔ جب کہ وہ ہر ملک کے پرستاروں کے ساتھ عبادت میں شامل ہوا ہوگا۔ آپ خود اُس مُسرّت کو متصور کر سکتے ہیں۔ جو دیگر رسولوں کی ملاقات اور اپنی خدمت کی سرگذشت کے بیان کرنے سے حاصل ہوئی ہوگی۔ تاہم میرا خیال ہے کہ وہ اس ملاقات سے اُس درجہ تک لُطف اندوز نہ ہوا جس درجہ تک توقع کی جا سکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کی رائے میں یروشلیم کے مسیحی بُزدل۔ تنگ خیال اور مُتعصّب ہیں۔ وہ اُس کی غیر قومی خدمت اور اُس کے طریقوں کو حیرت افزا اور اضطراب انگیز خیال کرتے ہیں۔ اس کے برعکس انطاکیہ میں جو اب اُس کا گھر ہے بڑے تپاک سے اُس کا خیر مقدم ہوتا ہے۔ یہ کلیسیا غیر قومی مسیحیت کی ماں ہے۔ اور پولوس اُن کا مسلّمہ [illegible] دلبر ہادی ہے۔ وہ لوگ اُس سے خاص اُنسیت رکھتے ہیں۔ اور اُنہیں یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ اُنہوں نے اُسے اپنے خداوند کی عالمگیر خدمت کے لیے روانہ کیا تھا

کیا ہی خوب ہو اگر وہ اُن کے ساتھ رہ سکے۔ لیکن یہ اُس کے لیے ممکن نہیں اُس کی خدمت کی وُسعت اُس پر منکشف ہوتی جاتی ہے۔ عمر کا اختتام نزدیک ہے کام بہت ہے۔ لہٰذا وہ اپنے عزیز شہر انطاکیہ کو خیرباد کہہ کر اپنی زندگی کی سب سے [illegible] اور بابرکت منزل میں داخل ہوتا ہے۔ اُسے شاید معلوم نہیں کہ اُسے پھر انطاکیہ [illegible] نصیب نہ ہوگا۔ بلکہ روم میں جام شہادت نوش کرنا ہوگا۔

فصل دوم

اُس کی خدمت کا پہلا حصہ اُس کی اُسقفی ملاقاتیں ہیں۔ وہ اُن کلیسیاؤں میں جو اُس نے خود قائم کی ہیں جاتا ہے اور اُنہیں مضبوط کرتا ہے۔ وہ اپنے لڑکپن کے وطن ترسس میں سے گذرتا ہوا لسترہ میں آتا ہے جو اُس کے نوجوان ساتھی تیمتھیس کا وطن ہے۔ اس سفر میں ہر جگہ اُس کے ساتھ ساتھ جانا ناممکن ہے میں صرف اُس کی آخری منزل کا ذکر کرونگا۔ جب کہ وہ افسس میں داخل ہوتا ہے اور اُسے مسیح کی بادشاہت کے لیئے فتح کرنا چاہتا ہے۔ جہاں تک قیاس کیا جا سکتا ہے تیمتھیس اُس کے ساتھ ہے۔ علاوہ اس کے ایک اور نوجوان طیطس نام اُن کا ہم سفر ہے جو اس وقت سے اُس کی زندگی کا ساتھی اور ہم خدمت بن جاتا ہے۔ اس بڑے غیر مسیحی شہر میں کون اُس کا منتظر ہے۔ اُس کے پرانے دوست۔ جو کرنتھس کے خیمہ دوز ہیں۔ یعنی اکولہ اور پرسکلا۔ آپ خود اُس راحت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جو ایک رنج دیدہ اور متفکر شخص کو حاصل ہوئی ہوگی۔ جب کہ وہ اُن مہربان دوستوں کو ملتا ہے جو اُس کے خیر مقدم کو موجود ہیں۔

کلیسیا کے نکتہ خیال سے افسس جیسے شہر میں دخل پانا نہایت ہی اہم اور ضروری تھا۔ کیونکہ وہ ایک مرکزی شہر تھا اور اُس کے چاروں طرف عمدہ رومی سڑکیں پھیلی ہوئی تھیں۔ افسس کے ضلع میں وہ چھ قصبے پائے جاتے جو یوحنا عارف کے مکاشفہ کی وجہ سے مشہور ہو گئے ہیں یعنی سردیس۔ سمرنا۔ فلدلفیہ لودیکیہ۔ پرگمن اور تھواتیرہ جو لدیاہ قرمز فروشہ کا شہر تھا۔ مقدس یوحنا جیسا کہ آپ سے مخفی نہیں اپنی عمر کے آخری حصہ میں افسس کا اُسقف مقرر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے یہ کلیسیائیں اُسے بہت عزیز تھیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "سردیس کی کلیسیا کے

فرشتے کو" "تھواتیرہ کی کلیسیا کے فرشتے کو" وغیرہ۔ غالباً اسی دورے میں یہ کلیسیائیں قائم کی جاتی ہیں۔ لہٰذا افسس ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ لیکن یہ استحقاق اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پچاس سال کے بعد افسس ہی میں یوحنا کی انجیل تصنیف ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ اُس دن جب کہ پولوس تن تنہا افسس میں داخل ہوتا ہے کوئی شخص اُس اہمیت و منزلت کی پیش خبری نہیں کر سکتا جو آنے والے زمانوں میں خدا کی کلیسیا کی زندگی میں افسس کو حاصل ہوگی۔

لیکن اُس روز کوئی ایسے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ افسس اُس زمانے کی غیر مسیحی طاقتوں کا ایک زبردست مرکز ہے۔ اُس کی شہرت زیادہ تر ارتمس دیوی کے شاندار مندر کی وجہ سے ہے۔ جو دُنیا کے سات عجائبات میں سے ایک ہے۔ آسیہ کے کُل صوبہ نے اُس کی تعمیر میں امداد کی ہے۔ قرب و جوار کے سب یونانی شہر اُس کے معتقد معلوم ہوتے ہیں۔ ہر اعتبار سے غیر مسیحیت کا مضبوط قلعہ ہے آج بھی آپ اُس کی تصویر افسس کے سکوں پر جو برطانیہ کے عجائب خانہ میں ہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اُسی تصویر میں اُس کی سیاہ اور بدہیئت مورت کی شبیہ ہے۔ جو زیوس کی طرف سے گری تھی"۔ اہل افسس اس سیاہ مورت اور اُس شہرت پر بہت نازاں تھے۔ جو اُنہیں ارتمس کی دیوی کے مندر کی وجہ سے حاصل تھی۔ ارتمس کی پوجا کی وجہ سے افسس کا شہر سحر اور ہر قسم کی جادوگری کا مرکز بنا ہوا تھا۔ علانیہ طور پر ساحر افسوں گری کیا کرتے تھے۔ اور بدروحوں تاریکی کی طاقتوں اور روحوں کو بلا کر اپنے فریب خوردہ معتقدوں کو پریشان کیا کرتے تھے۔ اور اُن سے روپیہ لوٹتے تھے۔ آپ کو یاد ہے کہ پولوس افسیوں کو لکھتا ہوا ان ہی باتوں کا ذکر کرتا ہے "کیونکہ ہمیں خون اور گوشت سے کشتی نہیں کرنی ہے بلکہ حکومت والوں اور اختیار والوں اور اس دُنیا کی تاریکی کے حاکموں

اور شرارت کی اُن رُوحانی فوجوں سے جو آسمانی مقاموں میں ہیں ہر
ذرا اُس غریب مُبشّر کا خیال تو کیجئے جسے شیطان کے اس مسکن کا مقابلہ کرنا
ہے۔ اور اس جنگ میں اُس کے ہتھیار سوائے یسوع کی مختصر سی داستان کے
جو بظاہر بعید از عقل معلوم ہوتی ہے۔ اور روٹی اور مے کی عبادت کے اور کچھ
نہیں ہیں اور انہی سے وہ اس غیر مسیحی شہر کو جس کی آبادی پانچ لاکھ ہے اپنے
خداوند کے لیئے فتح کیا چاہتا ہے۔ فرد مسیح اُس کے لیئے ایک زبردست حقیقت
ہوگا۔ اسی لیئے وہ اس مہیب خدمت کے لیئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ یقیناً پولوس
کے دل میں خدا کے ازلی بیٹے کی حضوری اور قدرت کے متعلق لامحدود ایمان
تھا۔ ورنہ اُس کی تمام امیدیں وہم وخواب سے زیادہ اہمیت نہ رکھتیں۔
خدا کا بیٹا آج بھی اُسی طرح حقیقی اور قادر اور ہمارے قریب ہے۔ لیکن افسوس
ہے کہ ہم دُنیا کو اُس کی خاطر زیر وزبر نہیں کر سکتے۔ حقیقت میں ہم بے وقوف
اور سُست اعتقاد ہیں۔ اے خداوند۔ ہمارے ایمان کو بڑھا۔

فصل سوم

اِفسُس کی خدمت کے شروع ہی میں پولوس کو بارہ آدمی ملتے ہیں۔ ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ وہ بپتسمہ یافتہ مسیحی ہیں۔ لیکن وہ اُنہیں مل کر کچھ حیران ہوتا ہے۔ کیونکہ
اُن کے خیالات ناقص ہیں۔ لہٰذا وہ اُن سے دریافت کرتا ہے۔ "کیا تم نے ایمان
لاتے وقت روح القدس پایا؟" اُن دنوں رُوح القدس کا انعام بپتسمہ کے بعد
رسولوں کے ہاتھ رکھنے سے حاصل ہوتا تھا۔" اُنہوں نے اُس سے کہا کہ ہم نے
تو سُنا بھی نہیں کہ رُوح القدس نازل ہوُا ہے۔ چنانچہ رسول اُن سے پوچھتا
ہے۔ "پس تم نے کس کا بپتسمہ لیا"؟ جواب ملتا ہے کہ "یوحنا کا بپتسمہ"۔ اس طرح اُسے

معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ یوحنا اصطباغی کی تعلیم کے پیرو ہیں۔ اور کبھی اس سے
آگے نہیں بڑھے۔ چنانچہ وہ اُنہیں مسیح اور روح القدس کے انعام کی نسبت پوری
تعلیم دیتا ہے۔ اور بپتسمہ کے لیے اپنے نائبوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ بعد اس کے اُن
پر اپنے ہاتھ رکھتا ہے اور رُوح القدس اُن پر نازل ہوتا ہے۔

پولوس کے لیے یہ ایک نہایت دلچسپ تجربہ تھا۔ لیکن بعد میں جب وہ
اکولہ اور پرسکلہ سے گفتگو کرنے لگتا ہے تو اُس کی دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے
اور وہ اُسے اُن باتوں کے متعلق آگاہ کرتے ہیں۔ جو اُس کی غیر حاضری میں واقع
ہوئی ہیں۔ چنانچہ وہ اُسے ایک اور شخص کی نسبت جو بڑا عالم خوش تقریر اور
کتاب مقدس کا ماہر تھا بتلاتے ہیں۔ اُس کا نام اپلوس تھا۔ پولوس کے آنے سے
پہلے اُس کی تقاریر نے اہلِ اِفسُس کو بہت متاثر کیا تھا۔ باوجود اپنی ناقص تعلیم
کے وہ اصطباغی کی طرح خداوند کا راستہ تیار کر رہا تھا۔ ایک دن اکولہ اور پرسکلہ
اُس کی تقریر سُننے گئے۔ اُس کا کلام پُر زور تھا۔ لیکن اُس میں پولوس کا تجربہ موجود
نہ تھا۔ اُنہوں نے معلوم کیا کہ مبلغ میں ایک بات کی کمی ہے جو اُن کے پاس ہے۔
چنانچہ وہ اُس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرتے ہیں۔ اُن بندگانِ خدا کے ساتھ
سلکِ محبت میں منسلک ہو جانا کسی کے لیے بھی مشکل نہ تھا۔ چنانچہ وہ اکثر اُن کے
ہاں آیا کرتا تھا۔ اور وہ اُس کو خدا کے متعلق صحیح تعلیم جیسی کہ اُنہوں نے خود پولوس
سے حاصل کی تھی دیتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ کرنتھس کو چلا گیا اور وہاں یسوع
مسیح کی منادی کرنے لگا۔

یہ تمام خبریں پولوس کے لیے باعث راحت ثابت ہوتی ہیں۔ یہ باوفا دوست
خود تو منادی نہیں کر سکتے۔ مگر وہ محبت کا سلوک کر سکتے ہیں۔ اور مذہب کو جاذبِ
توجہ بنا سکتے ہیں۔ اور اپنے سیدھے سادے الفاظ میں اُس خداوند کی گواہی دے

سکتے ہیں۔ جو انہیں جان سے زیادہ عزیز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کی ملاقات اکولہ اور پرسکلہ ہو جائے تو آپ بھی بہت ہی محظوظ ہوں۔

کرنتھس میں کچھ عرصہ کے بعد ایک جھگڑا سا برپا ہو جاتا ہے۔ چونکہ اپلوس پولوس کی نسبت زیادہ خوش تقریر اور پُرکشش تھا۔ اس لیے کئی ایک کرنتھس کے مسیحی زمانہ جدید کے مسیحیوں کی طرح اُس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ پولوس پر فوقیت رکھتا ہے۔ آگے چل کر ہم پھر اس کا ذکر کریں گے۔

فصل چہارم

حسب دستور پولوس یہودیوں کے عبادت خانہ سے اپنی خدمت شروع کرتا ہے اور حسب دستور یہودی اُسے نکال دیتے ہیں۔ اُن کے لیے ایک مصلوب مسیح کی ذلت اور شرمندگی کا برداشت کرنا ناممکن ہے۔ انسانی تواریخ کے نہایت ہی پُراسرار اور المناک واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ خداوند کے اپنے لوگ جو ایک ہزار سال سے مسیح موعود کا انتظار کر رہے تھے اُس کے آنے پر اُسے رد کر دیتے ہیں یوحنا رسول اسی حقیقت کو پُرملال الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ "وہ اپنوں کے پاس آیا اور اُس کے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا"۔

مگر ایک مدرس بنام تُرنس نے اپنا مدرسہ اُن کے سپرد کر دیا تاکہ وہ اوقات تدریس کے بعد اُسے استعمال کریں۔ چنانچہ پولوس وہاں دو سال تک بڑی فروتنی سے اور آنسو بہا بہا کر . . . . . . خداوند کی خدمت کرتا رہا . . بلکہ یہودیوں اور یونانیوں کے روبرو گواہی دیتا رہا کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا اور ہمارے خداوند یسوع مسیح پر ایمان لانا چاہیے"۔ آج بھی کلیسیا کو یہی سیدھی سادھی خوشخبری پیش کرنی ہے۔ یہ خوشخبری نہایت ہی عام فہم اور عملی ہے۔ اس کے سمجھنے میں بڑی ذہانت

کی ضرورت نہیں۔ بیوقوف سے بیوقوف بھی اُسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ انسان سے صرف یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور ندامت کا اظہار کرے مصمم ارادے کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کرے اور پھر کامل ایمان کے ساتھ اپنے آپ کو مسیح کے حوالے کر دے۔

فصل پنجم

خدا کی برکت سے جو ہمیشہ پولوس کا محافظ و مددگار ہے۔ یہی سیدھی سادھی انجیل افسس میں باوجود اُس کے ناقابلِ بیان گناہوں۔ بُت پرستیوں اور جادو گریوں کے ایک زبردست قدرت ثابت ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ نہ صرف اہل افسس بلکہ کُل آسیہ کے رہنے والوں کیا یہودی کیا یونانی۔ سب نے خداوند کا کلام سُنا"۔ پھر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا کی تعداد اس قدر بڑھ گئی۔ کہ کئی ایک بزرگوں یا پرسبٹروں کی ضرورت پڑی کہ جماعت کا انتظام کریں۔ پھر کلام ایک اور منظر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس کو بھول جانا ناممکن ہے۔ ایک سرگرم بھیڑ ہے جس کے سامنے ہر قسم کے ساحر اور جادوگر اپنی اپنی کتابیں لاتے ہیں اور سپردِ آتش کر دیتے ہیں۔ جب کہ یہ کتابیں جل رہی ہیں۔ اور مسیحی خدا کی تعریف کر رہے ہیں۔ بعض لوگ اُن کتابوں کی قیمت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عنقریب پچاس ہزار کی تھیں۔ پولوس اس آتشزدگی کو دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوتا ہے اور خدا کا شکر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ مسیحی مذہب کی عظمت اور افسس میں اُس کے پیارے خداوند کی شاندار فتح کا ایما ہے۔

فصل ششم

لیکن ایسے اوقات پر شیطان بھی برسرِ پیکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایک اور سنسنی خیز واقعہ ظہور میں آتا ہے۔ مئی کا مہینہ ہے۔ جو ارتمس دیوی کا مہینہ کہلاتا ہے۔ کُل آسیہ سے لوگ جشنِ سالانہ کے لیے افسس میں جمع ہو رہے ہیں۔ بعض اُن شہروں سے آئے ہیں جو ساحل پر آباد ہیں اور بعض علاقہ کے اندرونی حصّوں سے تشریف لائے ہیں۔ سب کے سب اپنے شاندار قومی لباس میں ملبّس ہیں۔ اُن کا مقصد اُن کھیلوں اور تماشوں میں شامل ہونا ہے جو اُن کی دیوی کی تعظیم و تکریم میں مرتب کیئے جاتے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی شاندار منظر تھا جو یہودیوں کے دل میں ضرور اُس دیرینہ تواریخی واقعہ کی یاد کو تازہ کرتا ہوگا۔ جب کہ بابل میں نبوکدنضر نے سونے کی مُورت بنوائی تھی۔ اور سدرک۔ میسک اور عبدنجو نے اُس کے سامنے گرنے اور سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔

یہ موقع مندروں اور مُورتوں کے بنانے والوں کی کمائی کا موقع ہوتا تھا۔ لیکن اس سال اُن کی بکری بہت کم ہے۔ مسیحی یہ تعلیم دیتے رہے ہیں کہ "جو ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں وہ خدا نہیں ہیں"۔ چوک میں جو آتشزدگی ہوئی تھی اُس نے بھی لوگوں پر بہت اثر کیا ہے اور وہ ان باتوں کے متعلق سوچ رہے ہیں۔ مُورت بنانے والوں کا پیشہ معرضِ خطر میں ہے۔

لہٰذا اس طرب و نشاط کے درمیان دیمتریس نام ایک سُنار اپنے ہم پیشہ لوگوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے اور مذہب کے موضوع پر تقریر کرتا ہے۔ اُسے مذہب کی تذلیل کی برداشت نہیں۔ خاص کر جب اُس کا اثر اُس کی آمدنی پر بھی پڑے۔ یہ بشریت کی صحیح تصویر ہے۔ جب محصول کا نرخ معاشی کی تجارت کے لیئے نقصان

ثابت ہوتا ہے تو کسان مُلک کو معرضِ خطر میں دیکھتے ہیں۔ اور اخبارات میں شعلہ ۔۔۔ جاتے ہیں جب شراب نوشی کی ممانعت کا اثر منشیات کی تجارت پر پڑتا ہے۔ تو ۔۔۔ لوگ رعایا کی آزادی کے تحفظ کے متعلق دُھواں دھار تقریریں کرتے ہیں۔ لہٰذا دیمتریس کو بھی اس بات کی بڑی فکر ہو جاتی ہے کہ "بڑی دیوی ارتمس کا مندر بھی ناچیز ہو جائیگا۔ اور جسے تمام آسیہ اور ساری دُنیا پُوجتی ہے۔ خود اُس کی بھی عظمت جاتی رہے گی"۔

بہت جلد یہ آگ تمام بھیڑ میں پھیل جاتی ہے اور اُن کا رُخ یہودیوں کی رہائش گاہ اور خیمہ دوز کے کارخانہ کی طرف ہو جاتا ہے۔ اُن کا ارادہ پولوس کو پکڑنے کا ہے اور اگر وہ اُنہیں اس وقت مل جاتا تو یہ تمام قصہ وہیں ختم ہو جاتا لیکن پولوس گھر میں نہیں ہے۔ اس میں اکولہ اور پرسکلہ کی دور اندیشی نظر آتی ہے۔ رومیوں کو لکھتا ہوا پولوس اُن کے متعلق کہتا ہے "اُنہوں نے میری جان کے لیئے اپنا سر دے رکھا تھا"۔ الغرض وہ بھیڑ کی دست بُرد سے بچا رہتا ہے۔ لیکن جب اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے دوست خطرے میں ہیں۔ تو وہ تماشہ گاہ میں جانا چاہتا ہے۔ مگر شاگردوں نے جانے نہ دیا۔ اور آسیہ کے چند حاکموں نے جو کھیلوں کا انتظام کرنے والوں میں سے تھے۔ اُسے کہلا بھیجا کہ "تماشہ گاہ میں جانے کی جرأت نہ کرنا"۔ چنانچہ دو گھنٹے تک بھیڑ افسس کے گلی کوچوں میں چلاتی رہی کہ "افسیوں کی ارتمس بڑی ہے"۔ یہاں بھیڑوں کی عقلمندی کی طرف ایک نہایت ہی ذُرست اور دلچسپ اشارہ ہے "اکثر لوگوں کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ ہم کس لیئے اکٹھے ہوئے ہیں"۔

ہمارا یقین ہے کہ پولوس اور شاگرد دُعا مانگ رہے تھے۔ ہمارا یہ بھی یقین ہے۔ کہ خداوند اپنی چھوٹی سی کلیسا کی محافظت کر رہا ہے۔ اور کہ وہ انسان کے

دل کی خواہ وہ مسیحی ہوں یا غیر مسیحی ہدایت و راہنمائی کر سکتا ہے۔ دو گھنٹے تک چلانے سے بھیڑ کچھ تھک جاتی ہے۔ اور یُوں یہ بلوہ جس سے خطرناک نتائج مرتب ہو سکتے تھے۔ شہر کے محرر کی دانشمندانہ تقریر سے ختم ہو جاتا ہے "دو تم اطمینان سے رہو اور بے سوچے کچھ نہ کرو۔ اگر دیمیتریس اور اُس کے ہم پیشہ کسی پر دعویٰ رکھتے ہوں۔ تو عدالت کھلی ہے۔ اور اگر تم کسی اور امر کی تحقیقات چاہتے ہو۔ تو باضابطہ مجلس میں فیصلہ ہوگا۔ کیونکہ آج کے بلوے کے سبب ہمیں اپنے اوپر نالش ہونے کا اندیشہ ہے"۔ گو پولوس کی جان تو بچ جاتی ہے تاہم اُس خط سے جو وہ اس وقت افسس سے لکھتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے بڑی سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ "میں انسان کی طرح افسس میں درندوں سے لڑا۔ زندگی تک سے نا امید ہو گیا۔ میں نے مُکے کھائے۔ بدنام کیا گیا۔ ستایا گیا۔ دُنیا کے کوڑے اور ساری چیزوں کی جھڑن کی مانند بنا۔"

لیکن باوجود مذکورہ بالا الفاظ کے پولوس اپنی جسمانی تکالیفات کی چنداں پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن ایک آیت میں وہ ایک بوجھ کا ذکر کرتا ہے جسے ہم اکثر نظر انداز کر دیا کرتے ہیں۔ "ساری کلیسیاؤں کا فکر مجھے ہر روز آ دباتا ہے"۔ اس کا ذکر میں اس جگہ اس لیے کرتا ہوں کیونکہ یہ پولوس کے خط کا جو کرنتھیوں کے نام اس وقت افسس سے لکھا گیا دیباچہ ہے۔

فصل ہفتم

"ساری کلیسیاؤں کا فکر"۔ اس تمام مصیبت کے وقت میں پولوس اُن متحد کلیسیاؤں کے لیئے جو اُس نے قائم کی ہیں نہایت ہی فکرمند ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ کمزور ہیں۔ اور چھوٹی سی بات سے ایمان سے پھر سکتی ہیں۔ خاص

طور پر اُسے کرنتھس کی نوعمر کلیسیا کا خیال ہے۔ جسے ابھی حال ہی میں قائم کیا ہے کیونکہ اُن کے متعلق پریشان کُن افواہیں اُڑتی رہی ہیں۔ بدکردار غیر اقوام کا ایک پل بھر میں مقدس بن جانا ناممکن ہے۔ جب تو وہ اُن کے ساتھ تھا حالات ابھی ت... لیکن اس بات کو بھی تین سال ہونے آئے ہیں۔ وہ ماحول جس کے درمیان وہ زندگی بسر کرتے ہیں نہایت ہی غیر موافق ہے۔ جہاں مسیحی پاکیزگی اور دیانتداری مضحکہ خیز باتیں تصور کی جاتی ہیں۔ جہاں ہر ایک بات اُنہیں گناہ اور پُرانی زندگی کی طرف کھینچتی ہے۔ شروع میں جب اُنہوں نے مسیح کو قبول کیا تھا۔ تو ایسے سرگرم تھے کہ اُن کا خیال تھا۔ کہ وہ کبھی نہ گرینگے۔ لیکن کرنتھس بہشت نہ تھا خداوند ابھی واپس نہ آیا تھا۔ روزمرہ کی بے لُطف زندگی کے تجربات میں سے گذرنا ضرور تھا لہذا وہ آسمانی رویا مدھم پڑنے لگی۔

خوش تقریر مبلغ اپلوس افسس میں واپس آجاتا ہے۔ اُس نے غالب پولوس کو بتایا ہوگا کہ کرنتھس میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ لہذا پولوس کرنتھیوں کو ایک خط لکھتا ہے جو اب گم ہو گیا ہے (دیکھو ا کرنتھی ۵:۹) جس میں وہ اُنہیں نصیحت کرتا ہے کہ حرام کاروں کو کلیسیا سے خارج کر دیں۔

وہ جواب میں ایک خط تحریر کرتے ہیں۔ جو غرور اور خود پسندی سے بھرا ہوا ہے۔ اور پولوس کے لیے باعثِ رنج ثابت ہوتا ہے۔ اس خط میں وہ چند سوالات کرتے ہیں۔ مثلاً کیا نکاح ثانی مسیحیوں کے لیئے روا ہے؟ کیا مسیحی کو اپنی غیر مسیحی بیوی کو طلاق دینا چاہیے یا نہیں؟ کیا مسیح کی آمد ثانی کے خیال سے شادی کرنا مناسب ہے یا نہیں؟ کیا وہ گوشت جو بتوں کی قربانی میں استعمال کیا جائے کھانا جائز ہے؟ علاوہ ان کے وہ کلیسیائی عبادتوں۔ بالخصوص پاک عشاء کی عبادت کی نسبت ہدایات طلب کرتے ہیں۔ مُردوں کی قیامت کے متعلق بھی اُن کے کئی ایک شبہات

ہیں۔ چنانچہ اس مضمون پر بھی وہ روشنی ڈالتے ہیں۔ الغرض یہ خط بہت دلچسپ اور خوش کن نہیں ہے۔

اسی اثنا میں چند آدمی خلوئے کے خاندان سے آتے ہیں اور آ کے اور بھی بدتر باتیں بتاتے ہیں۔ آج کل جب کہ کلیسیا میں کوئی خرابی رُونما ہو جاتی ہے تو ہمارے سامنے ابتدائی کلیسیا کی نظیر پیش کی جاتی ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ اُس زمانہ میں ہر ایک شخص پاک اور خوش باش رہتا۔ لیکن پولوس کا تجربہ اس کی تائید نہیں کرتا۔ کلیسیا میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جو اُس کے لیے باعث راحت تھے۔ لیکن بہت جلد اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ کلیسیا میں تفرقے اور جدائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ عبادت میں اکثر بدانتظامی اور عدم تعظیم نظر آتی ہے۔ بعض لوگ عشائی عبادت میں مخمور ہو کر آتے ہیں۔ ناپاکی کی برداشت کی جاتی ہے ان تمام باتوں سے اُس کے دل کو انتہائی رنج پہنچتا ہے۔ اُن میں گناہ یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ ایک بپتسمہ یافتہ شخص علانیہ اپنے والد کے جیتے جی اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ گناہ میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اور کلیسیا اُس کو خارج نہیں کرتی۔ غالباً اس لیے کہ وہ دولتمند اور بارسوخ شخص ہے۔

پولوس پر کوہِ غم ٹوٹ پڑتا ہے۔ اگر کوئی اور اُس کی جگہ ہوتا تو مایوس ہو کر اپنی خدمت سے دست بردار ہو جاتا۔ لیکن پولوس کسی اور مٹی کا بنا ہوا ہے یہ مسیح کی خدمت ہے اور مسیح پر اُسے پورا اعتبار ہے۔ اگر مسیح ان لوگوں کی جو ابھی غیر مسیحی گھروں سے کلیسیا میں آئے ہیں برداشت کر سکتا ہے۔ تو اُسے بھی برداشت کرنا ہو گی۔ چنانچہ وہ بڑی دعا اور رفاقت الٰہی میں رہنے کے بعد سوستھنیس کو کرنتھیوں کے نام کا پہلا خط لکھواتا ہے۔ جو پولوس کے خطوط میں سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ طوالت کے خوف سے میں صرف چند باتوں کا ذکر کروں گا۔ اور مجھے

امید ہے کہ ان سے آپ کو خط کی تلاوت میں مدد ملیگی۔

فصل ہشتم

سب سے پہلے رسول اُن خوبیوں کے لیے جو ابھی تک اُن میں خداوند یسوع مسیح کے فضل سے موجود ہیں خدا کا شکر کرتا ہے۔ پھر حسب ذیل نصیحت کرتا ہے۔

اب اے بھائیو! میں تم سے التماس کرتا ہوں کہ تم میں تفرقے نہ ہوں۔ تمہاری نسبت مجھ کو خلوئے کے گھر والوں سے معلوم ہوا کہ تم میں جھگڑے ہو رہے ہیں۔ یہ تم میں سے کوئی تو اپنے آپ کو پولوس کا کہتا ہے اور کوئی اپلوس کا۔ کوئی کیفا کا۔ کوئی مسیح کا!! کیا مسیح بٹ گیا؟ کیا پولوس تمہاری خاطر صلیب دیا گیا؟ یا تم نے پولوس کے نام پر بپتسمہ لیا؟ اپلوس کیا چیز ہے؟ اور پولوس کیا؟ خادم جن کے وسیلے سے تم ایمان لائے۔ کبھی ان باتوں کے متعلق بحث مت کرو۔ ہمیشہ مسیح کو اپنے سامنے رکھو۔ اور مسیح میں اپنی یگانگی قائم رکھو۔ میں تمہارے متعلق نہایت ہی شرمناک باتیں سنتا ہوں۔ لیکن تمہیں اُن کے متعلق کوئی افسوس یا ندامت نہیں۔ تم شیخی مارتے ہو گویا کہ میں تمہارے پاس مسیح کا رسول ہونے کے اختیار کے ساتھ آنے ہی کا نہیں۔ تم کیا چاہتے ہو؟ کہ میں لکڑی لے کر تمہارے پاس آؤں؟ میں نے اپنے خط میں تم کو یہ لکھا تھا۔ کہ حرام کاروں سے صحبت نہ رکھنا۔ مگر تم نے بڑی نخوت سے مجھے جواب دیا کہ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ اس صورت میں تو دُنیا ہی سے نکل جانا پڑیگا۔ میں نے تم کو در حقیقت

یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی بھائی کہلا کر حرامکار یا لالچی یا بُت پرست یا
گالی دینے والا یا شرابی یا ظالم ہو۔ تو اُس سے صحبت نہ رکھو۔ بلکہ
ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا۔ یہاں تک سُننے میں آیا ہے کہ تم سے
ایک مسیحی شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے۔ اور تم افسوس نہیں
کرتے۔ اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ کلیسیا کو ہمارے خداوند یسوع مسیح،
کے نام میں جمع کرو۔ اور ایسے شخص کو خارج کرو اس لیے کہ وہ جسم
کی ہلاکت کے لیے شیطان کے حوالے کیا جائے۔ تاکہ اُس کی رُوح
خداوند یسوع کے دن نجات پائے۔

ایک اور نقص تم میں پایا جاتا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو یہ جرأت
ہے کہ جب دُوسرے کے ساتھ مقدمہ ہو تو فیصلے کے لیے بیدینوں
کے پاس جائے؟ تاکہ وہ تمہارے محبّت کے مذہب کی ہنسی اُڑائیں
جو باتیں تم نے لکھی تھیں اُن کی بابت یہ ہے۔ اول نکاح اور نکاح
کی عصمت کے بارے میں میری ہدایات یہ ہیں۔ (ایک پورا باب
ان ہدایات کے لیے وقف کیا گیا ہے۔ مگر میں صرف ایک کا ذکر کرتا
ہوں یعنی اُس کا جو ایسے خاوند یا بیوی کے طلاق سے متعلق ہے
جو باایمان نہ ہو۔ اس کی نسبت رسول کہتا ہے کہ اول تو غیر مسیحیوں
سے شادی نہ کرو۔ لیکن اگر تمہاری شادی ہو چکی ہے تو جُدا نہ ہو
کیونکہ تمہیں کیا خبر ہے۔ کہ شاید تم اپنی بیوی یا خاوند کو اپنے مسیحی چال
چلن کی وجہ سے بچا لو“)

یہ معقول صلاح ہم سب کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ پولُوس کے زمانے میں
شاید اس قسم کی مشکل صُورتیں موجود نہ تھیں جیسی کہ آج کل افریقہ میں مختلف

مشنوں میں رونما ہو رہی ہیں۔ جہاں نو مرید کے پاس پہلے سے چھ غیر مسیحی بیویاں
موجود ہیں۔ مسیحی کے لیے کثیر الازدواجی تو جائز نہیں۔ لہٰذا کیا وہ تمام بیویوں کو
طلاق دے دے؟ یا اُن میں سے ایک کو رکھے؟ اور اگر ایک کو رکھے تو کونسی کو
رکھے؟ سب سے پہلی کو یا سب سے چہیتی کو؟ اس سوال نے اکثر کنیٹربری کے
آرچ بشپوں کو پریشان کیا ہے۔ ضرور یہ بشپ لوگ سوچتے ہونگے کہ کیوں پولوس
کے زمانے میں ایسی صورت نمودار نہ ہوگئی۔ تاکہ اس کے متعلق ہدایت مل جاتی۔

اب بتوں کی قربانیوں کے گوشت کھانے کی بابت یہ ہدایت ہے چونکہ
بُت کوئی چیز نہیں محض پیتل کا ایک ٹکڑا ہے۔ لہٰذا ایسے گوشت کے
کھا لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ تم آزاد تو ضرور ہو لیکن چاہیئے۔ کہ اپنی
آزادی کا جائز استعمال کرو۔ تمہیں کمزور بھائیوں کا جو کم علم ہیں
خیال رکھنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ تم ایسی باتوں سے جو درحقیقت
جائز ہیں اُن کی ٹھوکر کا باعث ہو۔ کیونکہ شاید اُن کا دل بتوں کی
قربانی کھانے پر دلیر ہو جائے۔ اگر میرے گوشت کھانے سے میرے
بھائی کو ٹھوکر لگتی ہے۔ تو میں کبھی گوشت نہ کھاؤنگا۔ تاکہ کہیں ایسا
نہ ہو کہ اُس کی ہلاکت کا مُوجب ٹھہروں۔

مسیحی ضمیر کی ہدایت کے لیے یہ ایک نہایت ہی اہم قانون ہے۔ ممکن ہے
کہ آپ اعتدال کے ساتھ شراب کا استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اُس حالت میں وہ آپ
کے لئے مُضر نہیں ہے۔ لیکن آپ کو اس بات کا بھی لحاظ رکھنا ہے کہ کہیں آپ
کی اس حرکت سے دوسروں کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا جو اعتدال سے ناواقف
ہیں۔ ایک مسیحی کے لیئے جس نے شوق سے عبادت کی ہے اور جو پاک عشاء میں
شریک ہو چکا ہے۔ سبت کے دن گالف کھیل لینا کوئی بُری بات نہیں ہے۔ فرض

کیجئے کہ آپ اپنے دو ایک دوستوں کے ہمراہ کسی غیر آباد جزیرہ میں ہیں۔ اور وہاں سبت کے روز کھیلوں میں شریک ہوتے ہیں۔ تو کچھ بھی ہرج نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ اس شہر میں جہاں سینکڑوں ایسے بے پرواہ اور لے خود مسیحی ہیں۔ جو عبادت سے عمداً جی چراتے ہیں ایسا کریں تو وہ ضرور اُن کے لئے بدنمونہ ثابت ہوگا کیونکہ وہ آپ کی قلبی کیفیت سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ آپ نے دلی شوق سے عبادت کی ہے۔ چنانچہ آپ کی یہ حرکت اُن کو گناہ کی طرف راغب کریگی۔ لہٰذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہم ہر وقت وہ کام نہیں کر سکتے جو بظاہر روا ہیں۔

اب پاک عشاء کے متعلق چند ہدایات دی جاتی ہیں۔ خداوند یسوع کی قربت میں مخمور ہو کر آنا کس قدر قبیح حرکت ہے۔ اس لیے کہ مسیح خود اس ساکرامنٹ میں موجود ہے۔ کیونکہ یہ بات مجھے خداوند سے پہنچی اور میں نے تم کو بھی پہنچا دی کہ خداوند یسوع نے جس رات وہ پکڑوایا گیا روٹی لی اور شکر کر کے توڑی اور کہا کہ "یہ میرا بدن ہے"۔ اسی طرح اُس نے پیالہ بھی لیا اور کہا کہ "یہ پیالہ میرے خون میں نیا عہد ہے۔ جب کبھی پیو میری یادگاری کے لئے یہی کیا کرو"۔ یہ روٹی جو ہم توڑتے ہیں سچ مچ مسیح کے بدن کی رفاقت ہے۔ اور یہ پیالہ جس پر ہم برکت چاہتے ہیں۔ درحقیقت مسیح کے خون کی رفاقت ہے۔

اس واسطے جو کوئی نامناسب طور پر خداوند کی روٹی کھائے۔ یا اُس کے پیالے میں سے پئے۔ وہ خداوند کے بدن اور خون کے بارے میں قصوروار ہوگا۔ کیونکہ جو کھاتے پیتے وقت خداوند کے بدن کو نہ پہچانے وہ اس کھانے پینے سے سزا پائیگا۔

اس کے بعد کئی ایک اور سوالات ہیں جو جواب طلب ہیں۔ لیکن اُن کے متعلق چھوٹے چھوٹے قوانین بنانے اور درست تفاصیل کا ذکر کرنے کے بجائے رسول اُن سب معاملات کو خداوند کی حضوری میں لے جاتا ہے اور سب کے متعلق خداوند کا جامع قانون یعنی قانونِ محبت پیش کرتا ہے۔

تم روحانی نعمتوں، کلیسیائی درجوں اور دنیوی تعلقات کے بارے میں قوانین طلب کرتے ہو۔ لیکن میں سب سے عمدہ طریقہ تم کو بتاتا ہوں۔ محبت صابر ہے اور مہربان۔ محبت حسد نہیں کرتی۔ محبت شیخی نہیں مارتی اور پھولتی نہیں۔ نازیبا کام نہیں کرتی سب کچھ یقین ہے۔ سب باتوں کی اُمید رکھتی ہے۔

آخر میں وہ عظیم الشان پندرھواں باب ہے۔ جو اُنیس صدیوں سے قیامت کے متعلق کلیسیا کا اعتقاد رہا ہے۔ موت کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ مسیح مابعد کی زندگی میں موجود ہے۔ اَے موت تیری فتح کہاں رہی؟ اے موت تیرا ڈنک کہاں رہا؟

سچ مچ خدا بدی سے بھی نیکی پیدا کر سکتا ہے۔ اگر کرنتھس کی کلیسیا میں یہ تمام شکوک اور غلط خیالات نہ ہوتے تو یہ جلیل القدر ابواب جو ضمیر اور محبت اور قیامت کے متعلق ہیں۔ شاید کبھی نہ لکھے جاتے۔

باب دوازدہم

ساری کلیسیاؤں کا فکر

ازمنۂ زیرِ غور یعنی ۵۶ء کے پہلے نو ماہ کی تفصیل بیان کرنا بہت آسان کام نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ معاملہ بہت دلچسپ ہے۔ مقدس لوقا اپنے روزنامچہ میں محض چند جملے اس عرصہ کے متعلق تحریر کرتا ہے۔ اور اگر ہمارا مقصد بھی محض پولوس کی زندگی کا مطالعہ کرنا ہوتا تو ہم بھی ضرور اسی عُجلت اور اختصار سے کام لیتے۔ لیکن ہمیں تو اُس کے خطوط پر بھی غور کرنا ہے۔ اور اُن خطوط میں سے تین اہم ترین خطوط اسی عرصہ میں لکھے گئے۔

پچھلے باب میں ہم نے دیکھا تھا کہ وہ اپنے نومریدوں کے متعلق جو کرنتھس میں تھے کس قدر فکرمند تھا۔ اُسی باب میں ہم نے اُسے اپنا سب سے زیادہ عجیب خط یعنی کرنتھیوں کے نام کا پہلا خط لکھتے دیکھا تھا۔ یہ خط اُس نے اپنے نوجوان ساتھی طیطس کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ اُس کے بعد کئی ایک ایسی خبریں موصول ہوتی رہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کرنتھس کے مسیحیوں کی حالت اُس سے بھی بدتر ہے جیسی کہ پہلے سُننے میں آئی تھی۔ یروشلیم کے متعصب مسیحی پھر اسی کوشش میں لگے رہے ہیں۔ کہ مسیح کے مُفت فضل کی انجیل کو شریعت کے لباس میں ملبّس کر دیں اور وہ کئی ایک لوگوں کو اپنے معتقد بنا چکے ہیں۔

احتمال ہے کہ کہیں کرنتھس کی کلیسیا بالکل درہم برہم نہ ہو جائے۔ چنانچہ پولوس ترواس میں بہت بے قرار ہے اور طیطس کا منتظر ہے کہ کرنتھس کی کوئی

ہوم لائبریری

اچھی خبر لائے۔

آپ ترواس سے جو ٹرائے (Troy) کے تواریخی خطہ میں آباد ہے واقف ہیں۔ اور آپ کو یاد ہے کہ چھ سال ہوئے وہ یہیں سے یورپ کی خدمت کے لئے روانہ ہوا تھا۔ اُس وقت یورپ میں صرف چار مسیحی تھے۔ یعنی وہ اور اُس کے تین ساتھی۔ لیکن اب سینکڑوں مسیحی نظر آتے ہیں اور کلیسیا قائم ہو گئی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ پولوس پھولے نہ سماتا۔ لیکن وہ خوش نہیں ہے۔ کیونکہ وہ افواہیں جو کرنتھس سے آ رہی ہیں اُنہوں نے اُسے رنجیدہ کر رکھا ہے۔ اور اُس کی اداسی اور مایوسی اس وجہ سے اور بھی بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ وہ پرانی تکلیف دہ اور حوصلہ شکن بیماری پھر حملہ آور ہو رہی ہے۔ جسے وہ "جسم میں کانٹا" کہتا ہے۔ کرنتھیوں کے نام کے دوسرے خط میں جس کا بیان آیندہ ہوگا۔ وہ فرماتا ہے کہ "اس کے بارے میں مَیں نے تین بار خداوند سے التماس کیا کہ یہ مجھ سے دُور ہو جائے مگر اُس نے مجھ سے کہا کہ میرا فضل تیرے لئے کافی ہے"۔

فصل دوم

ترواس سے رسول فلپی میں چلا جاتا ہے۔ اور وہاں قید خانے کے داروغہ اور لدیاہ اور دیگر دوستوں سے ملتا ہے۔ میرے خیال میں پولوس اپنے سب مریدوں میں فلپی کے لوگوں کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ وہیں آخر کار طیطس اُس سے آ ملتا ہے۔

پولوس اُسے دیکھتے ہی سوالات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے۔ "طیطس بتاؤ کرنتھس والوں کا کیا حال ہے؟ کیا کلیسیا معرضِ خطر میں ہے؟ کیا اُنھوں نے میرے خط کو پڑھا تھا؟ اُن پر اُس کا کیا اثر ہوا"؟

طِطُس جواب دیتا ہے "اُن میں سے اکثر وفادار ہیں۔ عام طور پر آپ کی ہدایات خوشی سے قبول کی گئی ہیں۔ اُنہوں نے اُس حرامکار شخص کو خارج کر دیا ہے۔ اور دیگر نقائص کو بھی دور کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں وہ شرکا کلیسیا جو اب تک وفادار ہیں تمام کلیسیا کی نجات کا باعث ثابت ہونگے"۔

یہ خبر پولوس کے لیئے بڑی تسلی کا باعث ہوتی ہے "خدا جو نا اُمیدوں کو تسکین دیتا ہے۔ مجھے بھی طِطُس کے ذریعہ سنبھالتا ہے"۔

لیکن طِطُس بہت جلد اُسے متنبہ کر دیتا ہے کہ "عقیدہ کے متعلق اب تک جھگڑا ہو رہا ہے۔ ایک زبردست اقلیت ہے جو مقابلہ پر آمادہ ہے حقیقت میں یروشلیم کے لوگ اس تمام شرارت کے بانی مبانی ہیں۔ اور اُنہوں نے ہمارے کئی ایک آدمیوں کو برگشتہ کر لیا ہے"۔

"لیکن یہ لوگ کہتے کیا ہیں"؟

وُہی پُرانا قصّہ ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی تعلیم خطرناک ہے۔ اور کہ آپ رسول نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کو خداوند نے جب کہ وہ اِس دُنیا میں تھا مقرر نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ خودنما اور خود غرض ہیں۔ آپ کے خط تو موثر اور زبردست ہیں لیکن جب آپ اُن کے رُوبرو آجاتے ہیں تو ڈر جاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ طرح سے آپ کی عدم موجودگی کا ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ یہاں تک دریدہ دہن ہو گئے ہیں۔ کہ اُس چندے کے متعلق بھی جو آپ نے یروشلیم کے غریب مقدسوں کے لیے جمع کیا تھا۔ شبہات کا اظہار کر رہے ہیں"۔

یہ وہ صلہ ہے جو پولوس کو اُس کی محنت اور مصیبت کے عوض میں ملتا ہے۔ اب جب آپ اپنی زندگی میں اِس تجربہ میں سے گذریں تو مایوس نہ ہوں۔

یہ تمام مصیبتیں ایک ایسے شخص پر پڑتی ہیں جو پہلے ہی سے اُداس اور

بیمار ہے۔ ہم میں سے بھی بہت سے اسی قسم کے حوصلہ شکن تجربات میں سے گذرتے ہیں۔ کاش کہ ہم بھی اپنی تمام مشکلات کو اپنے خداوند کے سامنے پیش کر سکیں اور اُسی سے ہدایت کے خواستگار ہوں۔

اُس کے تمام خطوط سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اُس کا سہارا اور بھروسا ہے۔ وہ خود تو ایک غریب۔ کمزور انسان ہے۔ جو اپنی مشکلات کی وجہ سے فکرمند ہے۔ یاس و حسرت کا شکار ہو رہا ہے۔ راتیں آنکھوں میں گذار دیتا ہے۔ لیکن خدا کا قدرت والا بیٹا اُس کی امداد کے لیئے ہر وقت موجود ہے۔ یسُوع کسی بات کے متعلق فکرمند یا مایوس یا پریشان نہیں ہے۔ پولوس اپنی تمام زندگی اُس کے حوالے کر دیتا ہے جو اُسے پیار کرتا ہے اور اُس کے ساتھ ہمدرد ہے۔ اور یہی اُس کی قوت کا راز ہے۔

فصل سوم

گو پولوس اُن مسیحیوں کے لیئے جو ایمان میں قائم ہیں شکرگذار ہے تو بھی وہ غیر مطمئن اور ناراض ہے۔ وہ اُس خطرہ کو جو کلیسیا کے سامنے ہے دیکھ سکتا ہے۔ لہٰذا وہ زیادہ برداشت نہیں کر سکتا "طِطُس۔ میں تجھے ایک اور خط دونگا اور تو اُسے لے کر یکدم واپس جا"۔

یوں کرنتھیوں کے نام کا دوسرا خط لکھا جاتا ہے۔ یہ خط پہلے خط سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں اصرار ہے۔ تاکید ہے۔ تنبیہ ہے۔ غضب ہے۔ تشنیع ہے شروع سے آخر تک برقی طاقت کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ پولوس بار بار اس بات پر مُصر ہوتا ہے کہ اُس کی رسالت کی سند خود خداوند یسُوع مسیح ہے۔ وہ کلیسیا کے نظارہ کو دیکھتا ہے۔ اور بے قابو ہو جاتا ہے۔ تاہم تمام خط میں شخصی عنصر بھی کام کر رہا ہے۔ اُس کا دل رنج سے بھرا ہوا ہے۔ وہ ایک نہایت ہی سریع الحس شخص

ہے۔ وہ اپنے لوگوں کو پیار کرتا ہے۔ لہٰذا اُن کی بے وفائی سے اُس کے دل کو سخت چوٹ لگی ہے۔ اکثر مضبوط اور زوردار اشخاص بعض باتوں کے متعلق بہت سریع الحس ہوا کرتے ہیں۔

خط کے پہلے حصّہ میں وہ اپنے وفادار دوستوں کے متعلق سوچ رہا ہے اس حصّہ میں بھی کچھ شکوہ ہے۔ لیکن بڑی دبی آواز میں۔ دسویں باب میں وہ کھلے الفاظ میں اپنے غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن ایک شریف انسان کی طرح۔ ایک مسیحی شخص کی طرح جو متانت اور سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

میں پولوس جو تمہارے رُوبرو عاجز اور پیٹھ پیچھے تم پر دلیر ہوں۔ مسیح کا حلم اور نرمی یاد دلا کر خود تم سے التماس کرتا ہوں۔ بلکہ منت کرتا ہوں کہ مجھے حاضر ہو کر اُس بے باکی کے ساتھ دلیر نہ ہونا پڑے جس سے میں بعض لوگوں پر دلیر ہونے کا قصد رکھتا ہوں۔ اس لئے کہ میری لڑائی کے ہتھیار جسمانی نہیں۔ بلکہ خدا کے نزدیک قلعوں، کے ڈھا دینے کے قابل ہیں۔ میں اُن سب کو سزا دینے کے لیٔے تیار، ہوں جو نافرمان ثابت ہوں۔ کیونکہ مجھے وہ اختیار حاصل ہے جو خداوند نے دیا ہے۔ یہ باتیں محض ڈرانے کے لیٔے نہیں ہیں جیسا کہ بعض "کہتے ہیں۔ کہ اُس کے خط تو البتہ مؤثر اور زبردست ہیں۔ لیکن جب خود موجود ہوتا ہے تو کمزور سا معلوم ہوتا ہے۔ اور اُس کی تقریر لچر ہے"۔ ایسا کہنے والا سمجھ رکھے کہ میں اپنے الفاظ کو عملی جامہ بھی پہنا سکتا ہوں۔ وہ شیخی مارتے ہیں اور اپنی تعریف کرتے ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ پرانی کلیسیا ہیں۔ حقیقی عبرانی ہیں۔ اور ابراہام کی نسل ہیں۔ لیکن جو اپنی نیک نامی جتاتا ہے وہ مقبول

نہیں۔ بلکہ جس کو خداوند نیک نام ٹھہراتا ہے وہی مقبول ہے۔ اگر اور فخر کر سکتے ہیں تو مجھے بھی فخر کی گنجائش ہے۔ میں تمہاری منت کرتا ہوں۔ کہ مجھے بیوقوف نہ سمجھو۔ ورنہ چونکہ تم بڑے دانا ہو اس لئے بیوقوف ہی سمجھ کر مجھے قبول کرو کہ میں بھی اُن کی طرح سے جو یروشلیم سے آئے ہیں۔ اور رسول ہونے کے دعویدار ہیں۔ تھوڑا سا فخر کر سکوں۔ کیا وہی عبرانی ہیں؟ میں بھی تو ہوں۔ کیا وہی ابراہیم کی نسل سے ہیں؟ میں بھی تو ہوں۔ کیا وہی مسیح کے خادم ہیں؟ میرا یہ کہنا دیوانگی ہے۔ میں زیادہ تر ہوں محنتوں میں زیادہ۔ قید، میں زیادہ۔ کوڑے کھانے میں حد سے زیادہ۔ بارہا موت کے خطروں میں رہا ہوں۔ میں نے یہودیوں سے پانچ بار ایک کم چالیس چالیس کوڑے کھائے۔ تین بار بیدیں کھائیں۔ ایک بار سنگسار کیا گیا تین مرتبہ جہاز ٹوٹنے کی بلا میں پڑا۔ ایک رات دن سمندر میں کاٹا میں بارہا سفروں میں۔ دریا کے خطروں میں۔ ڈاکوؤں کے خطروں میں۔ اپنی قوم سے خطروں میں۔ غیر قوموں سے خطروں میں۔ شہر کے خطروں میں۔ بیابان کے خطروں میں۔ سمندر کے خطروں میں۔ جھوٹے بھائیوں کے خطروں میں۔ محنت اور مشقت میں۔ بارہا فاقہ کشی میں۔ سردی اور ننگے پن کی حالت میں رہا ہوں۔ اور باتوں کے علاوہ جن کا میں ذکر نہیں کرتا۔ ساری کلیسیاؤں کا فکر مجھے ہر روز آ دباتا ہے خداوند یسوع کا خدا اور باپ۔ جس کی ابد تک حمد ہو۔ جانتا ہے کہ میں جھوٹ نہیں کہتا۔

میں نے کس بات میں تمہیں نقصان پہنچایا ہے؟ کیا یہ مجھ سے خطا

ہوئی کہ میں نے تمہیں خدا کی خوشخبری مفت پہنچا دی؟ تم روپے پیسے کے متعلق شکوک رکھتے ہو۔ جب میں حاجتمند ہو گیا تھا تو بھی میں نے تم میں سے کسی پر بوجھ نہ ڈالا۔ کیوں؟ کیا اس واسطے کہ میں تم سے محبت نہیں رکھتا۔ خدا جانتا ہے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ لیکن جو کرتا ہوں کرتا رہوں گا۔ تاکہ غیبت کرنے والوں کو موقع نہ دوں۔ کیونکہ یہ لوگ جن کی تم پیروی کرتے ہو جھوٹے اور دغاباز ہیں۔ اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہم شکل بنا لیتے ہیں۔ اور کچھ عجب نہیں۔ کیونکہ شیطان بھی جو اُن کا اُستاد ہے۔ اپنے آپ کو نورانی فرشتے کا ہم شکل بنا لیتا ہے۔

یہ خط جب اتوار کو کلیسیا میں پڑھا گیا ہوگا۔ تو یروشلیم والے اُستادوں کو بہت شاق گزرا ہوگا۔ حقیقت میں وہ اسی قسم کے سلوک کے سزاوار تھے لیکن پولوس ملامت کرکے خوش نہیں ہوتا۔ لہٰذا اپنے خط کو محبت بھرے الفاظ سے بند کرتا ہے۔

میں تم سب کو آگاہ کیے دیتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ مجھے سختی نہ کرنی پڑے گی۔ غرض اے بھائیو۔ خوش رہو۔ کامل بنو۔ یک دل رہو میل ملاپ رکھو۔ تو خدا محبت اور میل ملاپ کا چشمہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ خداوند یسوع مسیح کا فضل اور خدا کی محبت اور روح القدس کی شراکت تم سب کے ساتھ ہوتی رہے

باب سیزدہم

ایمان اور اعمال

یہ دوسرا خط طیطس کے ہاتھ کرنتھس کی کلیسیا میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد پولوس خود بھی پہنچ جاتا ہے۔ اور اُس کا مقصد یہ ہے۔ کہ ایمانداروں کی ہمت افزائی کرے۔ خطاکاروں کو سزا دے اور اُن کو جو عمداً گناہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں کلیسیا سے خارج کرے۔ اس طرح سے کچھ دنوں تک اُس پریشان کلیسیا میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔

لیکن اس صلح کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جبکہ وہ ابھی کرنتھس میں ہی ہے۔ گلتیہ سے اچانک خبر آتی ہے کہ وہاں بھی یہی مرض رُونما ہو گیا ہے۔ اور بد تر صورت اختیار کر گیا ہے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ متلوّن مزاج ہونے کے باعث آسانی سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ کلیسیا پھر معرضِ خطر میں ہے لہٰذا پولوس کو پھر مسلح ہونا پڑتا ہے۔ اور ناراستی کی طاقتوں سے جنگ کرنا پڑتا ہے۔ یُوں گلتیوں کے نام کا خط لکھا جاتا ہے۔ اور چونکہ اُس کے ذہن میں یہی مضمون سمایا ہوا ہے۔ وہ چند دنوں کے بعد رومیوں کے نام اپنا شاندار اور جلیل القدر خط لکھتا ہے۔ جس کا گلتیوں کے نام کا خط دیباچہ معلوم ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس محدود سی جگہ میں ان دو بڑے بڑے خطوط کی تفسیر کرنا ناممکن ہے۔ لیکن ان کو پورے طور پر سمجھنے کے لیے ضرور ہے کہ آپ اُس گناہ سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ جس کے برخلاف پولوس اُس روز سے جہاد کر رہا ہے۔ جس

روز کہ یہ معاملہ یروشلیم کی کونسل کے سامنے پیش ہُوا تھا۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ اس تمام عرصہ میں انسانی محاورے کے مطابق گویا کل مسیحی کلیسیا کی ہستی معرض خطر میں تھی۔ اگر اس وقت پولوس شکست کھا جاتا تو مسیحیت شاید ایک مشرقی فرقہ کی صورت میں تو رہ جاتی۔ اور یہودیت کا بقیہ سمجھی جاتی۔ لیکن یہ موجودہ عالیشان۔ عالمگیر اور عام کلیسیا نہ ہوتی جس میں تمام بنی نوع انسان شامل ہو سکتے ہیں۔

فصل دوم

ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے قارئین سوال زیر بحث کو بخوبی سمجھ لیں۔ اس سوال کے دو پہلو ہیں۔

(۱) نجات جو شریعت کے اعمال سے حاصل ہوتی ہے۔

(۲) نجات جو خدا کے بیٹے پر ایمان لانے اور اُس کی کامل اطاعت قبول کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

شریعت کے اعمال سے کیا مطلب ہے؟

شروع شروع میں جب کہ لوگوں کی زندگیاں پاک ہُوا کرتی تھیں۔ اس کے معنی خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا تھا۔ اور لوگوں کی راہنمائی کے لئے شریعت کے دس احکام اور دیگر قوانین مرتب کر دیئے گئے تھے۔ یہی ابتدا میں شریعت کے معنی تھے۔ اور یہی عہدِ عتیق کے انبیا کی تمام مساعی کا مقصد تھا۔

لیکن یہودی مذہب بہت درجے تک بگڑ چکا تھا۔ اور یہ قوانین جو لوگوں کی ہدایت کے لئے تیار کیئے گئے تھے اور جو شروع میں شمار میں بہت ہی تھوڑے تھے آہستہ آہستہ زیادہ ہوتے گئے۔ اور جُوں جُوں کاہنوں۔ ربیوں اور فقیہوں

نے شریعت کی حفاظت کرنا چاہی یہ قوانین سینکڑوں کی تعداد میں پیدا ہو گئے یہاں تک کہ ان میں سے اکثر بہت ہی ہلکے۔ بے معنی اور بے لطف ثابت ہونے لگے حقیقت تو یہ تھی کہ ان قوانین میں سے رُوح جاتی رہی تھی۔ اور ان کا تعلق محض تہذیب خارج سے رہ گیا تھا۔ اور انہی قوانین نے زندہ خدا کی جگہ لے لی تھی۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا تھا۔ کہ چند ظاہری باتوں کی تکمیل نجات کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور اگر اُنہیں نہ کیا جائے تو انسان نجات سے بے بہرہ رہتا ہے۔ اس اعتبار سے خدا گویا ایک جابر اُستاد مانا گیا۔ کہ جس کے قوانین کا گننا اور معلوم کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اور اُن پر عمل کرنا عنقریب ناممکن۔ عوام جو اُن سے ناواقف تھے۔ نار جہنم کے سزاوار سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ فریسی کہا کرتے تھے "مگر یہ عام لوگ جو شریعت سے واقف نہیں لعنتی ہیں[له] مگر جوشیلے اور دیانتدار یہودیوں کے لئے بھی ان قوانین پر عمل کرنا بہت ہی مشکل تھا۔ آپ کو یاد ہے کہ خود پولوس کا تجربہ بھی اِن کے متعلق نہایت تلخ تھا۔ چنانچہ وہ رومیوں کو لکھتا ہُوا کہتا ہے کہ "میں شریعت کے ذریعے نجات حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہوں۔ باوجود اپنی تمام کوششوں کے میں منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر میں سب باتوں میں کامیاب ہو جاؤں اور صرف ایک میں ناکام رہوں تو گویا میں ناکام رہا" یہ تمام کوشش اور جدوجہد نہایت ہی رنج دہ اور ہمت کو پست کرنے والی تھی۔

آپ کو یاد ہے۔ کہ ہمارے خداوند نے بھی ان قوانین کی سختی کے برخلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور اُس زمانے کے اُستادوں کو اس ظاہر داری کے متعلق تنبیہ کی۔ یہاں تک کہ وہ اُس سے ناراض ہو گئے اور اُسے صلیب پر چڑھا دیا۔ "اے فقیہو اور فریسیو۔ تم پر افسوس ہے۔ تم ریاکار ہو۔ تم اپنے قوانین کے

[له] یوحنا ۷: ۴۹

ذریعے لوگوں پر خدا کی بادشاہت کا دروازہ بند کر دیتے ہو۔ تم اُن کے شانوں پر ایسا بوجھ رکھتے ہو جس کے اٹھانے کے وہ اہل نہیں ہیں تم پر افسوس۔ کیونکہ تم اندھے ہادی ہو۔ تم اپنے ظاہری قوانین کے ذریعے گویا پیالے یا رکابی کے خارجی حصّے کو صاف کرتے ہو۔ حالانکہ اُس کے اندر گندگی اور نجاست ہے۔ تم پودینے۔ سونف اور زیرے جیسی چھوٹی چھوٹی چیزوں پر دہ یکی دیتے ہو۔ مگر شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیتے ہو تم اندھے راہ بتانے والے ہو۔ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو۔ شریعت کے ان چھوٹے چھوٹے قوانین کو چھوڑ دو۔ شریعت کے سب سے بڑے دو قوانین ہیں۔ تو خداوند اپنے خدا سے اپنے تمام دل سے محبّت رکھ اور اپنے پڑوسی کو اپنی مانند پیار کر۔ ان دونو احکام پر شریعت اور تمام انبیا کی تعلیم کا انحصار ہے"۔

اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کیا بات تھی جس کی تحصیل کے لیئے پولوس جنگ کر رہا تھا۔ جس کے لیئے تمام نبیوں اور خود ہمارے خداوند نے جنگ کی

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ شریعت کے اعمال سے کیا مُراد ہے۔ یروشلیم کے مسیحی انجیل کو انہی قیود سے مقید کرنا چاہتے تھے۔ یعنی ایسے تنگ پیچیدہ اور خارجی قوانین سے جن میں سے روح جاتی رہی ہو۔ اور پھر یاد رکھیئے کہ یہ قوانین یہودی قوانین تھے۔ اور اگر انجیل کو ان قوانین کا لباس پہنا دیا جاتا تو وہ کبھی یونانی رومی۔ کیلٹک۔ اور سیکسن لوگوں میں مقبول نہ ہوتی اور کبھی اس دُنیا میں ایک عالمگیر کلیسا نمودار نہ ہوتی۔

اسی وجہ سے پولوس اس بدعت کا نہایت ہی تُندی اور دلیری سے مقابلہ کرتا تھا۔ اسی لیئے جب وہ سنتا ہے کہ گلتی مسیحی انجیل کی آزادی سے بہک گئے ہیں تو اُس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گلتیوں کے نام کا خط ایک نعرہ جنگ ہے

فصل سوم

آیئے ذرا ہم اُس خط پر غور کریں۔

یہ نہایت ہی سخت الفاظ کے ساتھ بغیر کسی تمہید کے شروع کیا جاتا ہے۔ پولوس کے تمام خطوط میں صرف یہی ایک خط ہے کہ جس کی ابتدا بغیر تعریف اور شکرگذاری کے ہوتی ہے۔ اُسے اس بات کا سخت رنج ہے کہ وہ لوگ جنہیں وہ پیار کرتا ہے اُس کے دشمنوں کے ہم خیال ہو گئے ہیں۔ وہ اُن تمام الزامات کی تردید کرتا ہے۔ جو اُس پر لگائے گئے ہیں۔ اس کے بعد اپنی زندگی اور بلاہٹ کی سرگذشت بیان کرتا ہے سب سے زیادہ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہودی خیال کے لوگوں کی تعلیم مسیحیت کے اصل پیغام کو ضائع کر دیگی۔ اور اُسے بجائے روحانی زندگی کے ایک خشک۔ ظاہری اور رسمی سلسلہ بنا دیگی۔

اس کے بعد وہ ان کے اس سوال کا کہ پس شریعت کا کیا فائدہ ہے۔ یہ جواب دیتا ہے۔ کہ شریعت شروع شروع میں بہت ہی مفید تھی۔ کیونکہ وہ انسان کو سنبھالتی تھی۔ اور اُسے مسیح کی آمد کے لیئے تیار کرتی تھی۔ بچوں کے لیئے بچوں کے سے قوانین مفید ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اب چونکہ مسیح آ چکا ہے۔ اس لیئے ہم بچوں کی منزل سے نکل آئے ہیں۔ اسی طرح شریعت ایک اُستاد تھی۔ جو بچوں کو مسیح کے لیئے تیار کر رہی تھی۔ چونکہ ہم خود خدا کے قوانین پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس لیئے ہمیں پیار کرنے والے مسیح اور پاک روح کی قوّت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ پولوس کے مقصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس خط کو شروع سے لیکر آخر تک بار بار پڑھ جائیں تو بہت جلد مصنف کے نکتہ خیال سے واقف ہو جائیں گے۔ اور معلوم کر لیں گے کہ یہ خط کیسا دلچسپ اور مفید ہے۔

فصل چہارم

اب ہم اُس خط پر غور کریں گے۔ جو ادبی لحاظ سے سب سے زیادہ مقتدر ہے۔ یعنی رومیوں کے نام کا خط۔ پولوس کے دل میں دیر سے خواہش تھی کہ دنیا کے دارالسلطنت کی سیر کرے۔ اب تک روم میں کوئی کلیسیا ایسی نہ تھی۔ جسے کسی رسول نے قائم کیا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ روم میں کئی ایک مسیحی پائے جاتے تھے جنہیں اس بڑے شہر کی کشش دنیا کے مختلف حصوں سے کھینچ لائی تھی۔ ہمارے پاس وقت نہیں کہ ہم اس جگہ رومی کلیسیا کے آغاز پر غور کر سکیں۔ بہرکیف رُوم اُس وقت کی دنیا کا ایک نہایت ہی مرکزی شہر تھا۔ چنانچہ پولوس نے اس بات کی ضرورت کو محسوس کیا کہ رومی مسیحیوں کے سامنے انجیل کا ایک مکمل اور معقول بیان پیش کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس نے یہ بھی خیال کیا ہو کہ میں اب بوڑھا ہوتا جاتا ہوں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ میں اُن تمام خیالات و تجربات کو جو مجھے پیغام الٰہی کے ذریعے سے حاصل ہوئے ہیں۔ ایک باقاعدہ رسالے کی صورت میں مرتب کر دوں۔ لہٰذا یہ محض ایک ایسا خط نہیں ہے جیسے پولوس کے دیگر خطوط ہیں جو خاص اور مقامی ضروریات کی بنا پہ تحریر کیئے گئے ہیں۔ بلکہ یہ کلیسیا کے لیئے الٰہیات کی تعلیمات کا ایک مجموعہ ہے جس میں زیادہ تر اُن اُمور پر بحث کی گئی ہے جو اُس زمانے میں اہمیت رکھتے تھے۔ اور خاص طور پر وہ اُس سوال پر زور دیتا ہے۔ جو اُن دنوں ہر خاص و عام کی توجہ کا مطالبہ کر رہا تھا یعنی بمقابلہ شریعت کے اعمال سے نجات پانے کے مسیح پر ایمان لانے کے ذریعے سے راستباز ٹھہرایا جانا۔ کرنتھیوں کے نام کے دوسرے خط میں بھی رسول اسی سوال پر طویل بحث کرتا ہے۔ گلتیوں کے نام کے مکتوب میں بھی اسی جنگ کا ذکر ہے۔

لیکن اس خط میں وہ زیادہ اطمینان اور سکون کے ساتھ بات چیت کرتا ہے کیونکہ فتح عنقریب حاصل ہو چکی ہے۔ کلیسیا کا صحیح عقیدہ بہت درجے تک ثابت ہو چکا ہے اور وہ تمام کوششیں جو اُسے برباد کرنا چاہتی تھیں رائگان ثابت ہوئی ہیں۔

فصل پنجم

میرا ارادہ نہیں ہے کہ میں پولوس کی اس اعلیٰ ترین تصنیف کی تفسیر کروں۔ مضمون بہت وسیع ہے۔ اور اُس پر بالتفصیل غور کرنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن میں اُس کی بعض گہری حقیقتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے نفسِ مضمون کو پیش کرنے کی کوشش کرونگا تاکہ آپ کو پڑھنے میں آسانی ہو۔

سلام دُعا اور اپنا تعارف کرانے کے بعد اس خط کی تصنیف اور اپنی آمد کی وجوہات بیان کرتا ہے۔ غیر قوموں کا رسول ہونے کی حیثیت میں میرا فرض ہے کہ میں اُن کو انجیل کی خوش خبری سُناؤں۔ میں یونانیوں اور غیر یونانیوں دونو کا قرضدار ہوں۔ میں تم کو بھی جو رُوم میں ہو خوشخبری سُنانے کو حتی المقدور تیار ہوں۔

چاہیئے کہ آپ سب سے پہلے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ کہ آپ کو ایک نجات دہندہ کی ضرورت ہے کیونکہ سب نے خواہ یہودی ہوں یا غیر قوم خدا کی شریعت کو توڑا ہے۔ شاید آپ کہیں کہ غیر قوموں کے پاس تو شریعت تھی ہی نہیں تو انہوں نے توڑا کس چیز کو؟ اس کے جواب میں میں یہ کہونگا کہ اُن کے پاس بھی ایک شریعت تھی اور یہ خدا کی وہ شریعت ہے جو اُن کے دلوں میں لکھی ہوئی ہے۔ پس سب نے گناہ کیا ہے اور ہم خود اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ ہم سب خدا کے غضب کے نیچے ہیں۔

اب خدا ہمیں ایک خوشخبری سناتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اُس نے باپ ہونے کی حیثیت میں ایک علاج سوچا ہے۔ اور یہ علاج ایک مُفت عطیہ ہے جو مسیح کے

ذریعے ہمیں عنایت ہوتا ہے۔ خدا کی جانب سے یہ ایک مفت اور بیش بہا بخشش ہے اور ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اسے قبول کرلیں۔ حالانکہ ہم اس کے مستحق نہیں ہیں۔ اس سودے میں غرور اور استغنا کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے۔ جیسا کہا گیا یہ خدا کی مفت بخشش ہے۔ آپ خود اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے "شریعت کے اعمال سے کوئی بشر اس کے حضور راستباز نہیں ٹھہریگا"!

خدا کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتا۔ ہر ایک شخص خواہ وہ یہودی ہو یا غیر قوم۔ بڑا گنہگار ہو یا چھوٹا۔ خوشی سے قبول کیا جاتا ہے۔ ہر تائب روح کو وہ نہ صرف گذشتہ گناہوں سے معافی بخشتا ہے۔ بلکہ مستقبل کے لیے پاک روح کی قوت عنایت کرتا ہے۔ دیکھئے پولوس پاک روح کی اس قوت پر کتنا زور دیتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مُوا۔ کوئی چیز اس کی محبت کو ایک تائب رُوح سے علیحدہ نہیں رکھ سکتی "ہم کو مسیح کی محبت سے کوئی چیز جُدا نہیں کرسکتی۔ نہ تو موت نہ زندگی۔ نہ فرشتے نہ حکومتیں۔ اور نہ قدرتیں"!

اس کے بعد وہ ابواب آتے ہیں۔ جو خدا کی بلاہٹ اور برگزیدگی کے عمیق اسرار سے تعلق رکھتے ہیں۔ اکثر ان حقیقتوں کے متعلق غلط فہمی سے کام لیا گیا ہے۔ اس جگہ بنی اسرائیل کے لیے جو اپنے اعلیٰ مرتبہ کو کھو بیٹھے ہیں۔ ایک زبردست اُمید پائی جاتی ہے۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن وہ بھی نجات پائیں گے۔

آخر میں وہ اُن سے درخواست کرتا ہے۔ کہ میرے لیے دُعا کرو۔ تاکہ جب میں تمہارے پاس آؤں۔ تو مسیح کی کامل برکت لے کر آؤں۔ خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے۔ تم سب کے ساتھ رہے۔ آمین

باب چہاردہم

بیسویں صدی میں شریعت کے اعمال

یہ بیان باب ماقبل کا تتمہ ہے۔ مَیں نے کوشش کی ہے کہ میں اپنے آپ کو اُس باب کے پڑھنے والے کی جگہ رکھوں۔ جب کہ وہ پولوس کی اُس جنگ پر غور کر رہا ہے۔ جو یہودی مسیحیوں کے برخلاف ہے۔ اور جس کے ذریعے وہ مسیح کے مذہب کے صحیح معنی کو ظاہر کیا چاہتا ہے۔ پڑھنے والا اس بحث کے دونوں پہلوؤں کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔ یعنی مسیح پر ایمان لانے کا مذہب اور شریعت کے اعمال کا مذہب یا بالفاظ دیگر یوں کہیں کہ خدا کی دلی اطاعت اور خارجی قوانین کی تعمیل۔

کیا پڑھنے والے کا یہ خیال ہے کہ یہ بحث محض پہلی صدی کے لوگوں سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا کوئی اطلاق بیسویں صدی کے لوگوں پر جو کہ اس قسم کے خیالات میں سے گذر چکے ہیں نہیں ہے۔ اگر یہ درست ہے تو مَیں یہ عرض کیا چاہتا ہوں کہ اُس کا خیال بالکل غلط ہے۔ شریعت کے اعمال کا مذہب بہ مقابلہ خدا کی دلی اطاعت کے مذہب کے اُسی درجے تک بیسویں صدی سے تعلق رکھتا ہے۔ جس درجے تک پہلی صدی سے تعلق رکھتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اُس کا تعلق ہر زمانے سے ہے۔ اُس کا تعلق بنی نوع انسان کی فطرت سے ہے

فصل دوم

ہم چاہتے ہیں کہ ان دونو پہلوؤں پر پھر غور کریں۔ پہلے ہم پولوس کے پہلو پر غور

کریں گے:۔

پولوس کہتا ہے کہ یہ وہ خوش خبری ہے۔ جسے مسیح نے ظاہر کیا ہے۔ خدا کوئی ایسا سخت مالک نہیں ہے جو اس بات کی تاک میں ہو کہ آیا ہم سے اُس کے قوانین کی کوئی خلاف ورزی ہوتی ہے یا نہیں۔ بلکہ خدا ایک پیار کرنے والا باپ ہے جو اپنے تمام بچّوں کو شفقت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اُن میں سے ایک کو بھی کھونا نہیں چاہتا۔ اُسے محض خارجی قوانین کی تعمیل سے تسلّی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اپنے بچوں کی اطاعت اور محبّت چاہتا ہے۔ اُس کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ وہ اُن میں خوبصورت اور دلفریب سیرت پیدا کرے۔ یہی نجات ہے۔ یہی بہشت ہے۔

نجات ہماری اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی ہم اُس کے حقدار ہیں۔ ہماری ضمیر بھی ہمیں یہی بتاتی ہے۔ ہر ایسے شخص کا تجربہ جس نے نجات کی تحصیل کی کوشش کی ہے۔ اسی بات کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا کو آپ کی نسبت آپ ۔۔۔ کی زیادہ فکر ہے۔ لہٰذا وہ اپنے ازلی بیٹے کو آپ کی نجات کے لیے مامور کرتا ہے۔ مسیح یسوع اِسی لیے مُوا کہ آپ گناہوں کی معافی حاصل کریں۔ اُس کا پاک روح آپ کے اندر پاک خیالات پیدا کرتا ہے۔ اور آپ کو نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ چاہیئے کہ آپ مسیح پر بھروسہ رکھیں۔ وہ آپ کا ذمہ دار ہے۔ چاہیے کہ آپ اپنے آپ کو پورے طور پر اُس کی محبّت کے سپرد کر دیں۔ وہ آپ کی اس دنیا اور آنے والی دنیا میں محافظت کر سکتا ہے۔ اور اُس کی محبّت آپ کے دل میں محبّت پیدا کر سکتی ہے۔

فصل سوم

کے اعمال کے مذہب پر غور کیجیے۔ اس سے مراد نہ صرف یہ ہے

کہ انسان نجات کو اپنی شخصی مساعی سے حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ چند رسومات کے انجام دینے اور خارجی قوانین پر عمل کرنے سے کما سکتا ہے۔ اس قسم کے خیالات سے اُس کے غرور کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور اُس میں کاہلی اور عدم روحانیت کا عنصر ترقی کرتا جاتا ہے۔ انبیا کی تمام تعلیم اس نظریہ کے برخلاف ہے۔ وہ اس بات پر مُصر ہیں کہ سب سے اہم امر یہ ہے کہ ہمارا قلبی رشتہ خدا کے ساتھ درست ہو۔ میکاہ بڑی صفائی سے جملہ انبیاء کے نکتۂ خیال کی ترجمانی کرتا ہے:۔

"مَیں کیا لے کر خداوند کے حضور آؤں اور خدا تعالیٰ کو کیونکر سجدہ کروں
کیا سوختنی قربانیوں اور ایک سالہ بچھڑوں کو لے کر اُس کے حضور آؤں۔
کیا مَیں اپنے پہلوٹھے کو اپنے گناہ کے عوض میں اور اپنی اولاد کو اپنی جان
کی خطا کے بدلے میں دے دوں؟ اے انسان اُس نے تجھ پر نیکی ظاہر کر
دی ہے۔ خداوند تجھ سے اِس کے سوا کیا چاہتا ہے کہ تُو انصاف کرے
اور رحم دلی کو عزیز رکھے اور اپنے خدا کے حضور فروتنی سے چلے؟"[1]

لیکن نبیوں کا سلسلہ بہت جلد ختم ہو گیا۔ اور درمیان کی صدیوں میں مذہب کے متعلق پھر وہی پرانا اور ادنیٰ نکتۂ خیال قائم کر لیا گیا۔ اور فقیہوں اور فریسیوں نے اسی خیال کی تائید کی کہ خدا کی خوشنودی خارجی قوانین پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

یہی پولوس کے زمانے میں شریعت کے اعمال کا مذہب تھا۔ جو گویا یہ تلقین کرتا تھا کہ چند ایک خارجی قوانین ہیں جن میں سے بعض اخلاقی ہیں۔ اور بعض رسمی ہیں۔ جو کوئی ان پر عمل کریگا وہ زندہ رہیگا۔ نہ تو ان سے زیادہ کی ضرورت

[1] میکاہ ۶ باب

ہے۔ اور نہ ہی اِن سے کم سے کام نکل سکتا ہے۔ اگر آپ کامیاب ہو جائیں تو آپ نے نجات کو اپنی کوششوں سے حاصل کر لیا اور آپ اُس کے مستحق سمجھے جائیں گے اور اگر آپ اس میں ناکام رہے تو آپ گناہوں کی معافی سے محروم رہیں گے۔

اِس قسم کا نکتہ خیال پُرانی نبوی تعلیمات کی روشنی میں بھی غلط معلوم ہوتا ہے لیکن جب مسیح خدا کی پدرانہ شفقت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ تو یہ خیال اور بھی زیادہ غیر معقول اور ناقابلِ پذیرائی ثابت ہوتا ہے۔ یہ خیال نہ صرف ایک یاس آشنا خیال ہے۔ بلکہ اِس میں اُس محبّت کا ذکر تک نہیں ملتا جو ہمیں خدا سے جو ہمارا باپ ہے۔ رکھنی چاہیئے۔ یہ گویا ایک دعویٰ یا مطالبہ ہے جو ہم خدا سے کرتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کا بیٹا آپ سے کہے کہ چونکہ میرا رویہ درست ہے اور مَیں اپنے اسباق کو یاد کر لیتا ہوں اس لیے میرے باپ کا فرض ہے کہ میرے تمام اخراجات کا متحمل ہو اور جب مرے تو اپنا تمام روپیہ مجھے دے جائے۔ اس قسم کے استدلال کو سن کر ضرور آپ کا دِل ٹوٹ جائیگا۔ جو راتیں اُس کی بہتری اور بہبود کی تجاویز کے سوچنے میں گذار دیتے ہیں۔ اور ہر وقت اس فکر میں ہیں کہ کہیں آپ کا بیٹا بدچلن نہ ہو جائے۔

فصل چہارم

اب ہم اس بات پر غور کرنا چاہتے ہیں کہ عملی طور پر شریعت کے اعمال کا مذہب کیا اثر رکھتا ہے۔

اعلیٰ قسم کے فریسی نسل شاؤل ربّی کے بڑی احتیاط اور دیانتداری سے شریعت نے دو سو اڑتالیس اوامر اور تین سو چھیالیس نواہی کو پورا کرنے کی کوشش کیا ہوتے تھے۔ لیکن اس سے ان کی روح کو تسلّی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ وہ بعض اوقات

بڑے زور کے ساتھ ان ظاہری قوانین کی عدم حقیقت اور بیہودگی کو محسوس کرتے تھے۔ اور سوچتے تھے کہ شاید وہ کبھی بھی خدا کو راضی نہیں کر سکتے۔ مَیں نے بعض احکام کو پورا کیا ہے۔ اور بعض کو توڑا ہے اور وہ جو ایک بات میں قصوروار ہے وہ تمام میں قصوروار ہے۔ پولوس نے خود اس قسم کی بے چینی اور بے قراری کا تجربہ کیا۔ باوجود اس کے ہم اس قسم کے آدمیوں کو جو ایسے مشکل کام انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں نظرِ احترام سے دیکھتے ہیں۔

لیکن جس بات پر مَیں اس جگہ زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ عام یہودی اِن قوانین کی مطلقاً پرواہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اُن تمام سے واقف بھی نہ تھے۔ یُوں تو اُن کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ نجات نیک اعمال سے حاصل ہوتی ہے لیکن وہ چند ایک خاص خاص قوانین کو جو اُنہیں مرغوب معلوم ہوتے تھے چُن لیتے تھے اور باقیوں کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ پس یہ بھی ضمیر کی ملامت سے بچے رہتے تھے۔ مثلاً وہ یہ سمجھتے تھے کہ اُنہیں ختنہ کروانا چاہیئے۔ مختلف تہواروں میں حاضر ہونا چاہیئے۔ بُت پرستی۔ چوری اور زناکاری سے بچنا چاہیئے۔ اور وہ اِس آسان معیار کے مطابق بڑی کوشش سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور پھر مطمئن ہو جاتے تھے۔ اُن کی ضمیر اُنہیں بالکل ملامت نہ کرتی تھی۔ اُن کے اس مذہب میں خدا کو دل سے پیار کرنا داخل نہ تھا۔ اُن کا یقین تھا کہ اگر وہ ان ظاہری قوانین کو پورا کرتے ہیں تو وہ خدا کے جملہ تقاضہ جات کو پورا کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی اور مطالبہ اُن سے کیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتے تھے۔ اور کسی ایسی الٰہی ہدایت یا روشنی کو اپنی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ جو اُنہیں بہتر باتوں کی ترغیب دے۔

یہ شریعت کے اعمال کے مذہب کے متعلق ادنیٰ تصور تھا۔ یا یوں کہیں کہ یہ اوسط درجہ کے آدمیوں کا تصور تھا۔

فصل پنجم

اب مَیں پھر اپنے دعوے کو دُہراتا ہوں کہ یہ شریعت کے اعمال کا مذہب اسی درجہ تک ہمارے زمانہ میں بھی رائج ہے۔ جس درجہ تک پولُوس کے زمانہ میں تھا۔ اور وہ بھی اس مذہب کا ادنیٰ پہلو۔ یعنی عام یہودیوں کا۔ نہ کہ اُن سرگرم فریسیوں کا مذہب جو کمال دیانتداری اور جانفشانی سے شریعت کے تمام احکام کی پابندی کیا چاہتے تھے۔ اور جیسا کہ اُس زمانہ کا دستور تھا۔ ہمارے زمانہ کے اوسط درجے کے آدمی بھی اپنے مذہب میں خدا سے دلی محبت اور رغبت کے عنصر کو جگہ نہیں دیتے بلکہ اپنی ضمیر کی تسلی کے لئے چند ایک قوانین جو اُن کی اپنی مرضی اور اپنے طبقہ کی آرا کے مطابق ہوں منتخب کر لیتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کو انہی چند خارجی قوانین کی پابندی تک محدود رکھتے ہیں۔ اور کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ خدا جو ہمارا باپ ہے۔ اپنے فرزندوں سے کیا خاص توقع کرتا ہے۔ "اے میرے بیٹے مجھے اپنا دل دے"!

مَیں نے کہا کہ وہ "کبھی یہ خیال نہیں کرتے"۔ یہ درست نہیں ہے۔ کبھی کبھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خدا کی محبت کا اور مسیح کے کفّارہ کا جو صلیب پر دیا گیا ضرور ہمارے دل پر کچھ نہ کچھ دعویٰ ہے۔ لیکن چونکہ وہ اُس مطالبہ کو پُورا کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے وہ اس خیال کو جلد علیحدہ کر دیتے ہیں اور یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے دیتے ہیں "مَیں مذہب کا بہت پابند تو نہیں ہوں۔ تاہم بہت بدکار بھی نہیں ہوں۔ مَیں کسی گناہ کبیرہ میں مبتلا نہیں۔ لہٰذا خدا کو مجھ سے چنداں شکایت نہ ہونی چاہیئے"!

فصل ششم

اب مَیں چاہتا ہوں کہ آپ بیسویں صدی کے اِن مردوں اور عورتوں کے

مذہب سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ آپ نے ضرور ملاحظہ کیا ہوگا کہ خواہ خدا سے قلبی رغبت ہو یا نہ ہو کم از کم تمام شریف اشخاص مسیحی ممالک میں اپنی زندگی کے متعلق ایک معیار رکھتے ہیں۔ اور گو یہ معیار ذرا ادنیٰ اور سہل سا ہے۔ تو بھی وہ بڑی دیانتداری سے اُس کے مطابق چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر وہ لوگ اس معیار کو مذہب کا مترادف نہ سمجھ لیں تو یہ معیار خاصہ اچھا ہے۔ مذہب خدا کی موجودگی کو طلب کرتا ہے۔ مذہب کا اصلی مفہوم خدا کے ساتھ دلی تعلق پیدا کرنا ہے۔

ایک اوسط درجہ کے اچھے طالب علم کے سامنے تین بڑے قوانین ہوا کرتے ہیں۔ اول تو یہ کہ اُسے جھُوٹ نہ بولنا چاہیے۔ دوم یہ کہ اپنے سے چھوٹے اور کمزور بچوّں پر جبر نہ کرنا چاہیے۔ سوم یہ۔ کہ چغل خوری نہ کرنا چاہیئے۔

ایک اوسط درجہ کے سپاہی کا یہ اصول ہے کہ وہ اپنی وردی کی تذلیل نہ کرے ہر حالت میں اپنے مُلک کا وفادار خادم رہے اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں موت تک بھی بہادری کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔ ان چند قوانین کی بنا پر ہمارے سپاہیوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کیئے ہیں۔

اسی طرح اوسط درجہ کی عورتوں کا بھی ایک معیار ہے۔ مثلاً وہ تسلیم کرتی ہیں۔ کہ اُنہیں اپنی عصمت کا تحفظ کرنا چاہیے۔ اپنے شوہروں اور بچوّں کی خدمت کرنا چاہیے: بچوّں کو گرجا میں بھیجنا چاہیئے۔ خواہ وہ خود جائیں یا نہ جائیں۔

ایک اوسط درجہ کے کاروباری آدمی کی ضمیر اس بات پر اصرار کرتی ہے۔ کہ وہ دیانتدار ہو۔ شریفانہ زندگی بسر کرے۔ اپنی بیوی اور بچوّں کی فکر کرے۔ اور اگر ممکن ہو تو کچھ خیرات کے طور پر بھی دے یا کسی کام کی امداد کرے۔ جو فلاح قوم سے متعلق ہو۔

یہاں تک کہ کاہل اور خود غرض امیر لوگ بھی کسی حد تک شریعت کے اعمال

کی انجام دہی کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً وہ جانتے ہیں کہ اُنہیں شائستگی اور شرافت
سے کام لینا ہے۔ اُن آئین و قوانین کا احترام کرنا ہے۔ جو اُن کے اپنے طبقہ میں جاری
وساری ہیں۔ اور خواہ اور قرضوں کے متعلق بے پرواہی ہو جائے تو ہو جائے لیکن
قمار بازی کا قرضہ ضرور ادا کرنا ہے۔

ہر ایک اپنے مختص معیار کے مطابق بڑی احتیاط سے چلنے کی کوشش کرتا ہے
اور اگر کامیاب ہو جائے تو بہت مسرور ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ان
اساسی قوانین میں کچھ اضافہ بھی کرتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کا میں ذکر کر رہا ہوں
وہ کبھی اُن میں سب سے اہم اور بزرگ چیز یعنی خدا کا اضافہ نہیں کرتے۔ اُن کی
زندگیوں میں خدا کے لئے محبت نہیں ہے۔ خدا کے لیے شکر گذاری نہیں ہے۔
خدا کے متعلق فرائض کا احساس نہیں۔ اپنی زندگی کے متعلق عدم اطمینان نہیں ہے
توبہ نہیں ہے۔ دعا و مناجات کی طبیعت نہیں ہے۔ اُن کے دل میں یہ تمنا نہیں ہے
کہ خدا کی پاک روح اُنہیں بہتر اور اعلیٰ تر زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔

اُن کی ضمیر ان تین چار قوانین کی پابندی پر مُصر ہے۔ اور یہ قابل تعریف ہے
لیکن نقص تو یہ ہے کہ اُن کی ضمیریں اسی ادنیٰ سے معیار پر اکتفا کرتی ہیں۔ اور اُن
تمام تاثرات سے کنارہ کشی کرتی ہیں۔ جو ایک بہتر معیار کے قائم کرنے کی ترغیب
دیتے ہیں۔ وہ ایک اعلیٰ ترین معیار کے خیال سے کانپ اٹھتے ہیں۔ اور اپنی زندگیوں
کو خدا کی ہدایت کے سپرد کرنے سے ڈرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ عمداً اپنے معیار کو
ادنیٰ رکھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ خدا اُن کے معیارِ زندگی کو بلند کر دے۔ مبادا
کہ وہ اُس کے مطابق چلنے میں ناکام رہیں اور نادم ہوں۔ وہ غیر مطمئن اور ناخوش
رہنا نہیں چاہتے۔ لہٰذا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کے تمام مطالبات کو پورا کر رہے ہیں
اور خدا کو اُن سے کوئی شکایت نہیں ہے۔

فصل ہفتم

یہ موجودہ زمانہ کے آدمیوں کا "شریعت کے اعمال کے ذریعے راستباز ٹھہرایا
جانا" ہے۔ اور اس میں خدا کے ساتھ اُن کے دلی تعلقات کا کوئی دخل نہیں ہے۔ الغرض
وہ اس زمانے کے فریسی ہیں۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ فریسیوں سے بھی ادنیٰ ہیں
کیونکہ اُنہوں نے اپنے لیئے ایک ادنیٰ معیار مقرر کر رکھا ہے۔ فریسیوں کے سامنے
کم از کم ایک بڑا مشکل معیار تھا۔ "میں ہفتہ میں دو دفعہ روزہ رکھتا ہوں۔ جو کچھ
میرے پاس ہے اُس پر دہ یکی دیتا ہوں"۔ اِس کے مقابلہ میں زمانہ جدید کے لوگوں
کا معیار بہت ہی آسان ہے۔

خدا انسان کو ایک نہایت ہی اعلیٰ پیمانے پر لے جانا چاہتا ہے۔ وہ اُسے
کائنات میں اعلیٰ ترین مخلوق بنانا چاہتا ہے۔ لیکن انسان اپنی گری ہوئی حالت میں خوش
ہے۔ اور اپنے ادنیٰ معیار کو پسند کرتا ہے۔

میری نظر کے سامنے اُس قسم کے لوگ ہیں جن سے بعض اوقات نہایت صفائی
کے ساتھ دل کھول کر باتیں کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے۔ جو بستر
مرگ پر پڑا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اُس کے روحانی مرض کی تشخیص کی جائے۔ تاکہ
اُس کی کچھ امداد ہو سکے۔ ایسی حالتوں میں عام طور پر یہ جواب ملا کرتا ہے۔ میرے
خیال میں خدا کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہونی چاہیے۔ میں نے کبھی اپنے کاروبار میں
بددیانتی نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی میں نے کبھی کسی کو عمداً نقصان پہنچایا ہے۔ میں نے
کبھی کسی سے جبراً روپیہ نہیں لیا۔ میں نہ تو بے انصاف ہوں نہ ہی زناکار ہوں اور نہ ہی
اس محصول لینے والے کی طرح ہوں۔ گو میں ہفتہ میں دو دفعہ روزہ نہیں رکھتا۔ اور
دہ یکی نہیں دیتا۔ تاہم مجھے مذہب کا پاس ہے۔ میں صاحب ایمان ہوں۔ اگر بارش

نہ ہو اور نہ بہت زیادہ تھکا ہوا نہ ہوں تو میں گرجے بھی جاتا ہوں۔ ان تمام معاملات کے متعلق میں بہت ہی محتاط ہوں"۔

لیکن اگر اُس سے یہ سوال کیا جائے کہ "آپ کے قلبی تعلقات خدا کے ساتھ کس قسم کے ہیں؟ کیا آپ خدا کو جو ہمارا آسمانی باپ ہے پیار کرتے ہیں؟ کیا اگر آپ کے دل میں اپنے مبارک خداوند کے لیئے کوئی شکر گذاری ہے؟ کیا اگر آپ پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ انجیل کا بیان غلط ہے۔ تو آپ کو اس سے رنج ہوگا؟ کیا آپ اپنی زندگی سے غیر مطمئن ہیں اور کیا آپ سچ مچ تائب ہیں؟ کیا آپ کی یہ دُعا ہے کہ خدا آپ کو ایک بہتر انسان بنائے اور زندگی کے آخر تک آپ کو مسیح کا وفادار خادم بننے کی توفیق دے"؟

اس قسم کے لوگ عام طور پر ان سوالات کو سُن کر مُسکرا دیا کرتے ہیں۔ اور اکثر یہ جواب دیتے ہیں۔ یہ تو کچھ تملک آمیز اور واعظانہ سی باتیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی خاصی اچھی ہے۔

یہ موجودہ زمانے کے آسمان سے مذہب کا ایک نمونہ ہے۔ جس طرح بچوں کی بعض کتابوں پر لکھا ہوا ہوتا ہے "بغیر آنسو بہائے فرانسیسی زبان سیکھ لو"۔ یا بغیر آنسو بہائے لاطینی زبان سیکھ لو"۔ اسی طرح ہمارے زمانے کی زندگی پر یہ لکھا ہوا ہے "بغیر آنسو بہائے مذہب کے مطالبات پورے کر لو"۔ اس قسم کے مذہب میں نہ تو کچھ لاگت لگتی ہے اور نہ ہی اس سے کچھ بنتا ہے۔ ایسا مذہب انسان کو مطمئن اور مسیح سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ ایسے شخص کی زندگی ناگفتہ بہ زندگی ہے۔ جو آسمانی نور کی ضیا پاشیوں سے محروم رہتی ہے۔ اُس کی رُوحانی ترقی ہمیشہ کے لیئے مسدود ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ مسیح کو اُس شخص کی زندگی میں جگہ نہیں ملتی۔ اس لیئے وہ زندگی بہت جلد مرجھا جاتی ہے اور کچھ عرصے کے بعد سڑنے لگتی ہے۔

سرفراز روڈ
...م لائبریری

فصل ہشتم

میں نہیں چاہتا کہ آپ اس تعلیم کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی کے مرتکب ہوں۔ چند دن ہوئے کہ میں نے ایک غیر مسیحی کتاب میں پڑھا کہ انجیل کی تعلیم یہ ہے کہ بامقابلہ مسیح پر ایمان لانے کے اعمال بہت کم منزلت رکھتے ہیں۔ اور کہ نیک اعمال کی کوشش کرنا جہنم داخل کر دیتا ہے۔ یہ ایک اِتہام ہے۔ سمجھدار مسیحیوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ کتاب مقدس تو یہ فرماتی ہے۔ کہ خدا نے ہمیں نیک اعمال کیلیئے مخلوق کیا ہے۔ مثلاً لکھا ہے "مسیح یسوع میں ۔ ۔ ۔ ۔ نیک اعمال کے واسطے مخلوق ہوئے"۔ "اچھے کاموں میں لگے رہنے کا خیال رکھیں"۔ "تو اپنا ایمان بغیر اعمال کے تو مجھے دکھا"؟

وہ فرق جو میں آپ کے سامنے پیش کیا چاہتا ہوں۔ وہ درست اعمال اور درست ایمان کا فرق نہیں ہے۔ بلکہ وہ فرق ہے جو ایک ایسے آدمی میں جس کا خدا کے ساتھ کوئی قلبی رشتہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ خود اپنے لیئے چند ایک خارجی قوانین مرتب کر لیتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ اُن کی پابندی خُدا کی اطاعت ہے اور یوں مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور اُس شخص میں جو اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے۔ اور راستی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ خدا کی محبت اور مسیح کی قربانی سے واقف ہو جاتا ہے اور پورے ایمان کے ساتھ اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور اُس سے ایسے اعمال حسنہ کی توفیق پاتا ہے۔ جنہیں خود اپنی کوشش سے انجام نہیں دے سکتا۔ اور دُعا کرتا ہے کہ خدا اُسے فضل عنایت کرے کہ وہ ابد تک نیک اعمال کرتا رہے۔

میں پھر بڑی تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص مسیحی تعلیم رکھتے ہوئے

بھی اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتا اور خدا کی قربت کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ جو اپنے خود ساختہ قوانین پر اکتفا کرتا ہے۔ اور اُنہی کی بنا پر اُس ازلی باپ سے مطالبات کرتا ہے۔ وہ سراسر غلطی پر ہے۔ چاہیئے کہ وہ کلام کے ان الفاظ کو گوش ہوش سے سُنے۔ "شریعت کے اعمال سے کوئی بشر اُس (خدا) کے حضور راستباز نہیں ٹھہریگا۔ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی راستبازی سے زیادہ نہ ہوگی تو تم آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے"۔

اس مذہبی جنگ میں پولوس کا یہی نکتۂ خیال ہے۔

حصّہ چہارم

قید اور موت

باب پانزدہم

یروشلیم میں جانا

پولوس کو یورپ میں رہتے ہوئے نو ماہ گذر گئے ہیں۔ اب فروری ۵۸ء ہے اُس نے کئی ایک بڑی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ اُس نے مغرب کی کلیسیائے عام کی بنیاد رکھ دی ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اب پولوس کو آرام کرنا چاہیئے۔ اُس نے بڑی محنت کی ہے۔ وہ اپنے کام میں بہت درجے تک کامیاب ہوگیا ہے۔ وہ اب بوڑھا ہوتا جاتا ہے۔ شباب کے جوش و خروش کا زمانہ جاتا رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ بعض لوگوں کا دل کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ پولوس کے نزدیک جو کچھ بھی اُس نے کیا ہے محض ابتدا ہے۔ وہ مستقبل میں اس سے بھی بڑے بڑے کام کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔

اُس کی نظر بہت دُور تک دیکھتی ہے۔ وہ رُومی سلطنت کی انتہا کی رویا

دیکھ رہا ہے۔ اُسے اسفانیہ کا ساحل دکھائی دے رہا ہے وہ ہرکیولیز کے ستونوں (Pillars of Hercules) تک جو دُنیا کا انتہائی حصہ ہے پہنچنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہاں تک وہ صلیب کے اُس علم کو جو یسوع نے اُسے دمشق کے راستے پر سپرد کیا تھا۔ نصب کر دے۔ اور اُس کی رویا کا مرکز رُوم کا شاہانہ شہر ہے۔

اِس خط میں جو اُس نے ابھی روم کی کلیسیا کے نام بھیجا ہے۔ اس بڑی خدمت کے اشارے ملتے ہیں۔

"میں دیر سے تمہاری ملاقات کا مشتاق ہوں۔ بہت جلد اسفانیہ جاتے ہوئے تمہارے پاس آؤنگا۔ اب تو مقدسوں کی خدمت کرنے کے لئے یروشلیم کو جاتا ہوں۔ تاکہ وہاں کے غریب مقدسوں کے لئے کچھ چندہ لے جاؤں۔ اس کے بعد اگر خدا کی مرضی ہوئی تو روم جانے کا قصد کرونگا۔ لیکن تم میرے لئے خدا سے دعائیں مانگنے میں میرے ساتھ مل کر جانفشانی کرو۔ کہ میں یہودیہ کے نافرمانوں سے بچا رہوں۔ اور خُدا کی مرضی سے تمہارے پاس خوشی کے ساتھ آ کر تمہارے ساتھ آرام پاؤں"۔

ہاں۔ اے پولوس تو ضرور خدا کی مرضی سے اُن کے پاس روم کو جائیگا لیکن ایک ایسے طریقے سے کہ جس کا تجھے خواب و خیال بھی نہیں ہے۔ اور خدا کی مرضی سے تو روم میں ضرور آرام پائیگا۔ لیکن یہ آرام تجھے جلاد کی تلوار کی دھار سے ملیگا۔

فصل دوم

اب وہ ۵۸ء کے فروری مہینے میں کرنتھس سے اپنی اس مہم کے لئے روانہ ہوتا ہے۔ لیکن پہلے اُسے یروشلیم کو جانا ہے۔ تاکہ کلیسیا کے بزرگوں سے ملاقات

کرے اور اُس روپیہ کو اُن کے سپرد کر دے جو اُس نے غریبوں کے لئے جمع کیا ہے اُس کے ہمراہ نوجوان تمتھیس۔ لوقا اور افسس کا ترفمس ہیں۔ علاوہ ان کے ایشیا کی کلیسیاؤں کے چار ایلچی بھی ہیں۔ غالباً ان کے پاس وہ روپیہ ہے جو اُنھوں نے اپنے مختلف شہروں سے جمع کیا ہے۔

سب سے پہلے پولوس یروشلیم کو جانا چاہتا ہے۔ تاکہ عید فسح کے موقع پر حاضر ہو سکے۔ اس وقت جہاز میں جگہ ملنا ذرا مشکل ہے کیونکہ ایسے لوگوں کا شمار بہت زیادہ ہے جو عید فسح کے لئے جا رہے ہیں۔ بندرگاہ پر زائرین کا ایک ہجوم کا ہجوم ہے جو جہاز کا انتظار کر رہے ہیں۔

بہت جلد پولوس معلوم کر لیتا ہے کہ یہ بھیڑ بڑی غضبناک اور خطرناک ہے وہ اُسے دیکھتے ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور دانت پیسنے لگتے ہیں عام طور پر اس قسم کے مذہبی دیوانے دینی تیوہاروں کے موقعوں پر بہت جلدی بھڑک جایا کرتے ہیں۔ پولوس بہت عقلمندی کرتا اگر وہ کرنتھس کی بندرگاہ سے جہاں لوگ اُس سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے سوار نہ ہوتا۔ وہ اُسے دیکھتے ہی آپس میں سرگوشیاں کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو یہ وہ مرتد ہے جو موسیٰ اور شریعت کے برخلاف کفر بکتا پھرتا ہے۔ اب وہ اُس کے مارنے کی تاک میں لگ جاتے ہیں۔ ایسے بھرے ہوئے جہاز میں رات کی تاریکی میں کسی شخص کے سینے میں خنجر گھونپ دینا یا اُسے پانی میں پھینک دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ پولوس کے دوست اُن کے اِس فاسدانہ ارادے سے واقف ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اُنہیں یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ خشکی کے راستے مقدونیہ ہو کر جائینگے۔

دُنیا کے کناروں تک پہنچنے کی اس مہم کی یہ ایک بڑی منحوس سی ابتدا ہوتی ہے اور اب پنتیکوست کے موقع پر یروشلیم میں موجود ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ تاہم یہ

ایک نہایت ہی خوشگوار سفر ہے۔ جس میں کئی ایک دوست ہمراہ ہیں۔ موسم بھی بہار کا ہے اور اُنہیں کئی ایک ایسے شہروں میں سے گذرنا ہے جہاں کئی ایک پرانے اور عزیز دوستوں سے ملاقات ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ فلپی میں پہنچتے ہیں تو پولوس کا پرانا مرض اُسے آدباتا ہے۔ کیونکہ وہ اور طبیب لوقا کچھ عرصے کے لیے وہاں ٹھہر جاتے ہیں۔ حالانکہ اُن کے ساتھی ترواس پہنچ جاتے ہیں۔ پولوس کے لیے اس حالت میں فلپی ایک نہایت ہی موزون جگہ تھی۔ کیونکہ یہاں اُس کے مریدوں میں سے کئی ایک ہیں جو اُسے بہت عزیز ہیں۔ مثلاً یہاں لُدیہ ہے اور قید خانے کا داروغہ ہے وغیرہ :۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود خطروں اور مصیبتوں کے پولوس کی زندگی سراسر مایوسی اور رنج کی زندگی نہ تھی۔ مختلف شہروں میں اُس کے اس قسم کے دوست پائے جاتے تھے۔ جو اُس کے لیئے باعثِ راحت ثابت ہوتے تھے۔ کاش کہ ہمیں بھی اپنی عدیم الفرصت زندگیوں میں ایسے دوست پیدا کرنے کا موقع ملے۔ یوں تو دنیا میں بہت سے دوست پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مسیحی لوگوں کی دوستیاں خداوند یسوع مسیح کی مشترکہ دوستی کی وجہ سے بہت زیادہ حقیقی اور باعث برکت ثابت ہوتی ہیں۔ علاوہ اس کے انہیں یہ بھی امید رہتی ہے کہ آنے والی لامحدود دنیا میں یہ دوستی ایک لاانتناہی رشتے میں تبدیل ہو جائیگی۔ حقیقی دوستیاں زندگی میں ایک عجیب رونق اور تازگی پیدا کر دیتی ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے چارلس کنگسلی (Charles Kingsley) صاحب سے پوچھا کہ آپ اپنی زندگی میں کس بات کے لیے خدا کے سب سے زیادہ شکرگذار ہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا۔ "اِس بات کے لیئے کہ اُس نے مجھے دوست دیے ہیں۔"

پولوس کی بھی یہی حالت تھی۔ اُس کے پاس بیوی بال بچّے تو نہ تھے۔ لیکن

خدا نے اُسے اچھے دوست عنایت کیئے تھے۔ اگر یہ درست ہے کہ پولوس کے کئی ایک ایسے دشمن تھے جو اُس کے خون کے پیاسے تھے۔ تو یہ بھی درست ہے کہ اُس کے بہت سے ایسے دوست بھی تھے جو اُس کی خاطر اپنی جان دینے کو تیار تھے اور یہ حقیقت باوجود اُس کی تمام مصیبتوں اور دقتوں کے اُس کے لیئے باعثِ راحت تھی

فصل سوم

پولوس عیدِ فسح کا ہفتہ فلپی میں بسر کرتا ہے۔ اُس سال فسح جمعرات کے روز [illegible] اپریل پڑتی ہے اور مسیحی یہودی بھی فسح کے منانے میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن اب اُن کی نظر میں یہ فسح ایک یہودی تہوار نہیں ہے۔ کیونکہ پولوس نے اُس میں مسیحی معنی داخل کر دیئے ہیں "ہمارا بھی فسح یعنی مسیح قربان ہوا۔ پس آؤ ہم عید کریں۔" یہ [illegible] ہمارے زمانہ کے مبارک جمعہ اور عیدِ قیامت کے تہوار کی ابتدا تھی۔

دوسرے روز وہ اور لوقا فلپی سے روانہ ہوتے ہیں اور پانچ دن کے بعد اپنے دوستوں سے ترواس میں آملتے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں سے وہ پچھلے سال یورپ کے سفر کے لیے روانہ ہوا تھا۔ یہاں اُن سب کو پیر یعنی ۱۸ تاریخ تک جہاز کے انتظار میں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ اس طرح اُنہیں ترواس میں اتوار کا دن بسر کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ لوقا نے اپنے روزنامچہ میں اُس کلیسیائی عبادت کی جو بالا خانے میں منعقد ہوئی ایک بڑی دلچسپ تصویر کھینچی ہے۔ تصویر کو دیکھتے ہی خیال گذرتا ہے کہ یہ کسی چشم دید گواہ کا کام ہے۔ تصویر کا ہر ایک پہلو بہت صاف ہے۔ ایک جماعت ہے جو نہایت مشتاق معلوم دیتی ہے۔ کمرے میں کئی بتیاں ہیں۔ گرمی کی وجہ سے کھڑکیاں کھول دی گئی ہیں۔ ایک نوجوان یوتخس نام کھڑکی میں بیٹھا ہوا اونگھ رہا ہے۔ اور چونکہ وعظ طول کھینچ جاتا ہے وہ سو جاتا ہے۔ لیکن یکایک ایک چیخ سنائی

دیتی ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ کوئی اُس کی امداد کو پہنچ سکے وہ تیسری منزل سے
نیچے جا پڑتا ہے۔ وعظ کے وقت اس طرح سے تیسری منزل کی کھڑکی میں سو جانا
بہت دانائی نہیں ہے۔

وہ تمام رات یونہی آنکھوں میں بسر ہو جاتی ہے کیونکہ صبح سویرے جہاز کو روانہ ہونا ہے۔ پاک عشا کی عبادت کے بعد پولوس اپنے دوستوں کو جہاز پر سوار کرا دیتا ہے اور خود تنہا پیدل روانہ ہو جاتا ہے۔ یہ فاصلہ بیس میل کا ہے اور اُس کا ارادہ ہے کہ اگلی بندرگاہ پر اُن سے پھر مل جائے۔ وہ اس وقت تنہائی چاہتا ہے وہ خاموشی میں خدا کے ساتھ رفاقت رکھنا چاہتا ہے۔ بہت سی باتیں ہیں جن پر اُسے غور کرنا ہے۔ گذشتہ کئی ایک ہفتوں کے واقعات نے اُس کے اعتقاد کو ہلا دیا ہے۔ اُسے شک ہے کہ شاید اُسے اسفانیہ جانے کا موقع نہ ملے۔ اُسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اُس کی خدمت کے نورانی ایّام ہو چکے ہیں۔ اور اب اُس کے سامنے محض مشکلات اور خطرات ہیں۔ لہٰذا وہ گہرے خیالات میں مستغرق ترواس کے راستے سے ترو آس کے گرم چشموں کے پاس سے گذرتا ہے۔ اور پھر اُسے بلوط کے جنگلوں میں سے جانا پڑتا ہے۔ اِسی طرح وہ تمام دن سفر کرتا ہوا رات کو اسّس میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں جہاز کو پھر جا پکڑتا ہے۔

فصل چہارم

دس روز کے بعد ایک دن پھر شام کے وقت ہم پولوس اور اُس کے ساتھیوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ جب کہ وہ میلیتس کی بندرگاہ میں داخل ہو رہے ہیں جہاز افسس میں نہ ٹھہرا تھا۔ لیکن میلیتس میں موقع مل جاتا ہے اور وہ ایک ہرکارے کو بھیج کر افسس کے چند ایک پریسبٹروں کو بُلا لیتے ہیں۔ تاکہ اُن سے ملاقات کریں

دوسرے دن وہ ملیتس میں پہنچ جاتے ہیں اور یہاں ہمیں لوقا کے روزنامچہ کی ایک اور بڑی دلچسپ تصویر نظر آتی ہے۔

جہاز پر سے سامان اُتارا جا رہا ہے۔ ملّاح کام کرتے ہوئے گائے جاتے ہیں اور شور بھی مچاتے ہیں۔ سمندر کی ریت پر چند خادمانِ دین اپنے اُستاد اور دوست کو خیرباد کہنے آئے ہیں۔ پولوس اُن سے یوں ہم کلام ہوتا ہے۔

"میں افسس کی جماعت کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اپنی اور اُس سارے گلہ کی خبرداری کرو۔ جس کا رُوح القدس نے تمہیں نگہبان ٹھہرایا۔ تاکہ خدا کی کلیسیا کی گلہ بانی کرو۔ جسے اُس نے خاص اپنے خون سے مول لیا۔ حتی المقدور اُن کی خدمت کرو۔ خداوند یسوع کے الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھو کہ دینا لینے سے مبارک ہے۔"

تم خود جانتے ہو کہ پہلے ہی دن سے کہ میں نے آسیہ میں قدم رکھا ہر وقت تمہارے ساتھ کس طرح رہا۔ اور کس طرح میں خداوند کی خدمت کرتا رہا۔ اور جو جو باتیں تمہارے فائدے کی تھیں اُن کے بیان کرنے اور علانیہ اور گھر گھر سکھانے سے کبھی نہ جھجکا۔ بلکہ یہ گواہی دیتا رہا کہ خُدا کے سامنے توبہ کرنا اور ہمارے خداوند یسوع مسیح پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور دیکھو میں یروشلیم کو جاتا ہوں۔ اور نہ معلوم کہ وہاں مجھ پر کیا کیا گذرے۔ سوا اس کے کہ رُوح القدس ہر شہر میں گواہی دے کر مجھ سے کہتا ہے کہ قید اور مصیبتیں میرے لیے تیار ہیں۔ مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ بشرطیکہ میں اپنا دور اور وہ خدمت جو خداوند یسوع مسیح سے پائی ہے پوری کروں۔ سو اب میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔ اور اب دیکھو میں جانتا ہوں کہ تم سب جن کے درمیان میں بادشاہت کی منادی کرتا پھرا اب پھر نہ دیکھو گے اپنے گلہ کی نگہبانی کرو۔ آخر تک وفادار رہو۔ خدا تم سب کے ساتھ رہے۔ اب میں تمہیں خدا اور اُس کے کلام کے سپرد کرتا ہوں۔ جو تمہاری ترقی کر سکتا ہے۔ اور

...ے مقدسوں میں شریک کر کے میراث دے سکتا ہے۔ پس آؤ ہم سب گھٹنے ٹیک کر دعا کریں تاکہ خدا تمہیں اپنی محافظت میں رکھے۔"

پس وہ سب کے سب گھٹنے ٹیکتے ہیں اور رو رو کر دعا کرتے ہیں۔ وہ "خاص کر اس بات پر غمگین تھے جو اس نے کہی تھی کہ تم میرا منہ پھر نہ دیکھو گے"۔

چنانچہ وہ اُن سے "بمشکل جدا" ہوتے ہیں۔ اس سے پھر ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح سے لوگ پولوس کو عزیز رکھتے تھے۔ اور اس سے یہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ محبت کے پیغامات جو پولوس مختلف کلیسیائیوں کو اپنے خطوط میں بھیجتا ہے کس درجے تک حقیقی اور پُر معنی ہیں۔

فصل پنجم

ایک اور ہفتہ اُس خوش گوار بحری سفر میں گذر جاتا ہے اور وہ کوس اور رُدُس کے جزائر میں سے ہوتے ہوئے جہاں کے گلزار مشہور ہیں پترہ میں آتے ہیں۔ اور وہاں سے ملک فلسطین کے لئے جہاز تبدیل کرتے ہیں۔ تیسرے روز جہاز سے کُپرس کے اونچے میدان نظر آتے ہیں۔ یہ اُس کے پُرانے دوست برنبا کا جو اب اپنے خداوند کے ساتھ عالم ارواح میں مسکن گزین ہے وطن ہے۔ ممکن ہے کہ پولوس کے دل میں خیال آیا ہو کہ کاش کہ میں اُس دن انطاکیہ میں اُس کے ساتھ زیادہ صبر و برداشت سے پیش آتا۔

اس کے بعد وہ صُور میں جو یہودی تواریخ میں ایک خاص جگہ رکھتا تھا پہنچے ہیں اور وہاں ایک ہفتہ قیام کرتے ہیں۔ وہاں کے بھائی اُسے یروشلیم کے خطرات سے متنبہ کرتے ہیں۔ اور وہاں بھی ملیتس کی طرح لوگ بڑی گرم جوشی کے ساتھ اسے خیر باد کہتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "سب نے بیویوں اور بچوں سمیت ہم کو شہر کے باہر تک پہنچایا۔ پھر ہم نے سمندر کے کنارے گھٹنے ٹیک کر دعا مانگی۔ اور ایک دوسرے سے وداع ہوئے"۔

فصل ششم

اب وہ قیصریہ کے خوبصورت شہر میں جو دار السلطنت ہے۔ اور یروشلیم سے تین روز کے فاصلے پر ہے پہنچ جاتے ہیں۔ ابھی فسح کے منانے میں چودہ دن باقی ہیں۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایام بجائے یروشلیم کے جہاں مخالفت اور خطرات ہیں یہیں دوستوں کے درمیان بسر کیے جائیں۔ یہاں پولوس فلپس مبشر کا مہمان ہے۔ جو اُس کا ہم خیال اور ہم مذاق ہے۔ یہیں وہ وقت یاد آتا ہے کہ جب فلپس دیگر چھ اشخاص کے ساتھ ڈیکن کے عہدہ پر مقرر ہوا تھا۔ اور کس طرح اُس نے دلیری کے ساتھ بدعتی سامریوں میں انجیل کی منادی کی تھی۔ اور کس طرح اُس نے کنداکے ملکہ حبش کے وزیر کو بپتسمہ دیا تھا۔ اور بعد میں جگہ بہ جگہ بشارت دیتا رہا تھا اور قیصریہ میں آکر قیام کیا تھا۔ اب اس بات کو بیس سال ہو گئے ہیں۔ اور وہ ابھی تک قیصریہ ہی میں ہے۔ اور اُس کے ساتھ اُس کی چار بیٹیاں ہیں جو کنواری ہیں اور نبوت کرتی ہیں۔

غالباً یہ ملاقات بہت سے پُرانے واقعات کی یاد کو تازہ کر دیتی ہے۔ اور جب کہ وہ دونوں شام کو اکٹھے بیٹھتے ہونگے تو ضرور گذشتہ باتوں کا تذکرہ ہوتا ہوگا۔ پولوس کو وہ دن یاد آتا ہوگا جب کہ وہ دونو ستفنس کے پتھراؤ کئے جانے کے وقت حاضر تھے۔ پھر پولوس کو وہ وقت بھی یاد آتا ہوگا جب کہ اُس نے فلپس اور اُس کے ساتھیوں کو یروشلیم سے بھگایا تھا۔ مگر خداوند نے اپنی محبت سے شاگردوں کی اس پراگندگی کو انجیل کی اشاعت کا وسیلہ بنایا تھا اور

کس طرح سے فلپس کا یروشلیم میں نہ رہنا اُس کے لیئے مفید ثابت ہوا تھا اور وہ یروشلیم کی تنگ خیالیوں سے بچا رہا تھا۔ اور اب وہ پولوس کی طرح ایک وسیع نکتہ نظر رکھتا تھا۔ جو یروشلیم کے بھائیوں کے لیئے ناممکن معلوم ہوتا تھا۔

قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب یہ دونو دوست باتیں کرتے ہونگے۔ تو نوجوان لوقا اُس گفتگو کو سنتا ہوگا۔ اور اپنی کتاب کے لیئے مصالحہ مہیا کرتا ہوگا۔ پولوس کے لیئے قیصریہ کا یہ آرام نہایت ہی مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ بعد میں اُس کو کئی سالوں تک کوئی آرام نہیں ملا لیکن ان دنوں میں بھی کئی ایک باتیں اُس کے آرام میں مخل ہوتی ہیں۔ مثلاً کئی دوست اسے آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اسے منت کرتے ہیں کہ وہ یروشلیم میں نہ جائے۔ لیکن اُس کا ارادہ لاتبدیل ہے۔ وہ اپنے فرض سے بخوبی واقف ہے اور اس کا رُخ اُس کے خداوند کی طرح جسے اس سے پیشتر اسی قسم کے حالات میں دوستوں نے روکنا چاہا تھا یروشلیم کی طرف ہے

باب شانزدہم

بلوہ اور گرفتاری

ایک ہفتہ اور گذر جاتا ہے۔ اب پولوس یروشلیم میں ہے۔ اور اُس مقدس شہر میں یہ اُس کا آخری موقعہ ہے۔ اور یہ اُس کے لیے سب سے زیادہ موجب رنج ثابت ہوتا ہے۔ سب سے پہلے وہ یروشلیم میں لڑکپن کے اشتیاق کے ساتھ تحصیل علم کی غرض سے آیا تھا۔ دوسری دفعہ دمشق کی رویا کے بعد مختلف جذبات لے کر آیا تھا۔ اس کے بعد اُسے برنبا کے ہمراہ کلیسیا کی آزادی کے تحفظ کی غرض سے آنا پڑا تھا۔ اب وہ آخری بار یروشلیم میں داخل ہوتا ہے۔ وہ اُن تمام خطرات سے واقف ہے جو اُس کے سامنے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ میں یروشلیم میں خداوند یسوع کے نام پر نہ صرف باندھے جانے بلکہ مرنے کو بھی تیار ہوں"۔ وہ یہاں ایک قدیم شاگرد مناسون کپرسی، کے ہاں مہمان ہے۔ اُس کے گھر کی کھڑکی سے وہ اُن تمام بھیڑ کو دیکھتا ہے جو عید فسح کے لیئے جمع ہو رہی ہے۔ اس بھیڑ میں پارتی اور میدی اور عیلامی اور رہنے والے کپدکیہ اور پنطس اور آسیہ کے ہیں۔ وہ آسیہ کے لوگوں کو دیکھ کر کچھ گھبرا جاتا ہے۔ اُن میں سے کئی ایک اُس کے سامنے سے گذر رہے ہیں۔ وہ اُن کے بھڑکیلے قومی لباس سے بخوبی واقف ہے۔ کیونکہ وہ افسس میں تین سال تک اُنہیں دیکھتا رہا ہے۔ یہ لوگ اُس کے جانی دشمن ہیں اور انتہا درجہ کے متعصب ہیں۔ جہاں کہیں وہ جاتا ہے لوگوں کو اُس کے برخلاف بھڑکا دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ جانتا ہے کہ یروشلیم میں بھی وہی سب سے زیادہ

خطرناک ثابت ہونگے ۔

فصل دوم

لیکن وہ اُن سے بچ نہیں سکتا۔ یروشلیم کے بھائی اُسے ایک نہایت ہی نازک اور مشکل سی حالت میں پھنسا دیتے ہیں۔ اُن کے طرزِ عمل کو دیکھ کر کچھ مایوسی ہوتی ہے۔ اُسے شہر میں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہوا ہے۔ وہ اس کی خاطر مدارات کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ کلیسیائی اعتبار سے اُن سب سے زیادہ معزز اور قابلِ قدر ہے۔ یوں تو یروشلیم کے بھائی بڑی گرم جوشی سے اُس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے ہی دن جب کہ وہ کلیسیا کے سامنے حاضر ہوتا ہے اُسے ایک زبردست مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُن میں سے کئی ایک تو اُس کے ہم خیال ہیں۔ لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جو غیر قوموں کے متعلق اُس کے وسیع نکتہ خیال سے عدم موافقت رکھتے ہیں۔ اُن کے لیئے یہ تسلیم کرنا ناممکن ہے کہ غیر قوم بھی خدا کے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ کلیسیا میں ایک ہی درجہ رکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہماری توقع کے مطابق یروشلیم کے تمام مسیحی متفقہ طور پر پولوس کو قبول نہیں کرتے۔

وہ غریبوں کے لیئے بہت سا چندہ اپنے ہمراہ لاتا ہے۔ جو کئی سالوں کی محنت اور دلچسپی کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ اُنہیں اُس خدمت کا جو اُس نے خداوند کے نام میں کی ہے ایک نہایت ہی ہمت افزا بیان سُناتا ہے۔ کہ کس طرح متعدد غیر قوم مسیح پر ایمان لائے ہیں۔ اور کس طرح اُس کے ذریعہ سے مغرب میں کئی ایک مقتدر کلیسیائیں قائم کی گئی ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوقا جو پولوس کے سوانح حیات تحریر کر رہا ہے اُن میں مناسب خوشی اور دلچسپی نہ دیکھ کر مایوس ہوتا ہے جیسا کہ اُس کے روزنامچہ سے پتہ چلتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ وہ پولوس کا بیان سُن کر "خدا کی بڑائی" کرتے ہیں۔ اگر اتنا بھی نہ کرتے تو بڑے تعجب کی بات ہوتی۔ لیکن بہت جلد وہ اپنی غیر ضروری احتیاط سے اُسے رنجیدہ اور پست ہمت کر دیتے ہیں "بھائی تمہیں بہت ہی محتاط ہونا چاہیئے یہاں کے لوگ تمہاری تعلیم کی نسبت بہت ہی حیران اور متفکر ہو رہے ہیں۔ تم نے نہ صرف غیر اقوام اور خدا کے برگزیدہ لوگوں میں جو امتیاز پایا جاتا تھا اُسے ہٹا دیا ہے بلکہ تم نے اس درجہ تک لاپرواہی سے کام لیا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ تم موسوی شریعت کے خلاف بھی تعلیم دیتے ہو۔ اب چاہیئے کہ تم ہماری صلاح پر چلو۔ اور مذہب کی تحقیر نہ کراؤ۔ بلکہ اپنے آپ کو ایک ایماندار یہودی ثابت کرو۔ ہمارے پاس چار ایسے آدمی ہیں جنہوں نے ایک یہودی مَنت مانی ہے۔ علانیہ طور پر تم اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لو۔ تم ہر روز اُن کے ہمراہ ہیکل میں جایا کرو اور سر منڈوانے اور طہارت کی دیگر رسوم کے اخراجات اُٹھاؤ۔ یوں لوگوں پر یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ تم یہودی رسوم کے پابند اور معتقد ہو۔"

فصل سوم

اگر یہ صلاح کسی اور وقت دی جاتی تو مفید ثابت ہوتی۔ اس وقت جب کہ پولوس کا دل اُن فتوحات سے بھرا ہوا ہے جو خداوند کو غیر اقوام کے درمیان حاصل ہوئی ہیں اس قسم کی نصیحت اُسے بھلی معلوم نہ ہوئی ہوگی۔ یہ درست ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی تعلیم کو اچھی طرح سُنیں تو اُنہیں زبردستی اپنا مخالف نہ بنانا چاہیئے۔ کلیسیا کے لیئے یہ موقع جب کہ وہ یہودیت سے مسیحیت میں داخل ہو رہی ہے ایک نہایت ہی نازک موقع ہے اور اگر اس وقت یروشلیم کی کلیسیا پولوس سے قطع تعلق کر لیتی۔ تو نہایت ہی ناگوار نتائج مرتب ہوتے۔ کلیسیا کو نہ صرف مرکز

اور پُرجوش لوگوں کی ضرورت ہے۔ بلکہ محتاط اور دُور اندیش ہادیوں کی بھی ضرورت ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس نازک وقت میں اُن کے درمیان یعقوب جیسا بزرگ اور دُور بین ہادی موجود ہے

لیکن بعض اوقات احتیاط اور دُور اندیشی پر بھی زیادہ زور دینا غیر مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس وقت جب کہ پولوس مسیح کے جلال اور سینکڑوں غیر قوم لوگوں کے ایمان لانے کے متعلّق ایک دھواں دھار تقریر کرتا ہے تو بجائے اس کے کہ یروشلیم کے بھائی بے حد خوشی کا اظہار کریں وہ چند لوگوں کے تعصّبات کو دور کرنے کی فکر میں ہیں۔ اور ان کے ساتھ کئی ایک ادنیٰ اور فروعی معاملات میں موافقت کا ثبوت دیا چاہتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ آج سے بیس سال قبل کوئی مشہور مشنری انگلستان کی کلیسیا کے سامنے آکر یہ خبر سناتا کہ ایک پورا برِّ اعظم خداوند کے قدموں پر گر پڑا ہے تو کیا کلیسیا کے بزرگ اُس سے یہ کہتے کہ "بھائی کل تمہیں کلیسیا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ تم ٹھیک ٹ پر سیاہ لبادہ پہن کر آتے ہو اور کہ تم مذبح کے پاس مشرق کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہوتے ہو"؟

پولوس کو اُن کی نصیحت پر عمل کرنے میں تامّل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہودی ہونے کی حیثیت میں دیانتداری کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن گو ایسا کرنے سے یہودی مسیحیوں کی تو تسلّی ہو جاتی ہے لیکن ممکن ہے کہ اس سے غیر قوم مسیحیوں کی دلآزاری ہو۔ اس تمام معاملہ میں ایک بات کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے یعنی یہ کہ ایسا کرنے سے پولوس نمایاں طور پر اُن یہودیوں کی نظر کے سامنے آجاتا ہے جن میں مذہبی دیوانگی اور نفرت سمائی ہوئی ہے اور جو ہر چہار اطراف سے ہیکل میں جمع ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر وہ آسیہ کے اُن یہودیوں کی مخالفت کا نشانہ بنتا ہے جو اُس کی خدمت کے شروع ہی سے اُس کی عزت اور جان کے خواہاں ہیں۔

فصل چہارم

ساتویں دن آسیہ کے یہودی اُسے اپنے دامِ تزویر میں پھنسا لیتے ہیں۔ صبح کو انہوں نے اُسے شہر میں اپنے ایک دوست ترفمس افسی کے ساتھ پھرتے دیکھ کر پہچان لیا تھا۔ اور اب وہ اُسے ہیکل میں اُن چار غریب اشخاص کے ہمراہ دیکھتے ہیں۔ اور بہت جلد یہ نتیجہ مستنبط کرتے ہیں کہ وہ ایک غیر قوم کو ساتھ لا کر ہیکل کو ناپاک کر دیتا ہے۔ گو یہ حقیقت نہیں ہے۔ لیکن شکّی طبیعتیں ہر ایک بات کو باور کر لیتی ہیں۔ طرفۃ العین میں اُن کی نفرت کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے اور ایک شورِ قیامت برپا ہو جاتا ہے۔ "اے اسرائیلیو مدد کرو۔ یہ وہی آدمی ہے جو ہر جگہ سب آدمیوں کو اُمت اور شریعت اور اس مقام کے خلاف سکھاتا ہے۔ بلکہ یونانیوں کو بھی ہیکل میں لا کر اس پاک مقام کو ناپاک کیا ہے"۔

ہیکل کا ناپاک کیا جانا یہودیوں کی نظر میں ایسا گناہ تھا جو ناقابل معافی ہے۔ یہاں تک کہ رومی افسروں کو بھی اُس امر کا ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ چشم زدن میں یہ خبر بھیڑ میں پھیل جاتی ہے اور وہ فوراً پولوس کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور مار کر زمین پر گرا دیتے ہیں۔ اور خوبصورت دروازے میں سے گھسیٹ کر لاتے ہیں۔ اور سیڑھیوں کے نیچے پھینک دیتے ہیں۔ ہیکل کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ اُس کے قتل سے ہیکل ناپاک نہ ہو جائے۔ قتل بذاتِ خود کوئی بڑی بات نہیں۔ بشرطیکہ ہیکل کے اندر نہ ہو۔ اے پولوس۔ اب اگر وہی مسیح جو دمشق کے راستہ میں تجھ پر جلوہ افرو ہوا تھا تیری امداد نہ کرے تو تیرے لیئے کوئی امید باقی نہیں ہے۔ اُس خونخوار بھیڑ کے دل میں تیرے لیئے ذرا بھی رحم نہیں ہے۔ اب تو اُن کے قبضہ میں ہے۔ لیکن ابھی اُس کا وقت نہیں آیا۔ رومی پولیس اس قسم کے بلوہ کو فرو کرنا جا

ہے۔ اور پیشتر اس سے کہ پولوس اپنی روح کو خدا کے سپرد کر سکے اُس کے کانوں میں ایک فوجی حکم اور مسلح سپاہیوں کے بھاگنے کی آواز آتی ہے۔ جو اُسے گودی میں اُٹھا لیتے ہیں اور بھیڑ کو پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ لیکن باوجود اپنی پھرتی اور چالاکی کے رومی سپاہی بمشکل تمام پولوس کو بھیڑ کی دست بُرد سے بچا سکتے ہیں۔ اور اپنی برہنہ تلواروں کے زور پر اُسے قلعہ تک لے جاتے ہیں۔

پلٹن کا سردار جس کا نام کلاڈیس لیسی آس (CLAdiAS LysiAS) تھا اپنے زخمی قیدی کو دیکھتا ہے۔ جو باوجود اس بدسلوکی کے پُر سکون اور بے خوف نظر آتا ہے۔ پولوس کئی دفعہ موت کو دیکھ چکا ہے۔ لہٰذا وہ اس وقت بھی خوف اور پریشانی سے ناآشنا ہے اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ سردار سے مخاطب ہوتا ہے "کیا مجھے اجازت ہے کہ تجھ سے کچھ کہوں"۔ اس نے کہا۔ کیا تو یونانی جانتا ہے؟ کیا تو وہ مصری نہیں جو اس سے پہلے غازیوں میں سے چار ہزار آدمیوں کو باغی کر کے جنگل میں لے گیا"؟

"پولوس نے کہا میں یہودی آدمی۔ کلکیہ کے مشہور شہر ترسس کا باشندہ ہوں میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے لوگوں سے بولنے کی اجازت دے"۔

یہ درخواست ایک ایسے شخص کی طرف سے کی جاتی ہے۔ جسے ابھی اُس کے دشمن مار ڈالنے کو تیار تھے۔ ضرور پلٹن کا سردار یہ الفاظ سن کر متعجب ہُوا ہوگا لیکن پولوس اِن لوگوں کی جو درحقیقت اُس کے قرابتی ہیں مدد کرنا چاہتا ہے "بھائیو اسرائیل کے لیے میری دلی خواہش اور دُعا یہی ہے کہ وہ نجات پائیں"۔

کلاڈیس لیسی آس (Claudias Lysias) پولوس کی اس درخواست سے متاثر ہوتا ہے۔ ایک بہادر آدمی دوسرے بہادر آدمی کو جلد پہچان لیتا ہے۔ علاوہ اس کے وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کی تقریر کا کیا اثر ہوگا۔ ممکن ہے کہ

بھیڑ بغیر خونریزی کے خود بخود منتشر ہو جائے۔ چنانچہ وہ اُسی طرح پولوس کو اپنی سپاہ کی حفاظت میں رکھتا ہُوا اُسے بولنے کی اجازت دیتا ہے۔

پولوس کی زبردست شخصیت اور عبرانی زبان کے الفاظ ایک دم اُس یہودی جماعت کی توجہ کو تسخیر کر لیتے ہیں۔ اور وہ سب "چپ چاپ ہو گئے"۔

"بھائیو۔ میں بھی تمہاری طرح یہودی ہوں۔ اور میں بھی کسی وقت تمہاری طرح یسوع کے مسیحانہ دعوے کا قائل نہ تھا۔ تم میں سے کئی ایک کو یاد ہوگا کہ میں اُس کے نام سے نفرت کرتا تھا۔ اور اُس کے شاگردوں کو ستاتا تھا۔ جیسا کہ آج تم بھی کرتے ہو۔ لیکن میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں کیونکر تبدیل ہو گیا"۔ یہ کہہ کر وہ اُنہیں سیدھے سادھے مگر پُر زور الفاظ میں اپنی تمام زندگی اور تبدیلی کی داستان سُناتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ کس طرح سے خدا کا مسیح دمشق کے راستے پر اپنے الٰہی جاہ و جلال میں اُس پر ظاہر ہُوا۔ اور فرمایا کہ "میں یسوع ہوں۔ جسے تُو ستاتا ہے"! "اُس مبارک ساعت میں اُس نے مجھے مقرر کیا کہ اُس راستباز کی خوشخبری سُناؤں جسے میں نے دیکھا اور سُنا تھا"۔ اس کے بعد میں کیونکر اُس کا نافرمان ہو سکتا تھا"۔

یہاں تک تو اُس کے سامعین ہمہ تن گوش ہو کر سُنتے رہے ہیں۔ یہ بیان نہایت ہی دلچسپ ہے۔ اور اُن میں سے کئی ایک کے لیے بالکل نیا ہے۔ لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ اور یسوع نے اُسے کیا کہا تھا؟ "اُس نے مجھے یہ کہا تھا کہ یہودی میرے حق میں تیری گواہی قبول نہ کریں گے"۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا "جا۔ میں تجھے غیر قوموں کے پاس دُور دُور بھیجوں گا"!

یہ سُنتے ہی ایک طوفانِ بے تمیزی برپا ہو جاتا ہے۔ یہودی یہ سُن کر کہ غیر قوم لوگوں کو یہودیوں کی جگہ دے دی جائیگی غصے سے بھر جاتے ہیں۔ "ایسے شخص کو زمین پر سے فنا کر دے۔ اُس کا زندہ رہنا مناسب نہیں۔ وہ بے وفا ہے۔ وہ مُرتد ہے"۔

کلاڈیس لسی اس کی مستعدانہ اندیشی سے جو اُس نے اپنی سپاہ کے وہاں موجود رکھنے میں ظاہر کی تھی پولوس کی جان بچ جاتی ہے۔

فصل پنجم

لیکن کلاڈیس لسی آس ناراض اور مایوس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پولوس بھیڑ کے غیظ کو فرو کرنے کی بجائے اُن کی آتشِ انتقام کو اور بھی زیادہ مشتعل کر دیتا ہے۔ وہ پولوس کی تقریر کو سمجھ نہیں سکتا۔ لہٰذا اُسے معلوم نہیں کہ اس اشتعال کا کیا سبب ہے۔ لہٰذا وہ حکم دیتا ہے کہ "اُسے قلعہ میں لے جاؤ اور کوڑے مار کر اُس کا اظہار لو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ وہ کس سبب سے اُس کی مخالفت میں یوں چلاتے ہیں"۔

وہ اُس کے کپڑے اتار کر اُسے تسموں سے باندھ دیتے ہیں۔ پولوس خاموش رہتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ رومی پولیس کے آدمی اُس کی بات نہ سمجھیں گے۔ لیکن جب ایک افسر اُس کے پاس سے گذرتا ہے تو وہ اُسے کہتا ہے "کیا تمہیں روا ہے کہ ایک رومی آدمی کے کوڑے مارو اور وہ بھی قصور ثابت کیے بغیر؟" صوبہدار یہ سُن کر حیران اور خوفزدہ ہو جاتا ہے۔

رُومی پولیس کے سپاہی ہر ایسے شخص کی کمال عزت کرتے تھے۔ جو رومی شہری حقوق رکھتا تھا۔ چنانچہ صوبہ دار کلاڈیس لسی آس کو جلدی سے بُلا لاتا ہے اور وہ بھی اب اپنے قیدی سے بڑی عزت سے پیش آتا ہے۔ کیونکہ وہ اس بات سے خوفزدہ ہے کہ اُس نے ایک رومی شہری کے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ چنانچہ وہ بہت جلد اُسے اس عذاب سے رہا کر دیتا ہے۔

وہ اس مقدمہ کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ دوسرے دن وہ یہودی صدر عدالت والوں کو جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اور پولوس کو اُن کے سامنے

کھڑا کر دیتا ہے۔ لیکن جماعت کسی فیصلہ تک نہیں پہنچتی۔ کیونکہ اُن کے جذبات بہت مشتعل ہو چکے ہیں۔ پولوس اپنی جواب دہی شروع ہی کرتا ہے کہ سردار کاہن حاضرین میں سے ایک کو حکم دیتا ہے کہ اُس کے منہ پر طمانچہ مارو۔ اس پر پولوس غصہ کے مارے آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ اُس نے اب تک کس طرح اپنے آپ کو قابو میں رکھا تھا۔ اور کہتا ہے "اے سفیدی پھری ہوئی دیوار۔ خدا تجھے مارے گا۔ تو شریعت کے موافق میرا انصاف کرنے کو بیٹھا ہے۔ اور کیا شریعت کے برخلاف مجھے مارنے کا حکم دیتا ہے"؟

پولوس نے سردار کاہن کو نہ پہچانا تھا۔ غالباً اس کی وجہ اُس کی بینائی کی کمزوری تھی۔ لیکن صدر عدالت کے بعض شرکا نے ان الفاظ کو سُن کر محظوظ ہوئے ہوں گے "اے سفیدی پھری ہوئی دیوار" کیونکہ وہ اُس ریاکار سردار کاہن سے بخوبی واقف تھے۔ پولوس اس بات کو جانتا ہے کہ صدر عدالت میں فریسی اور صدوقی ہر دو فرقوں کے لوگ ہیں۔ اور وہ اس امر سے بھی واقف ہے کہ اس جماعت سے انصاف کی توقع رکھنا عبث ہے۔ لہٰذا وہ ایک چال چلتا ہے۔ اور اُن دونوں گروہوں میں بحث چھیڑ دیتا ہے۔ "اے بھائیو۔ میں فریسی اور فریسیوں کی اولاد ہوں۔ مُردوں کی اُمید اور قیامت کے بارے میں مجھ پر مقدمہ ہو رہا ہے"۔ فوراً فریسی اُس کے مددگار ہو جاتے ہیں۔ تاکہ انہیں اپنے مخالفین پر حملہ کرنے کا موقع ملے۔ چنانچہ اُن میں آپس میں زبردست تکرار ہونے لگتی ہے۔ اور پلٹن کا سردار فوج کو حکم دیتا ہے کہ پولوس کو "زبردستی نکال کر قلعہ میں لے آؤ"۔

اس مقدمہ میں پولوس اپنی اصلی بشاشت اور عالی حوصلگی کا اظہار نہیں کرتا۔ محققین نے پولوس کی اس طبیعت کا یسوع کی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ جو اُس کے مقدمہ کے وقت ظاہر ہوئی تھی مقابلہ کیا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں اُن کی یہ نکتہ

چھپی درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک بشر سے بہت زیادہ طلب کرتے ہیں۔ پولوس یسوع نہ تھا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ جب ہم اُس کی عجیب و غریب زندگی پر غور کریں جس میں خدا کے پاک رُوح کی قدرت اور معاونت صاف نظر آتی ہے۔ تو ہمیشہ اِس بات کو ملحوظ رکھیں کہ وہ بھی ہماری طرح انسان تھا۔ ایسی اعلیٰ زندگیوں کی تواریخ سے ہماری بڑی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب خدا کا فضل پولوس کو جو ہمارے جیسا کمزور انسان تھا ایسی روحانی بلندی تک پہنچا دیتا ہے۔ تو وہ ضرور ہمیں بھی بہتر انسان بنا سکتا ہے۔

فصل ششم

ہم پولوس کو اُس رات قیدخانہ میں پڑا ہوا دیکھ سکتے ہوں۔ اُس کی حالت نہایت ہی خطرناک ہے۔ رُومی پولیس کی حمایت سے اُس کی جان بچ گئی ہے لیکن اُن کے لئے بھی بار بار اُس دیوانہ گروہ کا مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اِس سے پہلے اُنہوں نے کئی بار مداخلت کی تھی اور نتائج اچھے برآمد نہ ہوئے تھے۔ پولوس کا مستقبل نہایت ہی تاریک معلوم ہوتا ہے۔ قید اور موت اُس کے سامنے ہیں۔ وہ تمام تجاویز جو مسیح کی انجیل کو روم اور سلطنت کی انتہا تک لے جانے سے وابستہ تھیں خاک میں ملتی ہوئی نظر آتی ہیں گذشتہ دو دن انتہائی مصیبت میں گذرتے ہیں۔ اور ابھی اور اذیت اٹھانی ہے۔ ہم میں سے اکثر اگر اُس جگہ ہوتے تو یاس و حسرت کو دل میں جگہ دیتے۔ وہ رات ضرور اُس کے دوست لوقا اور ترفمس اور اُس کے میزبان مناسون نے سخت تشویش میں گذاری ہوگی ممکن ہے کہ پولوس خود بھی ناامید اور مایوس ہو گیا ہو۔ کیونکہ وہ بھی انسان تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اُس نے بستر پر لیٹنے سے پہلے ضرور اپنی حالت زار کو خدا کے حضور میں پیش کیا ہوگا اور اُس سے تقویت کی درخواست کی ہوگی۔ اور اُس کے بعد چین کی نیند سو گیا ہوگا۔

مجھے اُمید ہے کہ ہم میں سے بہتوں کا دستور ہے کہ وہ صبح اور شام کچھ نہ کچھ وقت ضرور کلامِ مقدس پر خدا کی رفاقت میں گذارتے ہیں اور اپنی تجویزیں، اور اُمیدیں، کمزوریاں اور فکریں سب اُس کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی زندگیاں اُس کے سپرد کر کے اُس کی محبت اور ہدایت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح پولوس اُس شب کو بے فکری کی نیند سو گیا ہوگا جس طرح سمندر میں سطحی تلاطم کے باوجود بھی تہ پر سکون ہوتی ہے۔ اسی طرح پولوس کی اندرونی زندگی باوجود خارجی فکروں اور پریشانیوں کے مسیح کے ساتھ خدا میں چھپی ہوئی ہے۔ مسیحی کے اطمینان کا یہی راز ہے۔ "اور بیگانہ اُس کی خوشی میں دخل نہیں رکھتا"۔ "اگر خدا ہمارے ساتھ ہے تو کون ہمارے خلاف ہو سکتا ہے" اگر مسیح ہمیں قبول کرتا ہے تو کون ہم پر الزام لگا سکتا ہے۔

اُسی رات رویا میں وہ خداوند کو اپنے پاس کھڑا دیکھتا ہے۔ اگر خداوند اُس کی دست گیری کرنے کو تیار ہے تو اُسے انسان کی مخالفت کی پرواہ نہیں۔ اگر ہم بھی مسیح کے ساتھ ایسی گہری رفاقت رکھیں تو ضرور ہمیں بھی ایسی رویتیں نصیب ہوں۔ "اے پولوس خاطر جمع رکھ کہ جیسے تُو نے میری بابت یروشلیم میں گواہی دی ویسے ہی تجھے رومہ میں بھی گواہی دینی ہوگی"

اُس مایوس اور ناامید شخص کے لئے یہ الفاظ نہایت ہی تسلی بخش ثابت ہوتے ہونگے آپ کے ساتھ بھی اگر لوگ بے عزتی اور بدسلوکی سے پیش آئیں اور فضا بالکل تاریک معلوم ہو اور اُس وقت اگر کوئی مہربانی کا اظہار کرے تو کیسی خوشی ہوتی ہے۔ یا اگر ایسے موقع پر کوئی بارسوخ اور مقتدر شخص آپ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہے "شاباش میرے دوست۔ آپ حق بجانب ہیں اور مجھے آپ کے ساتھ اتفاق کلی ہے" تو ضرور خوشی سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں گے۔ بالخصوص اگر یہ وہی شخص ہو جس کی خوشنودی کی آپ سب سے زیادہ قدر کرتے ہوں۔ اگر وہ خود مسیح خداوند ہو جو آپ کا آقا اور دوست ہے تو آپ پھولے نہ سمائیں گے۔ خداوند پولوس کو یہ بھی کہتا ہے "تجھے رومہ میں بھی گواہی

دینی ہوگی"۔ یہ الفاظ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اُس کی اُمیدیں روم میں خدمت کرنے کے متعلق بر آئیں گی۔

چاہیئے کہ ہم ہمیشہ پولُس کی زندگی کے اندرونی بھید کو یاد رکھیں۔ یعنی خداوند کی موجودگی اور قربت کے دائمی احساس کو۔ اگر ہم پولُس کے سوانح حیات پر غور کرتے ہوئے اُس کے ایمان۔ دلیری اور برداشت پر اس درجہ تک زور دیں کہ مسیح کو فراموش کر دیں تو اُس کی زندگی کا مطالعہ ہمارے لیئے بالکل بے معنی اور بے سود ثابت ہوگا اور ہم اُس کی فتح اور کامیابی کا بھید سمجھنے میں سراسر قاصر رہیں گے۔ اور وہ راز یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مسیح کی حضوری میں رہتا ہے۔ کاہنوں۔ حاکموں اور غضبناک بھیڑوں کی موجودگی میں بھی وہ اپنے خداوند کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ صرف اُس کی خوشنودی کا خواہاں ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ زندگی اور موت ہر حالت میں وہ اُس کا مربّی اور دوست ہے۔ زندگی میں اُسے خداوند سے نجات۔ فضل۔ امید اور اطمینان کی توقع ہے۔ "میری طرف سے نہیں . . . . بلکہ خدا کے فضل سے جو مجھ پر تھا۔" موت میں وہ اُس سے ابدی خوشی کی امید رکھتا ہے"۔ میرا جی تو چاہتا ہے کہ کوچ کر کے مسیح کے پاس جا رہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میری امانت کی اُس دن تک حفاظت کر سکتا ہے"۔

لہٰذا اُس کا اطمینان دریا کی طرح بہتا رہتا ہے۔ یعنی ایسے دریا کی طرح "جس کی شاخوں سے خدا کے شہر کو . . . . فرحت ہوتی ہے"۔ خدا نے ہم کو بھی فضل بخشا ہے۔ کہ ہم بھی کسی حد تک اسی قسم کی زندگی بسر کریں۔ اگر ہم بھی اسی طرح مسیح کی قربت میں رہیں تو ہماری زندگی میں بھی کوئی فکر یا مصیبت نہ رہے گی۔ اور اگر کوئی فکر ہوگی تو یہ ہوگی کہ ہم کیونکر اُس کی محبت اور رفاقت میں ترقی کر سکتے ہیں۔

باب ہفتدہم

قیصریہ کے چار مناظر

دوسرے دن صبح کو پولُس اپنے حجرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کی آنکھوں میں ایک نئی خوشی کا نور نظر آتا ہے۔ رات کی رویا کی یاد ابھی ذہن میں تازہ ہے۔ کہ یکایک کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔ اور اس کے کمرے کا دروازہ جلدی سے کھولا جاتا ہے۔ اور اُس کا بھانجہ جو اُس کی بہن کا جو یروشلیم میں بیاہی ہوئی ہے بیٹا ہے۔ ہانپتا اور گھبرایا ہوا اندر داخل ہوتا ہے۔

"کیوں بیٹا۔ کیا ہوا"؟

"ماموں جان۔ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ یہودیوں کا ایک وفد حاکم اعلیٰ کے پاس بدیں غرض آ رہا ہے کہ اُس سے درخواست کرے کہ کل کی گفتگو کا سلسلہ پھر جاری کیا جائے۔ درحقیقت وہ آپ کی جان کے خواہاں ہیں۔ اور اگر آپ اس قلعہ سے باہر قدم رکھیں گے تو یقیناً مارے جائیں گے۔ رات کو ایک جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اور اُس میں چالیس سے زیادہ یہودیوں نے لعنت کی قسم کھا کر یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ جب تک ہم پولُس کو قتل نہ کریں۔ نہ کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے۔ اور وہ سب کے سب قلعہ کے آس پاس گلیوں میں چھپے ہوئے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس لڑکے کو اس سازش کا کیسے پتہ لگ گیا؟

ہم نے پہلے بھی پولوس کے خاندان کے افراد کے نکتہ خیال کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب کبھی پولوس یروشلیم میں آتا تھا تو اپنی بہن کے گھر میں فروکش نہ ہوتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ پولوس کا بہنوئی بھی اُس کے خلاف تھا۔ اور شاید رات کے جلسہ میں بھی موجود ہو۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اس سازش قتل سے اتفاق نہیں۔ اور ممکن ہے کہ اُس نے گھر جا کر اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا ہو۔ گو وہ اپنے سالے کے اعتقادات سے اتفاق نہیں رکھتا۔ تاہم وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا۔ کہ اُسے دھوکے سے قتل کیا جائے۔ اور ایسے موقعوں پر ایک عورت تو اپنے بھائی کے تمام قصوروں کو آسانی سے بھلا سکتی ہے۔ چنانچہ پولوس کی بہن کے سامنے پھر وہی شاؤل آ جاتا ہے جو اُس کے ساتھ نرسیس کے گھر میں کھیلا کرتا تھا۔ لہٰذا صبح سویرے ہی وہ اپنے لڑکے کو جگاتی ہے اور اُسے جلد قلعہ کی طرف روانہ کرتی ہے۔

فصل دوم

پولوس نے لڑکے کو ایک دم پلٹن کے سردار کے پاس بھیج دیا۔ اور یوں کلوڈیس لیسیاس اُس سازش سے واقف ہو جاتا ہے۔ جو اُن شریف یہودیوں کے دل میں تھی جو ڈیوڑھی میں اُس کی ملاقات کے منتظر تھے معلوم نہیں کہ وہ رومی افسر ملاقات کے وقت اپنے مزاج پر پولوس کی نسبت زیادہ قابض رہا یا نہیں۔

یہ معاملہ پلٹن کے سردار کے لیئے باعثِ تشویش ہوتا جاتا ہے۔ اس قیدی کی محافظت مشکل ہوتی جاتی ہے۔ رومی شہری ہونے کی حیثیت میں وہ پولوس کے تحفظ کا ذمہ وار ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر میں اُسے اِس خونخوار بھیڑ اور ان متعصب اور سازشی کاہنوں کے ہاتھ سے جو قتل تک کے لیئے تیار ہیں۔ بچا کر یروشلیم سے باہر بھیج دوں تو میں بہت ہی خوش قسمت ہونگا۔ لہٰذا وہ پوشیدہ طور پر اُس کے

بچانے کی تجاویز سوچتا ہے۔ چنانچہ ہمیں گھوڑوں کے پاؤں کی اور سپاہیوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ جو شب کی تاریکی میں قلعہ کے احاطہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ اُن کی تعداد تقریباً ۵۰۰ ہے۔ کیونکہ معاملہ نازک ہے۔ راتوں رات وہ سپاہی اُسے دارالسلطنت میں پہنچا دیتے ہیں۔ آپ کو یاد ہے کہ اس سے پہلے بھی پولوس ٹرکمس نیس کے ساتھ قیصریہ میں ایک ہفتہ رہ چکا تھا۔ اور اب جو فلپس اور اُس کی بیٹیاں اور اُس کے دوست پولوس کو رسالہ کے ہمراہ زیر حراست دیکھتے ہیں تو ان کو یاد آ جاتا ہے کہ ہم نے اُسے خطرہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور اب ہماری پیشینگوئی پوری ہو گئی۔

حاکم اپنے دفتر میں ہے اور فوج کے دستہ کا افسر اُسے پلٹن کے سردار کا خط دے دیتا ہے۔

"کلوڈیس لوسیاس کا فیلکس بہادر حاکم کو سلام۔ اس شخص کو یہودیوں نے پکڑ کر مار ڈالنا چاہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ رومی ہے تو فوج سمیت چڑھ گیا اور چھڑا لایا۔ اور اس بات کے دریافت کرنے کا ارادہ کر کے کہ وہ کس سبب سے اُس پر نالش کرتے ہیں۔ اُسے اُن کی صدر عدالت میں لے گیا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ اپنی شریعت کے مسئلوں کی بابت اُس پر نالش کرتے ہیں۔ لیکن اُس پر کوئی ایسا الزام نہیں لگایا جو قتل یا قید کے لائق ہو۔ اور جب مجھے اطلاع ہوئی کہ اس شخص کے برخلاف سازش ہونے والی ہے۔ تو میں نے اُسے فوراً تیرے پاس بھیج دیا ہے۔ اور اُس کے مدعیوں کو بھی حکم دے دیا ہے کہ تیرے سامنے اُس پر دعویٰ کریں"

حاکم خط پڑھنے کے بعد سوال پوچھتا ہے:۔

"یہ آدمی کس صوبہ کا ہے"؟

"کلکیہ کے صوبہ کا۔ جناب"

"اچھا تو جب اُس کے مدعی آجائیں تو میں اُس کے مقدمہ کی سماعت کروں گا۔ فی الحال اُس کو ہیرودیس کے قلعہ میں قید رکھو۔"

فصل سوم

یُوں قیصریہ کی قید کے ایّام شروع ہوتے ہیں۔

اُن چند سالوں میں سے جو اُس کے سامنے ہیں پورے دو سال قیصریہ کے قید خانہ میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہ وقت بڑی مشکل سے گذرا ہوگا۔ حالانکہ یہ رُومی لوگ اُس کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسا ہی سلوک کرتے تھے۔ پولوس ایسے خاموش اور بہادر قیدی میں ضرور کوئی ایسی بات تھی جو ان غیر شائستہ۔ غیر مسیحی سپاہیوں کو متاثر کرتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیلکس نے اُنہیں ہدایت کی ہوگی کہ قیدی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اُس کے دوستوں کو اُس سے ملنے کی اجازت دینا۔ پس فلپس اور قیصریہ کے دوست ضرور اُس سے ملتے جُلتے ہونگے۔ اور تمتھیس اور اُس کے دیگر ہم سفر بھی جنہیں وہ یروشلیم میں چھوڑ آیا تھا گاہے بگاہے اُس کی ملاقات کو آتے ہونگے اور لوقا بھی اس غرض سے قیصریہ میں آگیا تھا کہ اُس کی صحت کی نگرانی کر سکے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دو سالوں میں پولوس اپنا وقت کیونکر صرف کرتا ہوگا یہ تو ظاہر ہے کہ اس قید میں پولوس نے کوئی خطوط نہیں لکھے۔ لیکن میں یہ تصور کر سکتا ہوں کہ لوقا ان دنوں میں کیا کرتا ہوگا۔ میرے خیال میں اُس کے پاس دو قسم کے مسوّدے ہونگے۔ ایک تو اُس کے سفر کا جو پولوس کی ہمراہی میں کیا گیا روزنامچہ ہوگا جسے کسی روز "رسولوں کے اعمال" کی شکل میں مکمل ہونا تھا۔ دوسرا اُس کی انجیل کا مسوّدہ ہوگا۔ جو تھیفلُس کی نذر کی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان دو سالوں میں لوقا کے روزنامچہ کے لئے کافی مصالحہ دستیاب

نہیں ہوتا۔ اس لئے اُن چند باتوں کو جو وقوع میں آتی ہیں غیر متناسب جگہ اور اہمیت دی جاتی ہے۔ اور غالباً وہ یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ یہودیوں کی متعصبانہ رائے کے برعکس رومی جو کہ غیر جانبدار تھے پولوس کے ساتھ کیسا اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی ظاہر کیا چاہتا ہے کہ کلودیس لوسیاس اور فیلکس اور فیستُس اور بادشاہ اگرپہ اور یُولیس صوبہ دار پر پولوس کا کیسا اچھا اثر ہوا۔

ان ایّام کی جو قیصریہ میں بسر ہوئے لوقا ہمارے لئے اپنے روزنامچہ میں چار صاف اور دلکش تصویریں کھینچتا ہے۔ اُن میں سے پہلی حسب ذیل ہے۔

فصل چہارم

قلعہ کا عدالت کا کمرہ ہے فیلکس جو گورنر ہے کرسئی عدالت پر بیٹھا ہوا ہے۔ حننیاہ سردار کاہن مدعیان کی صف میں ہے۔ وہ اپنے ہمراہ یروشلیم کا ایک وکیل لایا ہے تاکہ اُس کے مقدمہ کی پیروی کرے۔ وہ پولوس پر اس بنا پر نالش کرنا چاہتا ہے کہ اُس نے مجھ کو "سفیدی پھری ہوئی دیوار" کہا ہے۔ فریسی اور صدوقی بھی اپنے آپس کے جھگڑے کو فراموش کر چکے ہیں اور اس بدعتی کے برخلاف متحدّ ہو کر آئے ہیں۔

ترطلّس وکیل پولوس کے خلاف مقدمہ کو شروع کرنے سے قبل گورنر فیلکس کی خوب تعریف کرتا ہے "یہودیوں کی خوش قسمتی ہے کہ تیرے جیسا مہربان اور ہر دل عزیز گورنر حاکم وقت ہے (حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ سب گورنروں سے زیادہ یہودی اُسے قابل نفرت سمجھتے تھے۔ کیونکہ اُس نے اُن کی قوم کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ اور ان کے سردار کاہن کو قتل کروایا تھا۔ لیکن یہ باتیں عدالت میں کہی نہیں جاسکتیں)

"ہمیں بڑا افسوس ہے کہ جناب کو اس مقدمہ کے متعلق تکلیف دی جاتی ہے

یہودیوں کی مذہبی جماعت سنہیڈرن خود ہی اس کا فیصلہ کر لیتی اگر کلوڈیس لوسیاس زبردستی کر کے اس شخص کو اُن کے ہاتھ سے چھین نہ لیتا۔ یہ شخص مفسد اور دُنیا کے سب یہودیوں میں فتنہ انگیز اور ناصریوں کے بدعتی فرقے کا سرگروہ ہے۔ اور اُس مذہبی دیوانے یسُوع کا شاگرد ہے۔ جسے چند سال ہوئے مرحوم گورنر پنطس پلاطس نے صلیب دیا تھا۔

"محترم حاکم۔ ہمارا مقدمہ یہی ہے۔ اور یہ سب معزز اشخاص جو اس جگہ حاضر ہیں میری ان باتوں کی تصدیق کر سکتے ہیں"۔

لیکن فیلکس ان معزز احباب سے خوب واقف ہے۔ چنانچہ وہ پولُس کی بھی سُننا چاہتا ہے۔ وہ غریب قیدی مع اُن زنجیروں کے جو اُس کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہیں۔ اُٹھتا ہے۔ اور فوراً حاضرینِ عدالت کی توجہ کو تسخیر کر لیتا ہے۔

"مجھے بھی اس امر سے خوشی ہے کہ آپ اس وقت میرے مُنصف ہیں۔ کیونکہ آپ بہت برسوں سے اس قوم کی عدالت کر رہے ہیں اور تمام یہودی معاملات سے واقف ہیں۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ الزام سراسر بے بنیاد اور غلط ہے۔ ان کے گواہ کہاں ہیں؟ وہ دوست کہاں ہیں جو مجھے جانتے تھے۔ یعنی آسیہ کے لوگ جنہوں نے مجھے پکڑا تھا؟ وہ یہاں کیوں نہیں ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے مجھے غیر قوموں کو ہیکل میں لاتے دیکھا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ بارہ دن سے زیادہ نہیں ہوئے کہ میں یروشلیم میں عبادت کرنے گیا تھا اور میرے پاس وہ چندہ تھا جو غریبوں کے لیئے جمع کیا گیا تھا۔ میں ہیکل میں اپنے آپ کو پاک کرنے کی غرض سے گیا تھا۔ اور ان لوگوں نے مجھے نہ تو کسی سے بحث کرتے پایا اور نہ ہی فساد کرتے ہوئے دیکھا۔ مگر اُنہوں نے یونہی مجھے پکڑ لیا اور اگر کلوڈیس لوسیاس میری مدد

نہ کرتا تو ضرور مجھے قتل کر دیتے۔ مجھ سے کوئی قصور سرزد نہیں ہُوا۔ ہاں میں اس بات کا ضرور تیرے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ جس طریق کو وہ بدعت کہتے ہیں اُسی کے مطابق میں اپنے باپ دادوں کے خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ میں اُس مسیح موعود پر اعتقاد رکھتا ہوں جس کے نبی بھی منتظر اور معترف تھے۔ اور خدا سے امید رکھتا ہوں کہ راستبازوں اور ناراستوں دونوں کی قیامت ہوگی"!

ایک دیانتدار شخص کی گفتگو اور حرکات و سکنات میں جب کہ وہ ریاکاروں اور جھوٹے لوگوں کے سامنے دلیرانہ اپنا بیان پیش کرتا ہے۔ ضرور کوئی بات ایسی ہوتی ہے جو سننے والوں کو قائل کر دیتی ہے۔ چنانچہ فیلکس بھی گو وہ خود دیانتدار نہ تھا پولُس کی بات چیت سے متاثر ہوتا ہے۔ اور وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہے کہ اگر پولُس کو سنہیڈرن کی جماعت کے سپرد کر دیا جائے۔ تو وہ ہرگز انصاف سے کام نہ لیں گے۔

چنانچہ اُس نے یہ کہہ کر مقدمہ کی سماعت کو ملتوی کر دیا کہ ابھی شہادت کافی نہیں ہے۔ اور صوبہ دار کو حکم دیا کہ اُسے قید تو رکھ۔ مگر آرام سے رکھنا اور اُس کے دوستوں میں سے کسی کو اُس کی خدمت کرنے سے منع نہ کرنا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیلکس نے پولُس کے متعلق ایک اچھی رائے قائم کر لی تھی۔ چنانچہ وہ قید خانہ میں واپس بھیجا جاتا ہے اور لُوقا پیارا طبیب اُس کی خدمت کرتا ہے۔ اور اپنے بیش قیمت روزنامچہ میں چند اور باتیں درج کرتا ہے۔

فصلِ پنجم

دوسری تصویر نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ اور بالکل غیر متوقع طور پر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ پولُس دوبارہ فیلکس کے سامنے آتا ہے۔ یا

یوں کہیں کہ فیلکس پولوس کے سامنے آتا ہے۔ کیونکہ اس وقت پولوس زیادہ اہم اور اُبھری ہوئی جگہ رکھتا ہے۔ یہ کوئی قانونی پیشی نہیں ہے۔ بلکہ فیلکس اور اُس کی جوان بیوی دروسلہ خلوت میں اُس سے گفتگو کیا چاہتے ہیں۔ اور اُن کی خواہش ہے کہ وہ قیدی سے کچھ دریافت کریں۔ کس بات کے متعلق؟ مسیح یسوع کے دین کی نسبت جس کی وجہ سے وہ قید میں ہے۔ کیسی عجیب درخواست ہے۔ ضرور پولوس بھی یہ سُن کر اُسی درجہ تک حیران ہُوا ہوگا۔ جس درجہ تک ہم ہوتے ہیں۔

میری دانست میں یہ درخواست کسی گہرے تجسس کی غرض سے نہ کی گئی تھی۔ بلکہ محض وقت کٹی کے خیال سے۔ غالباً گورنر صاحب کے مہمان شام کا وقت کسی نئے مشغلہ میں صرف کیا چاہتے تھے۔ ممکن ہے کہ اُس مجمع میں کوئی ایسا بھی ہو جو اس معاملہ پر زیادہ عمیق نظر ڈالنا چاہتا ہو۔ لیکن فیلکس سے ہرگز یہ نیت منسوب نہیں کی جا سکتی۔

یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ اُس کی جوان دلہن دروسلہ جو کہ یہودن تھی اپنے مشہور ہم وطن کی تعلیم سُننا چاہتی ہو۔ غالباً اُس نے یسوع مسیح کے متعلق کچھ نہ کچھ سُنا ہے کیونکہ وہ اُس بادشاہ ہیرودیس کی بیٹی ہے جس نے کلیسیا کو اذیت پہنچائی تھی اور جس نے مقدس یعقوب کو قتل کروایا تھا اور جو پانچ سال ہوئے کہ قلعہ میں کیڑوں کا شکار ہو کر مر گیا تھا۔ ممکن ہے کہ وہ اس مذہب کے متعلق اس لئے دریافت کیا چاہتی ہے کیونکہ اس میں اُس بیچارے قیدی کو خوش کرنے کی قابلیت ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ خود اپنی زندگی میں خوش نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ وہ نوجوان۔ خوبصورت اور بظاہر بشاش ہے۔ جیسا کہ اُس کے خاندان کی اور عورتیں بھی ہیں۔ لیکن ان باتوں سے حقیقی اور قلبی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اُس کی اخلاقی زندگی اُس زمانہ کے دیگر شاہی خاندان اور محل کی خواتین سے

بہتر نہیں ہے۔ وہ آج اس جگہ اس لئے ہے کہ یہ بدکردار اور بدنام شخص فیلکس اُسے فریب دے کر اُس کے نوجوان خاوند کے ہاں سے نکال لایا ہے۔ لہٰذا پولوس کے نقطۂ خیال کے مطابق نہ تو وہ اور نہ ہی گورنر صاحب بہت شریف لوگ ہیں۔

لیکن پولوس اُس کے ساتھ گستاخی سے کلام نہیں کرتا۔ عام طور پر وہ مردوں ہی پر فتوےٰ لگاتا ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اُس لڑکی کے دل میں کیا ہے اور کیوں وہ چاہتی ہے کہ وہ یسوع مسیح کے مذہب کی بابت اُسے سُنائے۔ پولوس اُس کی نیت کا فیصلہ نہیں کرتا۔ تاہم وہ اُن گناہوں کا بڑی صفائی سے ذکر کرتا ہے۔ جو اُس محل میں پائے جاتے ہیں۔ غالباً اُس نے یوحنا اصطباغی کو بھی ہیرودیس کے سامنے زناکاری کو زناکاری کہتے ہوئے سُنا ہے۔ حالانکہ جس پر الزام لگایا گیا وہ ایک بادشاہ تھا۔ اور اس دلیری اور راست گوئی کی وجہ سے یوحناؔ کا سر کٹوا دیا گیا تھا۔ اب ایک اور شخص یوحنا کی قسم کا اُس کی نظر سے گذرتا ہے۔ جسے اپنی سلامتی کی مطلقاً پرواہ نہیں۔ بلکہ محض اپنے پیغام کا خیال ہے۔ جیسا کہ رسول کرنتھیوں کو بتلاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو مسیح کا ایلچی سمجھتا ہے "ہم مسیح کی طرف سے منت کرتے ہیں۔ کہ خدا سے میل ملاپ کر لو۔ . . . اور خدا کے فضل کو جو تم پر ہُوا بے فائدہ نہ رہنے دو"۔ کاش کہ ہم خادم الدین بھی اپنی خدمت اور ذمہ داری کو اسی طرح محسوس کریں۔ تب ہم لوگوں کو مجبور کر سکیں گے کہ وہ ہماری سُنیں۔

پولوس ہمیشہ اپنے سامعین کو اپنی باتیں سُننے پر مجبور کیا کرتا تھا۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُس کی باتوں کا دروسلہ پر کیا اثر ہُوا۔ لیکن اتنا جانتے ہیں کہ جب پولوس راست بازی اور پرہیزگاری اور آیندہ عدالت کا بیان کر رہا

تھا۔ تو فیلکس پر دہشت چھا گئی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کی ضمیر اُسے ملامت کرنے لگی۔ اُس کی زندگی میں کئی ایک باب ایسے ہیں جو مکر و فریب۔ زناکاری و خونریزی مردوں کے قتل اور عورتوں کی عصمت ریزی کے افسانوں سے پُر ہیں۔ اور جب وہ آنے والی عدالت کا بیان سُنتا ہے۔ تو کانپ اُٹھتا ہے۔ فیلکس کی تمام زندگی بددیانتیوں اور بداعمالیوں سے بھری پڑی ہے۔ چنانچہ جب وہ پولوس کی باتوں کو سُنتا ہے۔ تو اُس کی ضمیر اُسے مجرم قرار دیتی ہے۔

لیکن یہ سب کچھ عبث ہے۔ ضمیر خُدا کی پُرمحبت آواز ہے جو اُسے توبہ کی دعوت دیتی ہے۔ اور تھوڑے عرصے کے لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ توبہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اور بہت سے انسانوں کی طرح وہ ابھی توبہ کرنا نہیں چاہتا۔ "اس وقت تو جا۔ فرصت پا کر پھر تجھے بلاؤنگا۔"

ہم میں سے بہت سے ہیں جو اچھے اچھے کاموں کو ملتوی کر دیتے ہیں اور "پھر کبھی" کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم پھر کبھی توبہ کرینگے۔ اور اپنی زندگیوں کو خدا کے حوالے کر دیں گے۔ اپنی بُری عادتوں کو ترک کر کے اچھے اور نیک آدمی بن جائیں گے۔ جب کوئی شخص ایسا کرتا ہے وہ توبہ کے امکان کو مشکل بناتا جاتا ہے جب کبھی آپ مسیح اور اعلیٰ ترین چیزوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور فیصلہ کو کسی مناسب وقت تک ملتوی کر دیتے ہیں تو آپ اُس مناسب وقت کو اپنے سے دُور پھینکتے جاتے ہیں۔ اس قسم کے انکار سے دل سخت ہوتا جاتا ہے اور توبہ کا امکان کم ہوتا جاتا ہے۔ وہ برف سخت ترین ہوتی ہے جو سطح پر سے ذرا سی پگھل جائے اور سُورج کے غائب ہو جانے پر پھر سخت ہو جائے۔

اَے فیلکس! تیرے لئے وہ فرصت کا وقت پھر کبھی نہیں آئیگا۔ چند مہینوں کے بعد تُو اس اعلیٰ مرتبہ سے گرا دیا جائیگا۔ اور تواریخ کے صفحہ سے حرف غلط کی

طرح مٹ جائیگا۔ اور گمنامی اور رسوائی تیرا اجر ہوگا۔ یہ نوجوان اور خوبصورت بیوی اپنے لڑکے سمیت وسووئیس کی ہولناک آتش فشانی میں برباد ہوگی۔ تم دونو کے لئے بہت ہی اچھا ہوتا کہ تم اُس دن پولوس کی باتوں پر توجہ دیتے جب کہ وہ تمہیں راستبازی اور پرہیزگاری اور آئندہ عدالت کا بیان سنا رہا تھا۔ اور مسیح کے مذہب کی تعلیم دے رہا تھا۔

فصل ششم

تیسرا منظر اگلے سال سے تعلق رکھتا ہے۔ گورنر فیلکس بے عزتی کی حالت میں روم کو جاتا ہے۔ تاکہ وہاں اُن الزامات کی جواب دہی کرے جو یہودیوں نے اُس پر لگائے ہیں۔ اور اُن کو اپنا احسان مند بنانے کی غرض سے پولوس کو قیدی میں چھوڑ جاتا ہے۔ لہٰذا دو سال کے بعد وہ نئے گورنر فیستُس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اُس کے دشمن اب زیادہ مطمئن ہیں۔ کیونکہ یہ نیا گورنر فیلکس کی طرح اُن کی شرارتوں سے واقف نہیں ہے۔

لیکن فیستُس ایسا سیدھا سادہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اُنہوں نے خیال کیا تھا۔ کیونکہ جب وہ معصومانہ لہجہ میں درخواست کرتے ہیں کہ پولوس یروشلیم میں واپس بھیج دیا جائے۔ تاکہ اُس کے قاتل آسانی سے اُس کا کام تمام کر دیں۔ تو جواب دیتا ہے کہ نہیں۔ پولوس کو وہیں رہنے دو۔ اور اگر تم کو کوئی فریاد کرنا ہے تو قیصریہ میں آ کر کرو۔

لہٰذا وہ دوبارہ قلعہ کے ہال کمرے میں جمع ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کا مقدمہ پھر اُسی طرح کمزور ہے اور اُن کے الزامات بے بنیاد ہیں۔ اور وہ کسی بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا نہیں سکتے۔ یہاں تک کہ فیستُس تھک جاتا ہے۔ اور اپنا پلّہ چھڑانا چاہتا ہے

چنانچہ وہ پولوس سے دریافت کرتا ہے۔ کہ "کیا تجھے یروشلیم جانا منظور ہے کہ تیرا یہ مقدمہ وہاں میرے سامنے فیصل ہو"؟

پولوس خوب جانتا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ وہ اس تاخیر سے تنگ آگیا ہے۔ اور اب اُسے کوئی امید دکھائی نہیں دیتی۔ کیونکہ اب تو گورنر بھی پھسلتا ہؤا نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ اس تمام معاملہ کو ختم کرنے کی غرض سے ایک آخری دلیل استعمال کرتا ہے۔ وہ ایک آزاد رُومی شہری ہے۔ چنانچہ وہ جواب دیتا ہے "نہیں جناب۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ مَیں قیصر کے تخت عدالت کے سامنے کھڑا ہوں۔ میرا مقدمہ یہیں فیصل ہونا چاہیئے۔ اگر مَیں نے قتل کے لائق کوئی کام کیا ہے۔ تو مجھے مرنے سے انکار نہیں۔ لیکن میں یہودیوں کے حوالے کیئے جانے اور یروشلم کو واپس جانے کے لیئے تیار نہیں ہوں۔ مَیں رومی شہری حقوق رکھتا ہوں۔ لہٰذا مَیں قیصر کے ہاں اپیل کرتا ہوں"۔

اب اس اپیل کو ٹال دینا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ ہر رومی شہری کو یہ افتخار حاصل تھا کہ وہ معقول وجوہات کی بنا پر قیصر کے ہاں اپیل کر سکے۔ چنانچہ گورنر نے "صلاح کاروں سے مصلحت کرکے جواب دیا کہ تُو نے قیصر کے ہاں اپیل کی ہے تو قیصر ہی کے پاس جائیگا"۔ اس کے علاوہ اور کوئی جواب ممکن بھی نہ تھا۔

اس طرح یہ مقدمہ اس وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہودی مایوس اور پریشان ہو کر لوٹ جاتے ہیں۔ اور پولوس پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ ایسے عجیب و غریب طریقہ میں کہ جس کا اُسے خواب و خیال بھی نہ تھا۔ خدا کا فرمان اُس کے متعلق درست ثابت ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ "تجھے رُومہ میں بھی گواہی دینی ہوگی"۔

فصل ہفتم

اکثر ہم اس بات سے ناواقف رہتے ہیں کہ ہماری دعاؤں کا جواب کس طرح دیا جائیگا۔ پولوس کئی سالوں سے یہ خواہش اپنے دل میں لیئے ہوئے تھا۔ اور دعا کر رہا تھا کہ مجھے رُومہ میں جانے کا موقع ملے۔ اور اب خدا کی پروردگاری کے انتظام کے مطابق اُس کی خواہش پوری ہوتی ہے۔ لیکن وہ زنجیروں کے ساتھ ایک معمولی قیدی کی صورت میں جاتا ہے۔ بظاہر دُعا کا یہ جواب نہایت ہی مایوس کن معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اب ہم جانتے ہیں کہ اس میں کیا مصلحت پنہاں تھی۔ پولوس کے وہ خطوط جو روم سے لکھے گئے دو ہزار سال سے کلیسیا اور اُس کے شرکار کے بہترین خزانوں میں سے ایک خزانہ ہیں۔ اور جو شاید کبھی لکھے نہ جاتے اگر وہ اپنی مرضی کے مطابق ایک آزاد مشنری کی صورت میں رُوم کو جاتا۔

خدا کے سامنے اپنی تمام درخواستوں کا پیش کر دینا اچھا ہے گو وہ درخواستیں غیر معقول ہی کیوں نہ ہوں۔ خدا بے وقوف نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی اچھا ہے کہ اُن کا جواب خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جائے۔ خدا کو ہدایت کرنا اور اپنی مرضی کے مطابق جواب طلب کرنا یا اگر وہ جواب ہماری اُمید کے مطابق نہ ہو تو دُعا سے منکر ہو جانا عین جہالت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم نادان بچے ہیں اور اپنی بہتری اور بہبود سے ناواقف ہیں۔

میرا ایک دوست تھا جس نے ایک دفعہ مجھے ایک بڑی حیرت انگیز بات بتائی۔ اُس نے کہا کہ مَیں کئی سال تک ایک کتاب میں خدا کا اور اپنا حساب کتاب لکھتا رہا یعنی ایک صفحہ پر مَیں اُن امور کو رقم کرتا تھا۔ جن کے متعلق میں نے خدا سے بہ زور دُعا کی تھی۔ اور اُن کے مقابل میں اُن دعاؤں کے جواب لکھتا

جاتا تھا جُوں جُوں کہ وہ حاصل ہونے تھے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک نہایت دلچسپ نقشہ تیار ہوگیا۔ بعض اوقات تو جوابات دعاؤں کے مقابل میں لکھے گئے۔ اور بعض دفعہ دُعاؤں کے سامنے جگہ خالی نظر آئی۔ یعنی جواب موصول نہ ہُوا۔ اور بعد میں اُسے معلوم ہُوا کہ یہ خاموشی بھی قرینِ مصلحت تھی۔ اور بعض اوقات جواب بالکل غیر متوقع طور پر حاصل ہُوا۔

میرے خیال میں پولوس کا بھی کچھ ایسا ہی تجربہ ہوگا۔ اس مایوس کُن جواب کے کئی سال بعد وہ روم کے قید خانہ سے فلپی کی کلیسیا کو لکھتا ہے "اے بھائیو! میں چاہتا ہوں کہ تم جان لو کہ جو مجھ پر گذرا وہ خوشخبری کی ترقی ہی کا باعث ہُوا"۔

خُدا سے دعا مانگو۔ لیکن تمام معاملہ اُسی کے ہاتھ میں چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اُس کو ہماری فکر ہے۔

فصل ہشتم

چوتھا منظر جو لوقا کے روزنامچہ میں پایا جاتا ہے۔ وہ بہت کچھ اُس ماجرے سے جو یسوع کے زمانہ میں واقع ہُوا تھا۔ مشابہت رکھتا ہے۔ یعنی جب کہ پولوس اپنی اپیل کے متعلق قیصریہ میں انتظار کر رہا ہے۔ تو گورنر کے گھر میں اُس کی ایک اور پیشی ہوتی ہے۔ اور اس کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ اُس کے چند مہمانوں کو محظوظ کیا جائے۔ بادشاہ اگرپہ جو ہیرودیس کا بیٹا ہے۔ اور اُس کی بدچلن اور بدکردار بہن برنیکے اس نئے گورنر کی ملاقات کو آئے ہوئے ہیں۔ اور اُسی محل میں فروکش ہیں جہاں چند ماہ ہوئے اُن کی بہن دروسلہ برسرِ اقتدار تھی۔ ایک دن فیستس اثنائے گفتگو میں اپنے اُس قیدی کا ذکر کرتا ہے۔ جس پر یہودیوں نے چند مذہبی الزامات لگا رکھے ہیں "اور کسی شخص یسوع کی بابت اُس سے بحث کرتے تھے

جو مر گیا تھا۔ اور پولوس اُس کو زندہ بتاتا ہے"۔
بادشاہ اگرپہ کا اس معاملہ سے بڑا بھاری تعلق تھا۔ جس کے متعلق گورنر کو خبر نہ تھی۔ ممکن ہے کہ وہ خود بھی اس سے پُوری طرح آگاہ نہ ہو۔ کیونکہ اگرپہ یہودی تھا۔ اور ہیرودیس کے خاندان کا آخری نمائندہ تھا۔ جس خاندان کی تمام تواریخ اس یسوع شخص سے وابستہ تھی۔ جس کی منادی پولوس کرتا تھا۔ اس کا پردادا ہیرودیس وہ شخص تھا۔ جس نے بیت لحم کے معصوم بچوں کو اس غرض سے قتل کروایا تھا۔ کہ یسوع بچے کو مروا ڈالے۔ اس کا چچا وہ ہیرودیس تھا جس نے یوحنا کو قتل کروایا تھا۔ اور یسوع کو تمسخر کے طور پر ارغوانی پوشاک پہنا کر پلاطس کے پاس بھیجا تھا۔ اُس کے باپ نے مقدس یعقوب کو مروایا تھا اور کلیسیا کو ایذا پہنچائی تھی۔ چنانچہ اگرپہ پولوس کے مذہب سے کم و بیش واقف تھا۔

"میں بھی اُس آدمی کی سُننا چاہتا ہوں"۔ اُس نے کہا۔

گورنر نے جواب دیا "تو کل سُن لیگا"۔

"پس دوسرے دن جب اگرپہ اور برنیکے بڑی شان و شوکت سے پلٹن کے سرداروں اور شہر کے رئیسوں کے ساتھ دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو فیستس کے حکم سے پولوس حاضر کیا گیا۔ . . . اور اگرپہ نے پولوس سے کہا۔ تجھے اپنے لئے بولنے کی اجازت ہے"۔ چنانچہ قیدی اپنی زنجیروں سمیت اُس شاندار جماعت کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ تو وہ جانتا ہے کہ اس پیشی سے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوگا۔ کیونکہ اُس نے تو قیصر کے ہاں اپیل کی ہوئی ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک اور موقع ہے۔ کہ وہ اپنے خداوند کا ذکر کر سکے۔ اس لئے وہ اسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔

"اَے اگرپہ بادشاہ۔ میں ایک ایسے بادشاہ کے سامنے جواب دہی کرنی اپنی خوش نصیبی جانتا ہوں جو میرا ہم قوم ہے۔ اور ہماری قوم کی تمام پیشینگوئیوں اور امیدوں سے واقف ہے۔ مجھ پر اس بات کا الزام لگایا جا رہا ہے کہ میں اُس مسیح پر اعتقاد رکھتا ہوں جس کے ہمارے بنی صدیوں تک منتظر رہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ آچکا ہے۔ اور خدا نے اُسے جس کو پلاطس نے صلیب دی تھی مُردوں میں سے جلایا۔ اے بادشاہ۔ تو اس داستان سے گورنر کی نسبت جو ایک اجنبی ہے۔ بہتر طور پر واقف ہے۔ بیس سال ہوئے کہ تمام یروشلیم میں اس بات کا چرچا تھا۔ کیونکہ یہ معاملات پوشیدگی میں نہیں ہوئے۔

"جب کہ خدا مُردوں کو جلاتا ہے تو یہ بات تمہارے نزدیک کیوں غیر معتبر سمجھی جاتی ہے؟ میں کوئی زود اعتقادِ مذہبی دیوانہ نہیں ہوں۔ بلکہ بہت عرصہ تک مَیں بھی یہی سمجھتا تھا کہ یسُوع ناصری کے نام کی طرح طرح سے مخالفت کرنا مجھ پر فرض ہے۔ مَیں سب سے زیادہ مسیح کے بندوں کا ستانے والا تھا۔ مَیں اُن کو ایذا پہنچاتا تھا۔ قتل کرداتا تھا۔ اور کفر بکنے پر مجبور کرتا تھا۔ اب میں کیوں اُس پر ایمان لایا ہوں۔ اس لیئے کہ مَیں مجبور کیا گیا۔ کیونکہ وہ مسیح جو مُردوں میں سے جی اٹھا اپنے الٰہی جلال میں مجھ پر ظاہر ہوا۔ اور خدمت اور رسالت میرے سپرد کی"۔

اس کے بعد وہ اپنی داستان کو جسے کئی بار سُنا چکا ہے پھر دُہراتا ہے اور بتاتا ہے کہ کس طرح خدا کا مسیح اُس پر دمشق کی راہ پر ظاہر ہُوا "اور اے بادشاہ۔ اُس نے مجھے اِس خدمت پر مقرر کیا ہے کہ تو لوگوں کی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ اندھیرے سے روشنی کی طرف اور شیطان کے اختیار سے خدا کی طرف رجوع لائیں۔ اور اُس پر ایمان لانے کے باعث گناہوں کی

معافی اور مقدسوں میں شریک ہو کر میراث پائیں۔ اس لیئے اَے اگرپہ بادشاہ میں اُس آسمانی رویا کا نافرمان نہ ہُوا۔ ان ہی باتوں کے سبب میں ستایا جاتا ہوں۔ اور یہودی میرے قتل کی فکر میں ہیں۔ لیکن خدا کی مدد سے مَیں اِس اعتقاد پر قائم ہوں اور ہمیشہ تک رہونگا۔ اور ہر چھوٹے بڑے کے سامنے گواہی دیتا ہوں اور ان باتوں کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ جن کی پیشینگوئی نبیوں اور موسیٰ نے بھی کی ہے۔ کہ مسیح کو دُکھ اُٹھانا ضرور ہے اور سب سے پہلے وُہی مُردوں میں سے زندہ ہو کر اِس اُمت کو اور غیر قوموں کو بھی نور کا اشتہار دیگا"۔

جب پولوس یہ پُر زور تقریر کر رہا ہے۔ فیستس بے صبر سا ہوتا جاتا ہے۔ قطع کلام کرتا ہے۔ اُس کے نزدیک یہ بیان جس میں ایک یہودی کے صلیب دیئے جانے اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا ذکر ہے۔ محض بیوقوفی ہے۔ لہٰذا وہ بڑی آواز سے کہتا ہے۔

"اَے پولوس۔ تو دیوانہ ہے۔ بہت علم نے تجھے دیوانہ کر دیا ہے"۔

پولوس نے کہا "اے فیستس بہادر۔ میں دیوانہ نہیں۔ بادشاہ میری باتوں کو سمجھتا ہے۔ وہ ان باتوں کو جانتا ہے۔ اے اگرپہ بادشاہ تو نبیوں کا یقین کرتا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تو یقین کرتا ہے۔

لیکن اگرپہ یا تو ان باتوں کا قائل نہیں ہے یا جواب دینا باعث عار سمجھتا ہے۔ تاہم از رہِ مذاق یوں کہتا ہے "تو تو تھوڑی سی نصیحت کر کے مجھے مسیحی کر لینا چاہتا ہے"۔

لہ یونانی متن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی روح کی آواز نہیں ہے جو عنقریب قائل ہو چکی ہے۔ بلکہ ایک مغرور شخص کا مذاق ہے۔ جس کے لیئے ایمان لانا کسر شان ہے۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اُس کی ہنسی بہت جلد کافور ہو جاتی ہے جب وہ پولوس کا پُر درد جواب سُنتا ہے۔ جو اُس کی محبت اور صدق دلی کا اظہار ہے۔

"مَیں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ تھوڑی نصیحت سے یا بہت سے صرف تو ہی نہیں بلکہ جتنے لوگ آج میری سُنتے ہیں میری مانند ہو جائیں"۔ غالباً یہ الفاظ ہاتھ بڑھا کر کہے جاتے ہیں اور زنجیروں سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ان الفاظ سے جملہ ختم کرتا ہے "سوا ان زنجیروں کے"۔ ممکن ہے کہ یہ مغرور غیر مسیحی اس خواہش پر ہنستے ہونگے۔ لیکن مسیح کا ہر پیرو آج اس خواہش کو پورے طور پر سمجھتا ہے۔ پولوس اُس خوشی اور اطمینان اور امید سے واقف ہے۔ جو اُس کے دل میں ہے۔ اور جو نہ صرف اس دنیا میں ہے۔ بلکہ آنے والی دُنیا میں بھی ہوگی۔ وہ جانتا تھا کہ زندگی کے معانی بہت زیادہ عمیق اور اعلیٰ ہیں۔ جو ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آئے۔

تعجب نہیں کہ اُس کی باتوں کا اُن کے دل پر بڑا اثر ہوا ہو۔ تعجب نہیں کہ جب وہ اپنے محل کو واپس گئے ہوں تو سوچتے ہونگے کہ پولوس مذہبی دیوانہ تو ہے۔ مگر حقیقی انسان ہے۔ اِسی لیئے اگرپہ فیستس سے کہتا ہے "اگر یہ آدمی قیصر کے ہاں اپیل نہ کرتا تو چھوٹ سکتا تھا"۔

پس پولوس اپنے قید خانہ کو واپس گیا تاکہ اپنے بحری سفر کی تیاری کرے اور گورنر اپنے دفتر میں چلا گیا۔ تاکہ قیصر کے لیئے مقدمہ کی رپورٹ تیار کرے غالباً یہ رپورٹ پولوس کے موافق حال تھی۔ اور اِسی کی بنا پر وہ اپنی پہلی پیشی میں جو نیرو کے سامنے ہوئی بری ہو گیا۔

باب ہژدہم

جہاز کی تباہی

اب ہم مقدس لوقا کے سفرنامچہ کے اُس حصّہ تک پہنچ گئے ہیں۔ جو رسولوں کے اعمال کا ستائیسواں باب ہے۔ جو "ملاحوں کا باب" کہلاتا ہے۔ جس کا نیلسن (Nelson) نے ٹریفیلگر (Trafalgar) کی لڑائی کے دن صبح کو مطالعہ کیا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ لوقا اس سے پیشتر کہ وہ تروآس کی بندرگاہ میں پولوس سے ملے۔ یا تو ملاح تھا یا کسی جہاز پر طبیب کا کام کرتا تھا۔ کیونکہ جہاز رانوں کا خیال ہے کہ کوئی خشکی پر رہنے والا آدمی ایسا صحیح بحری بیان تحریر نہیں کر سکتا۔

فصل اوّل

سنہ ۶۰ء۔ قیصریہ کی بندرگاہ ہے اور ماہ ستمبر کے آخری دن ہیں۔ صبح کا وقت ہے۔ سورج چمک رہا ہے اور اُس کی شعاعیں رومی سپاہیوں کے نیزوں اور فوجی ٹوپیوں پر پڑ رہی ہیں۔ یہ سپاہی قیصر کی اپنی فوج خاص کے ایک دستہ سے متعلق ہیں۔ اور پشتہ پر چند قیدیوں کو جو زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہیں گھیرے ہوئے ہیں۔ پولوس بھی انہی قیدیوں میں سے ایک ہے۔ لیکن چونکہ وہ ایک رومی شہری ہے۔ جس نے قیصر کے ہاں اپیل کر رکھی ہے۔ اس لیئے اُس کے ساتھ

غالباً بمقابلہ دیگر قیدیوں کے جن میں سے اکثر شاید روم پہنچ کر شیروں کے سامنے ڈال دیئے جائیں گے کچھ بہتر سلوک کیا جاتا ہے۔

صوبہ دار یُولیس اس گارڈ کا افسر ہے۔ یہ شخص رحم دل ہے اور پولُوس کا دوست ہے۔ پولُوس کی قید کے ایام میں وہ اُس سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ غالباً وہ اُس وقت بھی محافظت کے لیئے تعینات تھا۔ جب کہ اگرپّہ اور برنیکے کے سامنے پولُوس نے یہ نیک خواہش ظاہر کی تھی کہ "جتنے لوگ آج میری سُنتے ہیں۔ میری مانند ہو جائیں۔ سوا اِن زنجیروں کے"۔ کاش کہ ہمیں معلوم ہوتا کہ پولُوس کے مذہب نے صوبہ دار یُولیس پر کیا اثر کیا۔

بندرگاہ میں ادرمیتم کا ایک جہاز اُن کا منتظر ہے۔ بہت جلد صوبہ دار جہاز کا اختیار اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ اور پولُوس آخر کار اپنی منزل مقصود یعنی روم کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ جہاں جانے کی خواہش دیر سے اُس کے دل میں تھی۔ یہ تو اُسے معلوم تھا کہ کسی نہ کسی وقت ضرور اُسے روم میں جانے کا موقع ملیگا کیونکہ خداوند نے یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ لیکن اُسے یہ گمان نہ تھا کہ وہ ایک قیدی کی صورت میں روم میں پہنچیگا۔

لیکن پولُوس اپنی زنجیروں کی وجہ سے مغموم نہیں ہوتا۔ اُس کی ذہنیت ایک یاس آشنا شخص کی ذہنیت نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے۔ یہ سب کچھ خدا کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا اُس کا محافظ و نگہبان ہے۔ دیر سے اُس کی خواہش تھی کہ وہ سلطنت روم کے مرکزی شہر کو دیکھے۔ اور اُسے امید تھی کہ وہ اُس زبردست دارالخلافہ میں اپنے خداوند کی خدمت انجام دے سکیگا۔ اُس کے سامنے ایک نہایت ہی دلچسپ اور پُرلطف مہم تھی۔ اُسے روم کے شاہنشاہ اور اُس وقت کی دُنیا سے مُٹھ بھیڑ کرنا تھا۔ ممکن ہے کہ اس کا نتیجہ

موت ہو۔ لیکن اگر ایسا ہو تو اسے اس سے بھی زیادہ دلچسپ تجربہ حاصل ہوگا یعنی یہ کہ وہ ایک نئی دُنیا اور عجیب و غریب زندگی میں داخل ہوگا۔ علاوہ اس کے لوقا اور "پیارے طبیب" کی موجودگی بھی اُس کے لیئے باعثِ راحت تھی۔ ایک اور پُرانا دوست آرسترخُس تکدُنی بھی ہمراہ تھا۔ اور رومیوں کے نام کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ روم میں اُس کے کئی ایک دوست تھے۔ اُسی خط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے پرانے ساتھیوں اکولہ اور پرسکلہ کو سلام بھیجتا ہے۔ لہٰذا اُسے امید ہوگی کہ اُن دونو دوستوں سے روم میں ملاقات ہوگی۔

باوجود خطروں اور زنجیروں کے اُس کا مستقبل بالکل تیرہ و تاریک نہ تھا۔ ہر مسیحی شخص کی تکلیفات کا ایک پہلو ہمیشہ منور ہوتا ہے۔ یہ دنیا پولُوس جیسے اشخاص کو جن کے کئی ایک دوست ہوں۔ جن کا دل امید اور خدا کی موجودگی کے یقین سے بھرا ہُوا ہو اور جو موت سے مطلقاً خائف نہ ہوں۔ رنجیدہ اور مایوس نہیں کر سکتی۔

فصل دوم

دوسرے دن وہ صیدا میں پہنچ جاتے ہیں۔ صوبہ دار یُولیس پولُوس پر مہربانی کر کے دوستوں کے پاس جانے کی اجازت دیتا ہے۔ ایک ہفتہ کے بعد جہاز مُورہ میں پہنچتا ہے۔ وہاں اُنہیں اسکندریہ کا ایک جہاز ملتا ہے جس میں غلہ ہے۔ حُسنِ اتفاق سے یہ جہاز مصر کے اُن جہازوں میں سے ایک ہے جو اطالیہ کی طرف غلّہ لے کر جایا کرتے تھے۔ عرصۂ دراز سے مصر تمام سلطنت روم کے لیئے اناج بہم پہنچا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرکاری جہاز ہے۔ چنانچہ باوجود مسافروں کی کثرت کے یُولیس اپنے اُس اختیار کو جو

اُسے ایک سرکاری افسر ہونے کی حیثیت میں حاصل ہے۔ کام میں لاکر اپنے تمام ساتھیوں کو اس نئے جہاز میں سوار کرا دیتا ہے۔

شاید بہتر ہوتا اگر وہ اس قدر تعجیل سے کام نہ لیتا۔ کیونکہ جہاز پر بہت زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔ اور موسم سرما کی آندھیوں اور طوفانوں کا وقت نزدیک ہے۔ شروع ہی سے سمندر پُر آشوب معلوم ہوتا ہے۔ اور اہل جہاز فکرمند نظر آتے ہیں۔ کئی دنوں تک جہاز ساحل کے قریب چلتا ہے۔ لیکن آخرکار اُسے بیچ سمندر میں جانا پڑتا ہے۔ مگر بہت جلد کریتے کی ایک بندرگاہ بنام حسین میں پناہ گزیں ہوتا ہے۔

اب اُنہیں ایک نہایت ہی اہم فیصلہ کرنا ہے۔ اگر وہ اُس متلاطم سمندر میں جائیں تو موت یقینی ہے۔ اُن میں سے اکثروں کا خیال تھا۔ کہ موسم سرما انہیں اسی حفاظت کی جگہ میں گزارنا چاہیئے۔ لیکن جہاز کے کپتان کو یقین ہے۔ کہ وہ ساحل کے قریب ہوتا ہوا فینکس تک بہ سلامتی پہنچ سکتا ہے۔ گو اس میں یہ خطرہ ضرور ہے کہ جہاز ہوا کے زور سے کھلے سمندر میں آ جائے۔ بعد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہاز کبھی فینکس تک نہ پہنچا۔ جب کچھ کچھ دکھنا ہوا چلنے لگی تو ناخدا نے لنگر اُٹھایا۔ اور فینکس کا رُخ کیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ایک بڑی طوفانی ہوا جو یُورکلُون کہلاتی ہے کریتے پر سے جہاز پہ آئی اور جہاز بے قابو ہو گیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کنارے سے جا لگے گا جہاں بڑے بڑے اور خطرناک چٹان پوشیدہ تھے۔ لہذا اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا کہ جہاز کو ہوا کے رُخ بہنے دیا جائے۔

اس کے بعد زبردست خطرہ کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ بڑے بڑے تجربہ کار ناخدا بھی ناامید ہو گئے۔ لوقا اپنے روزنامچہ میں یُوں تحریر

کرتا ہے "آخر ہم کو بچنے کی امید بالکل نہ رہی"۔ مرکزی مستول پر ہوا کا اتنا زور پڑا کہ جہاز کا ایک ایک حصہ ہل گیا۔ اور پانی اندر داخل ہونے لگا۔ اور حالانکہ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ پانی کو نکال دیں تو بھی وہ بڑھتا گیا۔ اُس زمانہ کے جہازوں میں یہ ایک بڑا نقص تھا چنانچہ اُنہوں نے جہاز کو مضبوط کرنے کی غرض سے اُس کو نیچے سے باندھا۔ لیکن وہ رخنے جو طوفان کی شدت کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے بڑھتے گئے۔ مایوس ہو کر اُنہوں نے جہاز کو ہلکا کرنے کی غرض سے بہت سا سامان پانی میں پھینک دیا اور دوسرے دن جہاز کے آلات و اسباب بھی سمندر کی نذر کر دیئے۔

اس کے بعد کئی دنوں تک وہ انتہا درجہ کی مایوسی کا سامنا کرتے ہیں۔ اُن کی فضا بالکل تیرہ و تاریک ہے۔ کئی دن تک نہ تو سورج دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی ستارے۔ آندھی شدت سے چل رہی ہے اور جہاز سمندر کی تُند اور خوفناک لہروں کے بس میں ہے۔

وہ وقت نہایت ہی ہوش رُبا ہوتا ہے۔ جب کہ موت سامنے کھڑی نظر آتی ہے اور اُس کی دہشتناک آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور وہ آہستہ آہستہ قریب آتی جاتی ہے۔ لیکن اُس سے بچنے کی کوئی سبیل نہیں سُوجھتی۔ اُن دنوں ملاحوں کے پاس قطب نما نہ تھا۔ اُن کی راہنمائی صرف سورج اور ستاروں سے ہوا کرتی تھی۔ لیکن اُن کی سیاہ بختی کی یہ حالت تھی کہ نہ تو دن کو سورج دکھائی دیتا تھا اور نہ رات کو تارے۔ اندھیرے میں اُنہیں یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ ساحل جہاں خوفناک چٹان نہاں ہیں کس طرف ہے۔ اُن کی حالت نہایت ہی بے بسی اور لاچاری کی حالت تھی۔ موت ہر وقت منہ کھولے ہوئے نظر آتی تھی۔ ۲۷۶ جانیں تاریکی میں سہمی ہوئی۔ سردی سے اکڑی

ہوئی اور بارش سے بھیگی ہوئی موت کا انتظار کر رہی تھیں۔ اُن کی پریشانی اس درجہ تک بڑھ جاتی ہے کہ کھانا پینا بھی بھول جاتا ہے۔ اُس شخص کے لئے جو کبھی اس قسم کے تجربہ میں سے نہیں گذرا اُن لوگوں کی حالت کا صحیح اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

فصل سوم

لیکن اس تمام خطرہ میں ایک شخص ہے جو نہ صرف بہادر ہے بلکہ سراسر مطمئن اور پُر سکون نظر آتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اُس جہاز پر اور بھی بہادر آدمی تھے جو بے چون وچرا موت کے لئے تیار تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ بغیر مذہب کے بھی بہادر ہیں۔ جیسا کہ جنگ عظیم نے بھی ثابت کر دیا ہے اور میرا خیال ہے کہ بہادری بغیر مذہب کے بھی خدا کی نظر میں ایک قابلِ تعریف وصف ہے۔ اور بُزدلی قابلِ نفرت۔

لیکن ایسے حالات میں سکون اور اطمینان کا اظہار کرنا اور بھی زیادہ تعریف کے قابل ہے۔ اور یہ بغیر خدا کی معاونت کے ممکن نہیں۔ یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ہم کو خدا کی حضوری اور محبّت کا جو وہ اپنے تمام بچّوں سے رکھتا ہے یقین ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس تباہی کی حالت میں بھی پولوس کے سکون میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا اور وہ کسی قسم کی مایوسی اور پریشانی کا شکار نہیں ہوا۔ وہ اس سے پہلے بھی تین دفعہ جہاز کے ٹوٹنے کی بلا میں پڑ چکا ہے۔ ایک دن اور رات محض ایک لکڑی کے سہارے سمندر میں پڑا رہا ہے۔ اُس نے تند اور خونخوار بھیڑوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اُس نے بارہا کوڑے کھائے ہیں اور سنگسار کیا گیا ہے۔ اور اب اُس کا غرق آب ہونا یقینی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے

اُس کے دل میں خوف نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ خدا اُس کے ساتھ ہے۔ اور اُس کی تسلّی اور تقویّت کا باعث ہے۔ پولوس جیسے شخص کے لیے جس کی زندگی میں مسیح ہے۔ کوئی بھی خطرہ موجب پریشانی نہیں ہو سکتا۔ اُس شخص کو موت خوفزدہ نہیں کر سکتی جو یہ کہہ سکے "میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ کوچ کر کے مسیح کے پاس جا رہوں۔ کیونکہ یہ بہت ہی بہتر ہے"

فصل چہارم

مذکورہ بالا ایک حقیقی مسیحی کی تصویر ہے۔ جو موت کے قریب ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہاں ایک ایسا اعلیٰ معیار پیش کیا گیا ہے کہ جس تک پہنچنا، آپ کے لئے ناممکن ہے؟ اور کہ ایسی اطمینان اور سکون کی زندگی کو حاصل کرنا محال ہے؟ میرا بھی کچھ ایسا ہی خیال ہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ ہمارا فیصلہ غلط ہے۔ پولوس کے اس اطمینان کا بھید یہ تھا کہ وہ مردِ دُعا تھا اور ہر وقت خدا کی رفاقت میں رہتا تھا۔ اس موجودہ آہ و فغاں کے درمیان بھی اُسے دُعا مانگنے اور اپنے خداوند کی حضوری میں بیٹھنے کا موقع ملتا ہے۔ اور اُسے یہ تسلّی دلائی جاتی ہے کہ انجام بہ خیر ہو گا۔

میں اور آپ بخوبی جانتے ہیں۔ گو ہم اکثر اس حقیقت سے مستفید نہیں ہوتے کہ زندگی کی مشکلات کا سب سے اچھا علاج یہ ہے کہ ہم ہر روز کچھ نہ کچھ وقت کوہِ مقدّس پر خدا کے ساتھ صرف کریں۔ دُنیا کے بہترین اشخاص جنہوں نے انسانی زندگی کو اعلیٰ اور ارفع بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اسی قسم کے لوگ تھے۔ اور وہی لوگ دُعائیہ زندگی کی برکتوں سے واقف ہیں اور اُن کے متعلق اپنے تجربوں کی گواہی پیش کر سکتے ہیں۔ وہ پولوس کی طرح جانتے ہیں

کہ دُعا قوّت ہے۔ دُعا فتح ہے۔ دعا اطمینان اور تسلّی ہے۔ دُعا کے بغیر وہ ناکام اور کمزور رہتے ہیں پولوس بھی دُعا کے بغیر ناکام رہتا۔ یہاں تک کہ ہمارے خداوند کو بھی دعا کی ضرورت پڑتی تھی۔ وہ اکثر دُنیا کی مشکلوں اور مایوسیوں سے کنارہ کشی کر کے پہاڑ پر چلا جاتا تھا اور وہاں تنہائی میں ساری ساری رات دُعا اور اپنے باپ کی رفاقت میں گذار دیتا تھا۔ اِسی لیئے پولوس اور اُس کا خداوند بار بار ہمیں دُعا کی ترغیب دیتے ہیں۔ تاکہ ہم اطمینان اور قرار کے اس راز سے واقف ہو جائیں۔ ممکن ہے کہ ہم روحانیت کی انتہائی منازل تک نہ پہنچ سکیں۔ لیکن ہم اتنا ضرور کر سکتے ہیں کہ بچوں کی طرح خدا کے حضور میں چلے جایا کریں اور اپنی تمام مشکلات اُسے کہہ سنایا کریں۔ اور اُس کی موجودگی سے تسلّی حاصل کیا کریں۔

فصل پنجم

اس کے علاوہ چاہیئے کہ ہم پولوس کی طرح دوسرے لوگوں کی بھی ہمت افزائی کریں۔ پولوس خدا کی رفاقت میں رہنے کے بعد اُس خوفزدہ بھیڑ کے سامنے آتا ہے اور اُنہیں تسلّی دیتا ہے " اَے صاحبو۔ خاطر جمع رکھو۔ کھانا کھاؤ اور اپنے دلوں کو مضبوط کرو۔ کیونکہ مجھے خدا نے جس کا مَیں ہوں اور جس کی عبادت بھی کرتا ہوں یقین دلایا ہے۔ کہ کسی کی جان کا نقصان نہ ہوگا"۔

مَیں چاہتا ہوں کہ آپ پھر اس تصویر پر غور کریں۔ جس میں پولوس کھڑا ہوا اس مصیبت زدہ جماعت کو تسلّی دے رہا ہے "ہمت باندھو۔ خاطر جمع رکھو"۔ یہ ہمارے خداوند کے الفاظ ہیں۔ مناسب ہے کہ یہی الفاظ ہر مسیحی مرد اور عورت کی خدمت کی ترجمانی کریں۔ آپ میں سے ہر ایک کے سپرد یہ خدمت

کی گئی ہے۔ آپ میں سے ہر ایک منادی نہیں کر سکتا۔ مگر آپ میں سے ہر ایک اپنے پڑوسی اور ساتھی کو جو اس پُر آشوب دُنیا کے سمندر میں ہے تسلّی اور اطمینان کا پیغام سُنا سکتا ہے۔ اس پیغام کی اہل دُنیا کو اشد ضرورت ہے۔ اور شاید یہ ضرورت جنگ عظیم کے بعد سے اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ آپ لوگوں کی دلجمعی کریں۔ اگر آپ کی اپنی زندگی میں مشکلات ہوں تو اُنہیں کسی پر ظاہر نہ کریں۔ بلکہ مردانہ وار اُنہیں برداشت کریں۔ ہر ایک کے ساتھ خوشی اور خنداں پیشانی سے ملیں۔ اس سے بھی لوگوں کی مدد ہوتی ہے۔ اور خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔

ممکن ہے کہ آپ کہیں کہ پولوس کو تو خدا کی طرف سے تسلّی دلائی گئی تھی کہ انجام بخیر ہوگا۔ لیکن کیا آپ کے پاس اس قسم کی الٰہی تسلّی نہیں ہے۔ جسے آپ لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں؟ زندگی کی بڑی سے بڑی تکلیفوں میں بھی پولوس کی طرح خدا نے ہمیں یقین دلایا ہے۔ اور ہم اس یقین کو لوگوں کی ہمت افزائی کے لیئے پیش کر سکتے ہیں۔ ہم اُس شخص کو جو اپنی گذشتہ زندگی کے متعلق بے قرار ہے گناہوں کی معافی کی خوشخبری سُنا سکتے ہیں اُس دلگیر ماں کو جس کا لختِ جگر جنگ میں مارا گیا ہے بتا سکتے ہیں کہ اُس کا بیٹا ایک نا ختم ہونے والی زندگی میں جو اس جسمانی زندگی کے بعد شروع ہوتی ہے داخل ہو گیا ہے چاہیئے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق اس مصیبت زدہ دُنیا کو کہتا رہے "خاطر جمع رکھو"۔

فصل ششم

اب دیکھیئے کہ کس طرح سے یہ غم دیدہ لوگ پولوس کے اس پُر امید پیغام

کو قبول کرتے ہیں۔ عام طور پر ملاح لوگ خطرے کے موقعوں پر اور لوگوں کی نسبت بہت جلد تائیدِ غیبی کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس وقت بھی وہ اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ پولوس مردِ خدا ہے۔ چنانچہ اُن کی دلجمعی ہو جاتی ہے اور وہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور ایک نئی دلیری کے ساتھ مستقبل کا انتظار کرتے ہیں۔

انہیں اس آخری پُرخطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے انتہا درجہ کی دلیری کی ضرورت ہے۔ آدھی رات کے قریب شور اُٹھتا ہے کہ کنارہ نزدیک ہے اور انہیں لہروں کی جو ساحل سے ٹکراتی ہیں آواز سنائی دیتی ہے۔ اور سفید جھاگ دکھائی دیتی ہے۔ یہ منظر نہایت ہی دہشتناک ہوتا ہے اگر یہ نہ معلوم ہو کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پانی کی تھاہ لی اور بیس پُرسا پایا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر تھاہ لے کر پندرہ پُرسہ پایا۔ اب وہ سمجھتے ہیں کہ خاتمہ نزدیک ہے۔ اور اس ڈر سے کہ مبادا چٹانوں پر جا پڑیں وہ جہاز کے پیچھے سے لنگر ڈالتے ہیں اور صبح کا انتظار کرتے ہیں۔ اب خواہ اُن کا حشر اچھا ہو یا بُرا وہ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔

جب کہ وہ تاریکی میں صبح کا انتظار کر رہے ہیں پولوس کچھ سرگوشیوں اور نقل و حرکت کی آواز سنتا ہے۔ خطرہ کا سانحہ بہادروں اور بدمعاشوں دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔ ملاح چاہتے ہیں کہ ایک کشتی کو سمندر میں اُتاریں اور اس پر سوار ہو کر بھاگ جائیں۔ لہٰذا پولوس صوبہ دار کو اُن کی اس بُری نیت سے آگاہ کر دیتا ہے اور ایک پل بھر میں رومی سپاہی رسّیاں کاٹ دیتے ہیں اور خالی کشتی روانہ ہو جاتی ہے۔

لیکن پولوس خود بھی خطرے میں ہے۔ ایک افسر آکر صوبہ دار کو سلام کرتا

ہے اور کہتا ہے "جناب۔ اگر حکم ہو تو ہم قیدیوں کو قتل کر دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھاگ جائیں"۔ اس سے رومی سپاہیوں کی اعلیٰ تادیب و تربیت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ ایسے خطرناک موقع پر بھی اپنے فرض کی ادائیگی کو فراموش نہیں کرتے۔ یولیس کو ایک دم پولوس کا خیال آتا ہے۔ جس کے طفیل تمام اہلِ جہاز محفوظ ہیں اس کا مرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اپنی ذمہ داری پر حکم دیتا ہے کہ قیدی قتل نہ کیے جائیں۔

آخر کار صبح طلوع ہوتی ہے۔ اور ایک کھاڑی دکھائی دیتی ہے جس کا کنارہ صاف ہے۔ پس فیصلہ ہوتا ہے کہ لنگروں کی رسیاں کاٹ دی جائیں۔ تاکہ جہاز ساحل کی جانب بہہ کر چلا جائے۔ لیکن جہاز ایک ایسی جگہ جا پڑتا ہے جہاں دونوں طرف سمندر کا زور ہے۔ لہریں حملہ آور ہوتی ہیں اور اُسے چٹانوں پر دے مارتی ہیں اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔ اس پریشانی اور برہمی کی حالت میں ہر ایک شخص جو چیز پاتا ہے۔ اُسی کے سہارے تیرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ سب لوگ مجروح اور زخمی کنارے سے جا لگتے ہیں۔ خدا کو اُن لوگوں کی فکر تھی وہ ہر وقت ہمارا محافظ ہے۔ خواہ ہمارے درمیان کوئی پولوس ہو یا نہ ہو۔

شاید آپ مجھ سے یہ کہیں کہ بعض اوقات خدا انسان کو ہلاک ہونے دیتا ہے۔ ہاں۔ اس وقت بھی جب وہ ہمیں غرقِ آب ہونے دیتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے اور ہماری محافظت کر رہا ہے۔ وہ یردن کے پار ہمارے استقبال کے لیے کھڑا ہے۔ "اور بعض تختوں پر اور بعض جہاز کی اور چیزوں کے سہارے سے چلے گئے۔ اور اسی طرح سب کے سب خشکی پر سلامت پہنچ گئے"۔

باب نوزدہم

پا بہ زنجیر

یوں پولوس کی زندگی کا ایک اور باب اختتام تک پہنچتا ہے۔ ہمیں افسوس ہے۔ کہ اس منزل میں تمام وقت لوقا اُس کے ساتھ نہ تھا۔ اگر اُن ایام کا مفصّل بیان ہمارے پاس ہوتا تو وہ ایک نہایت ہی دلچسپ اور سنسنی خیز حکایت ہوتی جو لوقا کے پُرلطف الفاظ میں لکھی جاتی۔ لیکن بجائے اُس کے ہمیں اُس مختصر بیان پر قناعت کرنا پڑتی ہے۔ جو پولوس اُن ایّام کے متعلق جب کہ اُس کا تذکرہ نویس اُس کے ساتھ نہ تھا اپنے حافظہ سے اُسے بتاتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ پولوس اُس شخص کے لیئے جو اُس کے سوانح حیات لکھ رہا تھا۔ ایک نہایت خاموش اور غیر تسلّی بخش ساتھی تھا۔ بحری سفر اور قید کے چار سالوں کے متعلق جب کہ لوقا اور پولوس اکثر ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔ پولوس بہت کچھ لوقا کو بتا سکتا تھا۔ اور لوقا اُن باتوں کو مفصّل اور دلچسپ پیرایہ میں تحریر کر سکتا تھا۔ نہ معلوم کبھی لوقا کی نظر سے کرنتھیوں کے نام کے دوسرے خط کے وہ دردناک الفاظ گذرے ہوں جو پولوس کی شروع کی زندگی کے دُکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

میں نے یہودیوں سے پانچ بار ایک کم چالیس چالیس کوڑے کھائے۔ تین بار بید کھائے۔ ایک بار سنگسار کیا گیا۔ تین مرتبہ جہاز ٹوٹنے کی بلا میں پڑا

ایک رات دن سمندر میں کاٹا۔ میں بارہا سفروں میں۔ دریاؤں کے خطروں میں۔ ڈاکوؤں کے خطروں میں۔ اپنی قوم کے خطروں میں۔ غیر قوموں کے خطروں میں۔ شہر کے خطروں میں۔ بیابان کے خطروں میں۔ سمندر کے خطروں میں جھوٹے بھائیوں کے خطروں میں۔ محنت اور مشقت میں۔ بارہا بیداری کی حالت میں بھوک اور پیاس کی مصیبت میں۔ بارہا فاقہ کشی میں۔ سردی اور ننگے پن کی حالت میں رہا ہوں (۲۔ کرنتھیوں ۱۱: ۲۴)

اگر وہی شخص جس نے جہاز کی تباہی کا ایسا بالتفصیل بیان لکھا ہے۔ ان واقعات کو بھی قلمبند کرتا تو کیسی پُرلطف اور دلچسپ داستان تیار ہوتی۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کو اپنا ذکر کرنے کا شوق نہیں ہے۔ اپنا بیان وہ اُسی وقت کرتا ہے۔ جب کہ وہ اپنے خداوند کا ذکر کر رہا ہو اور ضمناً اپنے متعلق بھی کچھ کہنا پڑے۔ وہ پُراسرار حضوری جو ہمیشہ اُس کے ساتھ ہے۔ اُس کے مقابلہ میں باقی تمام باتیں ہیچ اور بے قدر معلوم ہوتی ہیں۔ میرے تصوّر کے سامنے وہ خاموش آدمی ہے جو کہ سمندر کو دیکھ رہا ہے اور اُس کی زندگی کے تمام واقعات جو کہ ابھی تک اُس کے حافظہ میں موجود ہیں پھر اُس کی نظر کے سامنے آ جاتے ہیں۔ اور وہ خدا کے ہاتھ کو اپنی زندگی میں کام کرتے دیکھتا ہے۔ خواہ اُس وقت وہ اُس ہدایت و حمایت سے ناواقف ہو۔ اسی طرح مجھے یقین ہے کہ جب ہم بھی مابعد کی زندگی میں سے اپنی اس دُنیا کی زندگی اور اُس کے تمام واقعات اور تجربات پر غور کریں گے تو ایک نہایت ہی عجیب و غریب رویا ہمیں نظر آئیگی۔ اور نہ ہم ہر تصویر کے درمیان خدا کو دیکھیں گے۔ حالانکہ اُس وقت ہم اس حقیقت سے بے خبر تھے۔

فصل دوم

وہ لوگ جن کا جہاز ٹوٹ گیا تھا ایک جزیرہ بنام ملیتے میں جا پڑتے ہیں۔ غالباً یہ وہی جگہ ہے جسے آج کل ہم مقدس پولوس کی خلیج St. Paul's Bay کہتے ہیں۔ وہاں کے "اجنبی" لوگ اُن کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ اور پولوس اس مہربانی کے جواب میں اُن کے مریضوں کو تندرست کرتا ہے۔ اور اُن کو انجیل کی پُر امید خوشخبری سُناتا ہے۔ اہل ملیتے پر ان تین مہینوں کی خدمت کا بڑا بھاری اثر پڑا ہوگا۔

فصل سوم

تین ماہ کے بعد کے واقعات۔

ملک اطالیہ نظر آنے لگا ہے۔ موسم سرما ختم ہوگیا ہے۔ موسم بہار کا آغاز ہے نیپلز کی خوبصورت خلیج میں سے زمین دکھائی دیتی ہے۔ جس نے اپنا سبز لباس پہن لیا ہے۔ پٹیلی کی خوشنما بندرگاہ میں جو قدیمی اطالیہ کے لیئے لیورپول Liverpool کا کام کرتی تھی ملاح لوگ گھاٹ پر کھڑے ہوئے موسم کے سب سے پہلے اسکندریائی جہاز کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ جو اُن کے لیے اناج لایا ہے۔ یہ جہاز بڑے کر و فر کے ساتھ اپنے بادبان پھیلائے ہوئے بندرگاہ میں داخل ہوتا ہے۔ وہ زندگی کی روٹی ملک اطالیہ کے لیے لایا ہے بلکہ ایک گہرے معنی میں تمام دُنیا کے لیئے زندگی کی روٹی لایا ہے۔ کیونکہ پولوس اور اُس کے ساتھی اسی جہاز پر ہیں۔ جنہیں اُس نے ملیتس میں لے لیا تھا۔

رومی تواریخ میں ایک اور اسکندریائی غلہ کے جہاز کا ذکر ہے جو اس سے چند سال پیشتر پٹیلی کی بندرگاہ میں داخل ہوا تھا۔ اُس کے سامنے خلیج میں وہ شاہی کشتی تھی جس میں شاہنشاہ اگستس قریب المرگ پڑا تھا۔ جہاز کے ملاح اُس کی دلجوئی کی کوشش کر رہے تھے۔ اور بخور اور پھولوں کے ہاروں کے ساتھ اپنے شاہنشاہ کی ایک دیوتا کی طرح پرستش کر رہے تھے۔ زمانہ قدیم کے ملک اطالیہ کا مذہب اس سے زیادہ نہ تھا کہ ایک مرتے ہوئے شاہنشاہ کی پرستش کرے۔

آج ایک قدیم الملل اور فتحمند شاہنشاہ کا پیشرو اطالیہ میں داخل ہوتا ہے۔ لیکن کوئی اُس کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ قیصر اگستس کے وقت کی دُنیا اور اس وقت کی دنیا میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اب بھی شاہنشاہ خدا کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔ رومی تمدن نہایت ہی گری ہوئی حالت میں ہے۔ خلیج کے آس پاس کے خوبصورت مکانات ہر قسم کی اوباشی اور نفس پرستی کا مسکن بنے ہوئے ہیں۔ جن میں اس قسم کے شرمناک گناہوں اور غیر طبعی بدکاریوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ جن کا ذکر کرنا ناممکن ہے۔ انہیں محلات میں سے ایک میں اُس شخص نے جو اب شہنشاہ کہلاتا ہے اپنی ماں کو قتل کیا تھا۔ ایک سال کے بعد جب کہ پولوس روم میں تھا اُسی شہنشاہ نے جو ظل الٰہی سمجھا جاتا تھا۔ اپنی نوجوان بیوی کو مروا ڈالا اور اُس کا سر اپنی داشتہ پوپیا (Poppea) کو بھجوا دیا۔ اور اُسی زانیہ کی اور اُس کے بچے کی رُوم میں پرستش کی جاتی تھی۔ مسیحیت کی آمد سے پیشتر دُنیا کی حالت کا یہ نقشہ تھا بعض اوقات اخبارات امن اور جنگ کی حالت میں ہمیں متنبہ کرتے رہتے ہیں۔ کہ اگر ہم مذہب سے مُنہ موڑینگے۔ تو ہماری حالت بھی ایسی ہی ہو جائیگی۔

وہ نظارہ جو اُس روز تختۂ جہاز پر سے پولُوس کو دکھائی دیتا ہے۔
نہایت ہی دلفریب ہے۔ لیکن اُس خوبصورت دُنیا کو پولُوس کے پیغام کی بجائے
یُوں کہیں کہ مسیح کی اشد ضرورت ہے۔

فصل چہارم

پُتیُلی میں بھی چند مسیحی پولُوس کے خیر مقدم کے لیئے موجود ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ ایسی ایسی جگہوں میں بھی مسیح کے نام لیوا پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ ملک اطالیہ میں کسی مشنری کے بھیجے جانے کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے۔ کہ مسیح کی بادشاہت کے بیج میں پھیلنے اور ترقی کرنے کی عجیب وغریب طاقت ہے۔

صوبہ دار یُولیس اُس سڑک پر جو کہ پُتیُلی سے روم کو جاتی ہے۔ اور جہاں صبح سے شام تک آمدورفت کا بازار گرم رہتا ہے۔ اپنے قیدیوں کو چلدئے جاتا ہے۔ راستے میں ضرور کئی ایک قابلِ دید مقامات آئے ہونگے لیکن ہمارا مؤرخ سوائے اَپیُس کے گندے شہر کے اور کسی کا ذکر نہیں کرتا۔ جہاں عام طور پر خچر بانوں۔ کلاروں اور بدمست ملاحوں کی آبادی ہے۔ اس چھوٹی سی بستی کا ذکر اس لیئے ہوتا ہے کہ وہاں رومہ کے چند بھائی پولُوس کے استقبال کے لیئے آتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک سے تو وہ شخصی طور پر واقف ہے۔ اور باقیوں کے متعلق دوسروں سے سُنا ہے۔ رومیوں کے نام کے خط میں اُس کے دوستوں کی فہرست ہے جن کے نام وہ سلام بھیجتا ہے۔ اُن سب کو مل کر پولُوس خوش ہوا۔ لیکن خاص طور پر اُسے اپنے پرانے اور عزیز دوستوں اکولہ اور پرسکلہ سے مل کر خوشی حاصل ہوئی ہوگی۔ اور وہ بھی اُسے دوبارہ مل کر از حد مسرور ہوئے ہونگے۔ لکھا ہے کہ پولُوس نے انہیں

دیکھ کر خدا کا شکر کیا اور اُس کی خاطر جمع ہوئی"۔

فصل پنجم

اَلبَن پہاڑیوں پر سے اُسے سب سے پہلی دفعہ روم کے ابدی شہر (Eternal City) کا نظارہ حاصل ہوتا ہے۔ اُس نے اپنی زندگی میں کئی ایک عالیشان شہر دیکھے ہیں۔ لیکن روم کا شہر لاثانی ہے۔ خوبصورت۔ پُرجلال۔ تواریخی واقعات کا مرقع۔ دُنیوی طاقت کا مجسمہ۔ تمام عالم کا مالک۔ اُس کے دوست اُسے شاہی محل کیپیٹول (Capitot) متعدد مندر اور وہ شاندار محراب دار پھاٹک دکھاتے ہیں۔ جو روم کے شاہنشاہوں کی فتوحات کے ثبوت ہیں۔ اس کے علاوہ وہ سرکس عظیم (Circus Maximus) دکھاتے ہیں جہاں ہر سال دس ہزار انسانوں کا خون محض اس غرض سے بہایا جاتا ہے۔ کہ اہل روم کی تفریح کا سامان ہو جائے۔ یہ اُس وقت کی دُنیا کا جو مسیح سے ناآشنا تھی۔ حال تھا۔

اب وہ شہر میں داخل ہوتے ہیں۔ اور چند تنگ کوچوں سے گذرتے ہیں۔ جہاں لوگوں کا جمِ غفیر جمع ہوتا جاتا ہے۔ اور آخرکار وہ تھکے ماندے اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی جہاں قیصری پلٹن رہتی ہے۔ اور یُولیس اپنے قیدیوں کو پہرہ داروں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور یُوں پولُوس کی دو سالہ یا زیادہ قید کا عرصہ شروع ہوتا ہے۔

فصل ششم

قیصریہ کی طرح یہاں بھی اُس کو آرام میں رکھا جاتا ہے۔ صوبہ دار یولیس نے ضرور پہرہ داروں کے افسر سے پولوس کی سفارش کی ہوگی "یہ پولوس ایک نہایت ہی اچھا آدمی ہے۔ اس بحری سفر میں ہم اُس کے بہت ممنون رہے ہیں۔ وہ ہر طور پر قابلِ اعتبار ہے۔ اگر آپ اُس کے وعدے پہ اُسے رہا بھی کر دیں تو وہ ہرگز فرار ہونے کی کوشش نہ کریگا۔ اس قسم کے آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ جہاں تک ہو سکے اُس کے ساتھ اچھا سلوک کیجیئے۔"

لہٰذا بجائے اس کے کہ اُسے کسی قید خانہ میں مقید کیا جائے وہ اُسے ایک کرایہ کے مکان میں رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ صرف ایک پہرہ دار اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ لیکن پولوس کو اجازت ہے کہ جب چاہے وہ اپنے دوستوں سے ملاقات اور گفتگو کرے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں آکر پولوس کی مالی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اب وہ جو پہلے اپنے بشارتی سفروں میں اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کماتا تھا ایک کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور اپنا گذارہ کر سکتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس اثنا میں اُس کے والد کی موت واقع ہو چکی ہے اور اُس کی خاندانی جائداد اب اُس کی تحویل میں ہے۔ یہ نظریہ قرینِ عقل معلوم ہوتا ہے۔

پس ثابت ہوتا ہے کہ "وہ پورے دو برس اپنے کرائے کے گھر میں رہا . . . اور کمال دلیری سے بغیر روک ٹوک کے . . . . خداوند یسوع مسیح کی باتیں سکھاتا رہا۔"

فصل ہفتم

یہ رسولوں کے اعمال کے آخری الفاظ ہیں۔ یہاں لوقا کا روزنامچہ دفعتاً جواب دے جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کی وجہ ہرگز یہ نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے دوست اور مربی کو قید کی حالت میں اور مقدمہ کے فیصلہ سے پیشتر چھوڑ جاتا ہے۔ برعکس اس کے ہم جانتے ہیں کہ لوقا اُس کے ساتھ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوقا ایک اور کتاب لکھنا چاہتا تھا۔ جس میں پولوس کے سوانح حیات مکمل کیئے جائیں۔ لیکن وہ کتاب ہمارے پاس نہیں ہے۔ غالباً وہ کبھی تمامی تک نہ پہنچی۔ ممکن ہے کہ لوقا بھی اُس ایذارسانی میں کام آیا ہو جس میں اُس کا آقا بھی شکار ہوا۔ اور کہ اُس کے روزنامچہ کا باقی حصہ جس کے لیئے آج مسیحی دُنیا بڑی سے بڑی قیمت دینے کو تیار ہے اُس کشمکش میں کسی جگہ گر گیا اور تلف ہو گیا۔

چنانچہ اب ہمیں اُس کے بغیر کام کرنا پڑیگا۔ البتہ ابتدائی کلیسیا کی روائتیں تو ہمارے پاس ہیں۔ لیکن وہ بہت درجہ تک مددگار ثابت نہیں ہوئیں۔ حسنِ اتفاق سے ہمارے پاس رسول کے وہ خطوط ہیں۔ جو قید کی حالت میں لکھے گئے۔ اور اُس کی باقی ماندہ زندگی کے حالات کے لیئے ہم اُنہیں کے مرہونِ منت ہیں۔

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ باوجود اُن تمام سہولتوں کے جو پولوس کو دراصل تھیں یہ قید کا زمانہ بڑی مصیبت کا زمانہ تھا۔ بار بار اُن میں قید اور زنجیروں کا ذکر آتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض کی نظر میں الفاظ "سپاہی . . . جو اُس پر پہرہ دیتا تھا" بالکل معمولی الفاظ ہوں۔ لیکن اگر

آپ اپنے آپ کو پولوس کی جگہ رکھیں تو معلوم ہو جائیگا کہ شبانہ روز ایک شخص کے ساتھ بندھے رہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور وہ بھی ایک غیر قوم۔ غیر مہذب اور وحشی سپاہی کتنے ہیں کہ جب بادشاہ اگرپہ اوّل قید میں تھا تو اُس نے پہرہ داروں کے سردار کو اس غرض سے رشوت دی تھی کہ وہ سپاہی جو اُس کے ساتھ باندھا جائے وہ مہذب اور خوش مزاج ہو۔ پہرہ دار دن میں دو دفعہ بدلا جاتا تھا۔ لیکن پولوس کو مطلقاً آرام یا خلوت کا موقع نہ ملتا تھا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے زمانہ متوسط کے ایک ظالم شخص کے بارے میں پڑھا کہ اُس نے بطور سزا کے دو آدمیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ دیا۔ اور کئی مہینوں تک اسی حالت میں رکھا۔

پولوس کے لیئے یہ ضروری تھا کہ وہ اِس حالت میں رہنے کا عادی ہو جائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اِس سے کہیں زیادہ کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ اُس کے پہرہ دار اُسے چاہنے لگ جاتے ہیں۔ چند گھنٹوں کا پہرہ اُنہیں دوبھر معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے قیدی کی اعلیٰ سیرت اور نرم طبیعت کے قائل ہو گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اُن میں سے کئی ایک پولوس سے محبت کرنے لگ گئے تھے۔ اور شام کو فرصت کے وقت اُس کی باتیں سُننے کی غرض سے آ بیٹھتے تھے اور پولوس کا ہمیشہ یہ دستور تھا کہ جب کبھی اُسے کسی آدمی کے ساتھ بات کرنے کا موقع ملتا تھا وہ اُس کی توجہ اعلیٰ اور ارفع باتوں کی طرف مبذول کرتا تھا۔ غالباً پہرہ دار آپس میں اپنی بارکوں میں اپنے قیدی اور اُس کے مذہب کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے۔ اور پولوس یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ انہی دنوں میں فلپی مسیحیوں کو ایک خط لکھتا ہے۔ اور اُس میں اپنی قید کے متعلق یُوں لکھتا ہے ”میں چاہتا ہوں تم جان لو کہ جو مجھ پر گذرا وہ خوشخبری

کی ترقی ہی کا باعث ہُوا۔ یہاں تک کہ قیصری سپاہیوں کی ساری پلٹن . . . میں مشہور ہو گیا کہ میں مسیح کے واسطے قید ہوں“۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سے کئی ایک مسیح کے نہایت ہی وفادار خادم بن گئے۔ کیونکہ اسی خط میں پولوس کہتا ہے ”جو بھائی میرے ساتھ ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں“۔ اور یہ موخرالذکر غالباً قیصری پلٹن کے پہرہ دار تھے۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان دو سالوں میں کتنے سپاہی بار بار پہرہ کے تبدیل ہونے کی وجہ سے پولوس کی رفاقت سے مستفید ہوئے ہونگے۔ اور یہ اثر تمام پلٹن میں پھیل گیا ہوگا۔

فصل ہشتم

روم میں پہنچنے کے بعد ہی ایک دن پولوس نے یہودیوں کے چند رئیسوں کو بلوایا۔ لیکن یہ مجمع بالکل غیر تسلی بخش ثابت ہُوا۔ سب سے زیادہ رومی مسیحی اُس کی مُلاقات کے لیئے آیا کرتے تھے۔ گمان غالب ہے۔ کہ پولوس کی قید کی وجہ سے اُس تمام مسیحی جماعت کی زندگی میں زبردست ترقی ہوئی۔ اکثر گنہگار لوگ اُس کے پاس تسلی اور ہدایت کے لیئے آتے ہونگے مختلف کلیسیاؤں کے بزرگ بھی صلاح مشورہ کے لیئے اُس کے پاس آتے ہونگے اور اُس سے مدد حاصل کر کے اپنی جماعتوں کو ایسا تسلی بخش پیغام سُناتے ہونگے کہ وہ حیران رہ جاتے ہونگے۔

لیکن اس زمانے کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا دائرۂ خدمت محض ان مقامی مسیحیوں تک ہی محدود نہ تھا۔ قید میں بھی ”تمام کلیسیاؤں کا فکر“ اُس کے دل میں رہتا تھا۔ وہاں سے بھی وہ اپنے نومریدوں کی جو اُس سے بہت فاصلہ پر مختلف جگہوں میں تھے۔ نگہبانی کرتا رہتا تھا۔ اور یہ کام

اُن وفادار دوستوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا جو اُن کا حال اُسے بتاتے رہتے تھے۔ اور جنہیں وہ مختلف پیغام دے کر اُن کے پاس بھیجتا تھا۔

وہ بتلاتا ہے کہ لوقا اُس کے ساتھ تھا اور کلکس جو اُس کے سفروں میں اُس کا ساتھی تھا۔ اور نوجوان تیمتھیس جو خداوند میں اُس کا پیارا فرزند ہے۔ وہ بھی اُس کے پاس موجود ہیں۔ تیمتھیس اُسے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ خطوط کے لکھنے میں بھی اُس کا مددگار ہے۔ ہمیں یہ پڑھ کر خاص خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کہ یوحنا مرقس بھی اُس کے ساتھ ہے۔ آپ نوجوان مرقس سے واقف ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جو پیٹھ دکھا کر چلا گیا تھا۔ جب پولوس اور برنباس اپنے پہلے سفر میں تھے۔ اور جس کی وجہ سے پولوس اور برنباس میں رنجش اور جُدائی ہو گئی تھی۔ اُس وقت پولوس اُس سے بہت ناراض تھا۔ اور اُس نے اُس کو اجازت نہ دی تھی کہ آگے کو اُن کا ہم سفر ہو۔ لہٰذا اب اُسے پولوس کے ساتھ دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ پولوس کس قدر اُس کو پیار کرنے لگ گیا ہے۔ ہمیں حیرت اور خوشی ہوتی ہے۔

باب بستم

رُومی خطوط

دُور دُور کی جماعتوں سے بھی اکثر لوگ ملنے آیا کرتے تھے۔ ہر چہار اطراف سے سڑکیں روم کو آتی تھیں۔ مختلف کلیساؤں کے لوگ اپنے کاروبار سے روم آتے تھے۔ اور پولوس کو بھی مل جاتے تھے۔ اور اپنی جماعتوں کی طرف سے محبت کے پیغامات اور تحائف لاتے تھے۔ تاکہ اُس کی قید کی زندگی میں باعثِ طمانیت ثابت ہوں۔ اور پولوس اُن کے ہاتھ اکثر سلام اور بعض اوقات اہم خطوط بھیجا کرتا تھا۔

آپ فلپی شہر سے واقف ہیں۔ جہاں پولوس کو بڑی بے رحمی سے کوڑے لگائے گئے تھے۔ اور جہاں قیدخانہ ہی میں داروغہ نے مسیح کو قبول کیا تھا۔ ایک دن فلپی سے ایک پُرانا دوست آیا۔ اُس کا نام اپفردتس تھا۔ اور اُن الفاظ سے جو اُس کے متعلق استعمال کیے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کلیسا میں بہت عزیز تھا۔ غالباً وہ اُن کے پرسبٹروں یا بزرگوں میں سے ایک تھا۔ ممکن ہے کہ یہ وہی داروغہ تھا جس نے پولوس کے ذریعہ مسیح کو قبول کیا تھا۔ باقی تمام دوست جن میں لُدیاہ بھی شامل تھی اُسے اپنا پیارا کہتے اور ایک تحفہ بھیجتے ہیں۔ اس سے پولوس کے دل پر بڑا بھاری اثر ہوتا ہے۔ باقی تمام جماعتوں کی نسبت فلپی کے مسیحی اُسے زیادہ عزیز ہیں۔

اور آنے والے چند ہفتوں میں وہ اکثر اُن کے متعلق سوچتا ہے۔ کیونکہ اپفردتس روم میں بیمار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ "بیماری سے مرنے کو تھا" چنانچہ اُس کی جماعت کے لوگ اُس کے متعلق بہت فکرمند ہو جاتے ہیں۔ پولوس اور وہ مل کر خدا سے بڑی دُعا کرتے ہیں۔ اُن دنوں دُعا مسیحیوں کی نظر میں ایک حقیقی چیز تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپفرودتس پولوس کو بہت عزیز تھا۔ کیونکہ اُس کے جانبر ہونے سے اُسے بہت خوشی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "خدا نے اُس پر رحم کیا۔ اور فقط اُس ہی پر نہیں۔ بلکہ مجھ پر بھی۔ تاکہ مجھے غم پر غم نہ ہو۔"

اور جن دنوں اپفردتس اپنی گئی ہوئی طاقت پھر حاصل کر رہا ہے پولوس فلپی کلیسیا کے نام ایک خط تحریر کرتا ہے۔ جو اُس کے تمام خطوط میں سب سے زیادہ خوبصورت اور پُر محبّت ہے۔ یہ خط اُس کی قلبی خوشی اور راحت کی آئینہ داری بھی کرتا ہے۔ قید اور مصیبت کے باوجود وہ فلپی مسیحیوں کو جو بعض وجوہات سے پریشان ہیں۔ بلکہ تمام دُنیا کے غریب اور مایوس مسیحیوں کو اُس اندرونی خوشی کا پیغام سُناتا ہے۔ جو ہر مسیحی کا حق ہے۔ "میں مسیح میں خوش ہوں"۔ "میری خوشی پوری کرو"۔ "خداوند میں ہر وقت خوش رہو۔ پھر کہتا ہوں کہ خوش رہو"۔

اُس وقت سے لے کر آج تک بے شمار ایسی مثالیں ۔ ۔ ۔ موجود ہیں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ مصیبتوں کے درمیان مذہب کے ذریعہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ مناسب ہے کہ ان تکالیف کے ایام میں ہم اس بات پر زیادہ غور کریں۔ بعض اوقات جب کہ مصیبت کے بادل "ہمیں" گھیر لیتے ہیں خوش رہنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا ہمارے

نزدیک ہے۔ اور ہمیں پیار کرتا ہے۔ اور یہ خیال ہمارے لیے باعث تسکین ثابت ہوتا ہے۔ کہ اُن لوگوں کا مذہب جو اپنے خداوند کی قربت میں رہتے ہیں۔ ایک نہایت ہی کارآمد چیز ہے۔

فصل دوم

جب آپ اس خط کو پڑھیں تو اُن حالات کو بھی ملحوظ رکھیں جن کے درمیان یہ خط لکھا جاتا ہے۔ پولوس اپنے قید خانہ میں تیمتھیس کو یہ خط لکھوا رہا ہے۔ ایک سپاہی کے ساتھ زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ اور اُس کا پیارا دوست منتظر ہے کہ اس خط کو اپنی جماعت کے پاس لے جائے۔ آئیے ہم اُن چند بعد کے صفحات کا ملاحظہ کریں جنہیں تیمتھیس لکھ لکھ کر نیچے رکھتا جاتا ہے

> میں جب کبھی تمہیں یاد کرتا ہوں۔ تو اپنے خدا کا شکر بجا لاتا ہوں اور ہر ایک دُعا میں جو تمہارے لیئے مانگتا ہوں۔ ہمیشہ خوشی کے ساتھ تم سب کے لیئے درخواست کرتا ہوں۔ اس لیے کہ تم اوّل روز سے لے کر آج تک خوشخبری کے پھیلانے میں شریک رہے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا میرا گواہ ہے کہ میں یسوع مسیح کی سی اُلفت کر کے تم سب کا مشتاق ہوں اور یہ دُعا کرتا ہوں کہ تمہاری محبت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بھی زیادہ ہوتی جائے۔ تاکہ عمدہ عمدہ باتوں کو پسند کر سکو۔ اور مسیح کے دن تک صاف دل رہو اور ٹھوکر نہ کھاؤ۔ اور راستبازی کے پھل سے جو یسوع مسیح کے سبب سے ہے بھرے رہو۔ تاکہ خدا کا جلال ظاہر ہو اور اُس کی ستائش کی جائے۔ میری بات فکر نہ کرو۔ جو مجھ پر گزرا وہ خوشخبری کی ترقی

ہی کا باعث ہوا۔ یہاں تک کہ قیصری سپاہیوں کی ساری پلٹن اور باقی سب لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ میں اُس کے واسطے قید ہوں۔ اور جو خداوند میں بھائی ہیں۔ اُن میں سے اکثر میرے قید ہونے کے سبب سے دلیر ہو کر بے خوف خدا کا کلام سُنانے کی زیادہ جرأت کرتے ہیں۔

میرے مقدمہ کے متعلق بھی فکرمند نہ ہو۔ میرا خیال ہے کہ میں رہا کر دیا جاؤنگا۔ لیکن اگر نہ بھی کیا جاؤں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں میں تو چاہتا ہوں کہ مسیح کی تعظیم میرے ذریعہ سے ہو۔ خواہ میں مروں یا زندہ رہوں۔ کیونکہ زندہ رہنا میرے لئے مسیح ہے اور مرنا نفع۔ دونو باتیں میرے لئے اچھی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کسے پسند کروں گا۔ کُوچ کر جانا اور مسیح کے پاس جا رہنا تو میرے لئے بہتر ہے۔ مگر جسم میں رہنا تمہارے لیئے بہتر ہے۔ اس لیئے میں جانتا ہوں کہ زندہ رہونگا اور پھر تم سے ملوں گا۔ صرف یہ کرو کہ تمہارا چال چلن مسیح کی خوشخبری کے موافق رہے۔ تاکہ میں خواہ آؤں اور تمہیں دیکھوں۔ خواہ نہ آؤں۔ مگر یہ سُنوں کہ تم خداوند میں قائم ہو:۔

جہاں تک ہو سکے اپنی نااتفاقیوں کو دور کرو۔

اگر کچھ تسلّی مسیح میں اور محبّت کی دلجمعی اور روح کی شراکت اور رحمدلی و دردمندی ہے۔ تو میری یہ خوشی پوری کرو۔ کہ یک دل رہو یکساں محبّت رکھو۔ یکجان ہو۔ ایک ہی خیال رکھو۔ تفرقے اور بے جا فخر کے باعث کچھ نہ کرو۔ بلکہ فروتنی سے ایکدوسرے

کو اپنے سے بہتر سمجھے۔ ہر ایک اپنے ہی احوال پر نہیں بلکہ ہر ایک کے احوال پر بھی نظر رکھے۔ ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔

اگر مجھے . . . . . اپنا خون بھی بہانا پڑے تو بھی خوش ہوں۔ اور تم سب کے ساتھ خوشی کرتا ہوں۔ تم بھی اسی طرح خوش ہو اور میرے ساتھ خوشی کرو۔

مُجھے امید ہے کہ تیمتھیُس کو تمہارے پاس جلد بھیجونگا۔ تاکہ تمہارا حال دریافت کر کے میری بھی خاطر جمع ہو۔ تم واقف ہو کہ جیسا بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہے۔ ویسے ہی اُس نے میرے ساتھ خوشخبری پھیلانے میں خدمت کی۔ اور مُجھے خداوند پر بھروسہ ہے۔ کہ میں جلد آؤں گا۔

میں اپفردِتس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ وہ تمہارا قاصد اور میری حاجت رفع کرنے کے لیئے خادم ہے۔ وہ بیماری سے مرنے کو تھا۔ مگر خدا نے اُس پر رحم کیا۔ اور فقط اُسی پر نہیں بلکہ مجھ پر بھی۔ تاکہ مجھے غم پر غم نہ ہو۔ پس تم اُس سے خداوند میں کمال خوشی کے ساتھ ملنا اور ایسے شخصوں کی عزّت کیا کرو۔

خداوند میں خوش رہو۔ پھر کہتا ہوں کہ خوش رہو۔ خواہ کچھ بھی ہو خداوند میں خوش رہو۔ میں اپنے خداوند یسوع مسیح کی پہچان کی بڑی خوبی کے سبب سب چیزوں کو نقصان سمجھتا ہوں۔ میں صرف یہ کرتا ہوں کہ جو چیزیں پیچھے رہ گئیں اُن کو بھول کر آگے کی چیزوں کی طرف بڑھا ہوا نشان کی طرف دوڑا ہوا جاتا ہوں تاکہ اُس انعام کو حاصل کروں جس کے لیئے خدا نے مجھے مسیح

یسوع میں اوپر بلایا ہے۔

آخر میں میں درخواست کرتا ہوں کہ اعلیٰ باتوں کے متعلق سوچا کرو۔ جتنی باتیں سچ ہیں۔ اور جتنی باتیں شرافت کی ہیں۔ اور جتنی باتیں واجب ہیں۔ اور جتنی باتیں پاک ہیں۔ اور جتنی باتیں پسندیدہ ہیں۔ اور جتنی باتیں دلکش ہیں۔ غرض جو نیکی اور تعریف کی باتیں ہیں۔ اُن پر غور کیا کرو۔

میں تمہارے تحفہ کو حاصل کرکے بہت خوش ہُوا ہوں۔ کیونکہ یہ تمہاری مہر و محبت کا نشان ہے۔ یہ نہیں کہ میں محتاجی کے لحاظ سے کہتا ہوں کیونکہ میں نے یہ سیکھا ہے کہ جس حالت میں ہوں اُسی پر راضی رہوں۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ بلکہ افراط سے ہے۔ تمہاری بھیجی ہوئی چیزیں اپفرُدتس کے ہاتھ سے لے کر میں آسودہ ہوگیا ہوں۔ میرا خدا اپنی دولت کے موافق جلال سے مسیح یسوع میں تمہاری ہر ایک احتیاج رفع کریگا۔ میرے تمام دوستوں کو سلام کہو۔ جو بھائی میرے ساتھ ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں۔ خصوصاً قیصر کے گھر والے۔ خداوند یسوع مسیح کا فضل تمہاری روح کے ساتھ رہے۔

فصل سوم

منجملہ اُن اشخاص کے جو پولوس کو اُس کے قیدخانہ میں ملنے آتے تھے ایک دن ایک مفرور غلام بنام انیسمُس آیا۔ یہ شخص اپنے آقا کے ہاں سے جو کُلسے میں رہتا تھا بھاگ آیا تھا۔ اور بعد میں پولوس کے خط کے ایک اشارے سے

معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روپیہ چرا لایا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ روم جیسے بڑے شہر میں رُوپوش ہو جائے اور زندگی کا لُطف اُٹھائے۔ عام طور پر بڑے شہروں میں چھپنا بہت آسان ہُوا کرتا ہے۔ ایک دن ایک شخص اُسے پولوس کے پاس لے آتا ہے۔ یا ممکن ہے کہ اُس غریب مفرُور کو خود ہی پولوس کا خیال آیا ہو۔ کیونکہ زمانہ گذشتہ میں وہ اُس کے آقا کے ہاں آیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہ آقا یعنی فلیمون پولوس کے پُرانے مریدوں میں سے ایک تھا۔ وہ کُلسے کی کلیسیا کا ایک شریک تھا۔ اور وہ اور اُس کی بیوی افیہ پولوس کے بڑے گہرے دوست تھے۔ ایسے دوست جن کو بے تکلفی کے ساتھ اور جواب کا انتظار نہ کرتے ہوئے اطلاع دی جاسکتی ہے کہ میں آپ کے ہاں آرہا ہوں۔ چنانچہ پولوس اُسے لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ "میرے لیے ٹھہرنے کی جگہ تیار کر کیونکہ مجھے امید ہے کہ میں تمہاری دُعاؤں کے وسیلے سے تمہیں بخشا جاؤنگا"۔

فصل چہارم

بعض اوقات مسیحی ہونا ایک بڑی دقت کی بات ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مسیحی ہونے کی حالت میں انسان اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے کہ وہی بات کرے جو درست ہے اور ایسا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ وہ مذہب جس کی تعلیم پولوس دیتا تھا ایک نہایت ہی عملی مذہب تھا۔ انیسمس کے متعلق اس کا یہ فیصلہ تھا کہ وہ نہ صرف خدا کے آگے پشیمان اور تائب ہو بلکہ اپنے آقا کے پاس واپس جائے اور اپنے گناہ کا اقرار کرے۔ اُس سزا کو قبول کرے جو اُس کا مالک مقرر کرے۔ اور اپنی باقی ماندہ زندگی سے اُس قصور کی تلافی کرے۔

ہم میں سے بعض خدا ہی کے سامنے اظہار تاسف کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔

اور یہ بہت آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ خدا تو پہلے ہی ہمارے قصور سے واقف ہے۔ اس قسم کا اقرار کوئی مشکل نتائج پیدا نہیں کرتا۔ ایک دفعہ میں نے ایک چھوٹے لڑکے سے دریافت کیا کہ آیا اُس نے فلاں گناہ کا خدا کے حضور میں اقرار کیا ہے یا نہیں۔ اُس نے جواب دیا "ہاں" اور بعد میں کہا کہ "خدا کو بتانے میں مجھے ذرا بھی اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کسی کو نہیں بتائیگا"۔ کیا بعض دفعہ آپ کے دل میں بھی اس قسم کے خیالات پیدا نہیں ہوتے؟ توبہ اس سے زیادہ طلب کرتی ہے۔ اُس میں نہ صرف مستقبل کے لیئے نیک ارادے شامل ہیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو گناہ کی تلافی کی جائے اور اُن تمام ناگوار نتائج کو جو گناہ کا نتیجہ ہیں برداشت کیا جائے۔ پولوس نے اپنے نو مرید کو یہی تعلیم دی۔ "اَے نوجوان تجھے اپنے مالک کے پاس واپس جانا چاہیئے اور جو بات واجب ہے اُسے کرنا چاہیئے۔ یہ مَیں جانتا ہوں کہ واپس جانا تیرے لیئے بہت مشکل ہے اور مجھے بھی تیری جدائی شاق گذریگی۔ لیکن مَیں اپنے پُرانے دوست تیرے آقا کے نام تجھے ایک خط دونگا۔ تو اُسے لیتا جائیو"۔

چنانچہ پولوس خط دے کر انیسمس کو فلیمون کے پاس بھیج دیتا ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ فلیمون اُس خط کو رکھ چھوڑتا ہے اور شاید بعد میں کُلسے کی کلیسیا کے سپرد کر دیتا ہے۔ تاکہ پولوس کے دیگر خطوط کے ساتھ اُس کی بھی حفاظت کی جائے۔

بائبل کا یہ ایک نہایت ہی دلچسپ صفحہ ہے۔ مسیحی تعلیمات یا مسلمات کے متعلق کوئی باقاعدہ رسالہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک بے تکلفانہ خط ہے۔ جو عُجلت میں لکھا جاتا ہے۔ لیکن اُس کے ذریعہ سے مُصنّف کے دل و جذبات کی ایک تصویر ہاتھ لگ جاتی ہے۔ یہ کیفیت پولوس کے بعض اور خطوط میں پائی نہیں جاتی۔

اس خط سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مسیحیت بعض تمدنی برائیوں مثل غُلامی۔ جنگ وغیرہ کا کیا حل بتاتی ہے۔

غلامی ایک نہایت ہی ظالمانہ رسم تھی۔ مرد۔ عورتیں اور نوجوان لڑکیاں اپنے آقا کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ اور اُسے اختیار تھا کہ جیسا چاہے اُن کے ساتھ سلوک کرے۔ اسی سال کی یعنی پولوس کے روم میں وارد ہونے کے کچھ عرصہ بعد کی بات ہے کہ شہر کا حاکم اپنی لونڈیوں کے ایک عاشق کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ غالباً وہ قتل کا مستحق تھا۔ اس موت کا انتقام یُوں لیا گیا کہ اُس کے جملہ غلامان جن میں مرد۔ عورتیں اور بچّے تھے اور جو تعداد میں چار سو تھے قتل کیئے گئے۔ اب مسیحیت کے پاس غلامی کا کیا حل ہے؟ یہ نہیں کہ غلاموں کو اُبھارا جائے۔ تاکہ وہ اپنے مالکوں کے خلاف جنگ کریں۔ بلکہ یہ کہ انسانی تمدن میں بتدریج ایک ایسے مذہب کا خمیر داخل کیا جائے۔ جو خدا کی نظر میں جو ہم سب کا باپ ہے۔ کل بنی انسان کو ایک دوسرے کے برابر اور ایک دوسرے کا بھائی تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ پولوس انیسمس کے آقا کو لکھتا ہوا کہتا ہے کہ "انیسمس میرا دوست اور میرے تیرے خداوند کا شاگرد ہے۔ لہٰذا اُسے بھائی کی طرح قبول کر"۔ اسی طرح پولوس افسیوں کو لکھتا ہوا کہتا ہے "اے مالکو تم بھی اپنے نوکروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ اُن کا اور تمہارا دونو کا مالک آسمان پر ہے اور وہ کسی کا طرفدار نہیں"۔ مسیح کے مذہب کا یہی پیغام ہے اور جب یہ تعلیم اور طبیعت دُنیا میں سرایت کر گئی۔ تو غلامی ہمیشہ کے لیئے نکال دی گئی۔

اسی طرح لڑائیاں دُنیا سے دُور کی جائیں گی۔ خدا کا طریقہ یہی ہے۔ یہ نہیں کہ جو حیثیت دیسی کمرے اُس پر فالج گرا دیا جائے اور زبردستی جنگ سے باز رکھا جائے

یا آسمان سے آگ نازل کر کے برباد کر دیا جائے۔ بلکہ یہ کہ زندگی کو اُس مذہب کی تعلیم سے بھر دیا جائے جو تمام بنی نوع انسان کو ایک دوسرے کے بھائی بنا دیتی ہے۔ خدا کا طریقہ آہستہ کام کرتا ہے۔ لیکن اُس میں کامیابی یقینی ہے۔ وہ سمندر کے مدّ کی طرح چھا جاتا ہے۔ اُس کی کامیابی اس لیے آہستہ ہے کہ اُس کا تعلق انفرادی مرضی کے ساتھ ہے۔ اور ہر ایک شخص جو اپنی زندگی کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے ۔ اُس مبارک دن کو نزدیک لانے میں مدد دیتا ہے جس دن کہ اہلِ دُنیا جنگ کو اُسی طرح افسوس اور شرم کی نگاہ سے دیکھیں گے جس طرح آج غلامی کو دیکھ رہے ہیں۔

فصلِ پنجم

ذیل میں وہ خط ہے جو اُنیسمُس اپنے مالک کے پاس لایا جس سے آپ پر اُس کا تمام حال ظاہر ہو جائیگا۔

پولوس کی طرف سے جو یسُوع مسیح کا قیدی ہے۔ اور بھائی تمتھیُس کی طرف سے اپنے عزیز اور ہم خدمت فلیمُون اور بہن افیہ اور ارخپّس اور تیرے گھر کی کلیسیا کے نام ۔ ۔ ۔ ۔ میں ہمیشہ اپنے خدا کا شکر کرتا ہوں اور اپنی دعاؤں میں تجھے یاد کرتا ہوں۔ کیونکہ اے بھائی ۔ مجھے تیری محبّت سے بہت خوشی اور تسلّی ہوئی۔ اس لیے کہ تیرے سبب مقدسوں کے دل تازہ ہوئے ہیں :۔

اگرچہ مجھے مسیح میں بڑی دلیری تو ہے کہ تجھے مناسب حکم دُوں مگر مجھے یہ زیادہ پسند ہے۔ کہ میں بوڑھا پولوس ۔ بلکہ اس وقت مسیح یسوع کا قیدی بھی ہو کر محبّت کی راہ سے التماس کروں

سو اپنے فرزند اُنیسمُس کی بابت جو قید کی حالت میں مجھ سے پیدا ہُوا۔ تجھ سے التماس کرتا ہوں۔ اُسی کو میں نے تیرے پاس واپس بھیجا ہے ۔ اُس کو میں اپنے ہی پاس رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ تیری طرف سے اس قید میں جو خوشخبری کے باعث ہے میری خدمت کرے۔ لیکن تیری مرضی کے بغیر میں نے کچھ کرنا نہ چاہا۔ تاکہ تیرا نیک کام لاچاری سے نہیں۔ بلکہ خوشی سے ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ تجھ سے اس لیئے تھوڑی دیر کے واسطے جُدا ہُوا ہو کہ ہمیشہ تیرے پاس رہے۔ مگر اب سے غلام کی طرح نہیں بلکہ بھائی کی طرح۔ پس اگر تو مجھے شریک جانتا ہے تو اُسے اس طرح قبول کرنا جس طرح مجھے۔ اگر اُس نے تیرا کچھ نقصان کیا ہے۔ یا اُس پر تیرا کچھ آتا ہے تو میرے نام لکھ لے۔ میں پولوس اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں اور خود ادا کروں گا۔ کو میرا قرض جو تجھ پر ہے۔ وہ تو خود ہے۔ میں تیری فرمانبرداری کا یقین کر کے تجھے لکھتا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ جو کچھ میں کہتا ہوں تو اُس سے بھی زیادہ کریگا۔

اس کے سوا میرے لیئے ٹھہرنے کی جگہ تیار کر۔ کیونکہ مجھے اُمید ہے کہ میں تمہاری دُعاؤں کے وسیلے سے تمہیں بخشا جاؤں گا

اِپفراس جو مسیح یسُوع میں میرے ساتھ قید ہے۔ اور مرقس اور ارسترخس اور دیماس اور لوقا جو میرے ہم خدمت ہیں تجھے سلام کہتے ہیں۔ ہمارے خداوند یسُوع مسیح کا فضل تمہاری روح پر ہوتا رہے۔ آمین۔

باب بست و یکم

رومی خطوط (جاری)

اس سے پیشتر کہ انیسمس روانہ ہو۔ کلسی کلیسیا کے لیئے ایک اور خط لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں کی جماعت کا ایک اور نمائندہ روم میں آیا ہوا ہے۔ وہ یا تو اُس کلیسیا کا بانی ہے۔ یا کم از کم ایک مقتدر پر سبز ہے۔ اُس کا نام اِپفراس ہے۔ وہ پولوس کے ساتھ چند ایک ایسی مشکلات کے متعلق صلاح مشورہ کرنے آیا ہے۔ جو کلسے میں رونما ہو رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں ایک گشتی مبشر آیا ہوا ہے جو مسیحیت کی تبلیغ کرتا ہے۔ لیکن ایک ایسی مسیحیت کی جس میں یہودی تعلیم اور یونانی فلسفہ کی زبردست آمیزش ہے۔ یوں وہ مسیحیت کے رنگ میں پرستشِ ملائک اور انتہائی ریاضت وغیرہ کی تلقین کرتا ہے قباحت اِس میں یہ ہے۔ کہ اُس کی تعلیم مسیحی تعلیم سے بہت ملتی جلتی ہے۔ یہ بات کچھ ایسی ہی ہے۔ جیسے آج کل کوئی کرسچن سائنس Christian Science کا مبلغ اپنی مسیحیت کی تبلیغ ہمارے سامنے کرے۔

لہٰذا پولوس کلسی کلیسیا کے نام ایک خط تحریر کرتا ہے۔ اور اُسے اپنے ہم خدمت تخِکس کے ہاتھ جس کے سپرد انیسمس بھی کیا جاتا ہے بھیج

دیتا ہے۔ خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پولوس کلسی مسیحیوں سے شخصی طور پر واقف نہیں ہے۔ اور نہ ہی اُسے اس غلط تعلیم کے متعلق پوری واقفیت ہے۔ لہٰذا وہ اپنی تحریر کو زیادہ تر اِپفراس کے بیان پر مبنی کرتا ہے۔

میں کلسیوں کے نام کے خط کا خلاصہ پیش کرنے سے احتراز کروں گا۔ کیونکہ میں آپ کی توجہ خاص طور پر اس کے بعد والے خط کی طرف مبذول کیا چاہتا ہوں۔ اُس خط میں کلسیوں کے خط کے بعض بہترین خیالات اور بھی زیادہ خوبی کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ اس جگہ میں صرف دو جملے ایک خاص مقصد سے قلمبند کرتا ہوں۔

"میرا سارا احال تخِکس تمہیں بتا دیگا۔ میں اُسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اور انیسمس کو بھی جو دیانتدار اور پیارا بھائی اور تم میں سے ہے"۔ "لودیکیہ میں کے بھائیوں سے سلام کہنا۔ اور جب یہ خط تم میں پڑھ لیا جائے تو ایسا کرنا کہ لودیکیہ کی کلیسیا میں بھی پڑھا جائے۔ اور اُس خط کو جو لودیکیہ سے آئے تم بھی پڑھنا۔"

فصل دوم

پس دونوں پیغامبر کلسے کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ تخِکس کے پاس تو کلیسیا کے نام خط ہے۔ اور انیسمس اپنے پُرانے مالک سے ملنے جا رہا ہے جس کا قصور اُس نے کیا ہے۔ اُس کے پاس بھی ایک خط ہے۔ جو معذرت نامہ ہے۔ یہاں ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ انیسمس کو خیرباد کہنا پڑتا ہے۔ جی تو بہت چاہتا ہے کہ اُس کے بعد کے واقعات

سے آگاہی حاصل کی جائے۔ اور معلوم کیا جائے کہ اُس کا کیا حشر ہوُا۔ کیونکہ پولوس اُس کو بہت ہونہار سمجھتا تھا۔ تواریخ میں بربہ کے ایک اُسقف بنام انیسمس کا ذکر ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وہی غلام ہے۔ لیکن یقینی طور پر کہا نہیں جا سکتا۔

لیکن تجنکس کے پاس ایک اور خط ہے۔ جس کے ساتھ ایک داستان وابستہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پولوس لودیکیہ کی کلیسیا کے نام بھی ایک خط لکھتا ہے۔ اور اُسے بھی اسی وقت روانہ کرتا ہے۔ لیکن چونکہ خدا کے کلام میں کسی ایسے مکتوب کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیئے اکثروں کا خیال ہے۔ کہ وہ خط کھو گیا ہے۔ مگر ہمارے پاس ایک اور نہایت ہی اہم اور مقتدر خط ہے۔ جو افسیوں کے نام کا خط کہلاتا ہے۔ یہ خط ہمارے لیے موجب حیرت ہے۔ کیونکہ اس میں وہ شخصی اشارے مطلقاً نہیں ہیں جن کی توقع اس قسم کے خط میں کی جا سکتی ہے۔ جو ایک ایسی جماعت کو لکھا جاتا ہے جس سے رسول تین سال سے واقف ہے۔ اور جہاں وہ کئی ایک نہایت ہی سنسنی خیز تجربات میں سے گذرا ہے۔ یہ خط ایک عام خط ہے۔ جو ہر ایک کلیسیا کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اس میں شخصی عنصر بالکل غیر موجود ہے۔ بعض حصص ایسے ہیں جن کے متعلق شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید کسی مسائی باتیں ہیں۔ کبھی کبھی یہ شک بھی گذرتا ہے کہ آیا یہ خط سچ مچ افسس کی کلیسیا ہی کے نام لکھا گیا یا کسی اور کلیسیا کے نام۔

علاوہ ازیں بعض قدیمی آبائے کلیسیا کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ اس خط کے اُن نسخہ جات میں جو اُن کے قبضہ میں تھے لفظ "افسس" موجود نہ تھا۔ قدیم ترین نسخے جو آج موجود ہیں۔ اسی بات کی تصدیق کرتے

ہیں۔ اِن میں سے ایک تو پیٹروگراڈ Petrograd میں ہے۔ اور دوسرا روم میں پوپ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ان دونوں میں خط کا عنوان نہیں ہے۔ برعکس اس کے اس امر کی شہادت موجود ہے کہ بعض مقامات میں یہ خط لودیکیہ کی کلیسیا کے نام کا خط تسلیم کیا جاتا تھا۔ تاہم یہ ماننا پڑتا ہے کہ ضرور کلیسیا کے پاس کافی وجوہات اِس امر کی ہونگی کہ اُسے افسس کی کلیسیا سے منسوب کیا جائے۔ اور اِسی لیے اب تک یہ نام اس خط سے وابستہ ہے۔

فصل سوم

مناسب نہیں کہ ہم اس سوال پر زیادہ بحث کریں۔ میرے خیال میں یہ ایک عام پاسبانی خط تھا۔ جو افسس اور لودیکیہ کی کلیسیاؤں بلکہ دیگر تمام کلیسیاؤں کے لیئے تھا۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو اس سے بہتر پاسبانی خط کبھی لکھا نہیں گیا۔ اب میں آپ کی توجہ افسیوں کے نام کے خط کی طرف دلایا چاہتا ہوں۔ یہ پولوس کا آخری اور بہترین خط ہے جو غیر قومی کلیسیاؤں کو لکھا جاتا ہے۔ یہ خط پولوس کے جذبات و خیالات کی بہترین ترجمانی کرتا ہے اس جگہ وہ اُن تمام مباحثوں سے بلند و بالا نظر آتا ہے۔ جو دیگر خطوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور جو یہودی اور غیر قومی۔ مذہبی رسومات اور الٰہیات سے متعلق ہیں۔ اس جگہ وہ عالم غیر مرئی و لامحدود کی سیر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے وہ آسمانی مقامات ہیں جہاں اُسے خدائے ذوالجلال کی رویا نصیب ہوتی ہے۔ وہ اُس خدا کو دیکھتا ہے جو بنائے عالم سے پیشتر موجود ہے۔ بہت سے محققین ایسے ہیں جن کی نظر میں یہ خط پولوس کے اُن ار

روحانی خیالات کی تصویر ہے۔ جو اُس پر چار سالہ قید کے عرصہ میں جب کہ وہ خدا کی پروردگاری کے عمیق اسرار پر غور کرتا رہا ہے۔ الہام الٰہی کے ذریعہ ظاہر ہوئے ہیں۔

فصل چہارم

سب سے پہلے خدا کے الٰہی مقصد کا جو کہ تخلیق عالم سے پیشتر بلکہ ابتدا سے ہے ذکر کیا جاتا ہے۔ پولوس کے نکتہ، خیال کے مطابق مسیح کی کلیسیا، کوئی امر اتفاقیہ نہیں ہے۔ یا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خدا کو بعد میں سُوجھی ہو۔ بلکہ بنائے عالم سے پیشتر ہی خدا کی محبت کا یہ ازلی ارادہ تھا کہ ازلی مسیح بنی نوع انسان کا نجات دہندہ ہو۔ اور بدی ہمیشہ کے لیئے کائنات سے نکال دی جائے۔ خدا کے تمام فرزند باپ کی گود میں آرام کریں اور خدا سب میں اور سب کچھ ہو۔

ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد ہو۔ جس نے ہم کو مسیح میں آسمانی مقاموں پر ہر طرح کی برکت بخشی۔ چنانچہ اُس نے ہم کو بنائے عالم سے پیشتر اُس میں چُن لیا۔ تاکہ ہم اُس کے نزدیک محبت میں پاک اور بے عیب ہوں۔ اور اُس نے اپنی مرضی کے نیک ارادے کے موافق ہمیں اپنے لیئے پیشتر سے مقرر کیا کہ یسوع مسیح کے وسیلے اُس کے لے پالک بیٹے ہوں۔ تاکہ اُس کے اُس فضل کے جلال کی ستائش ہو۔ جسے ہمیں اُس عزیز میں مفت بخشا۔ ہم کو اُس میں اُس کے خون کے وسیلے سے مخلصی یعنی قصوروں کی معافی

اُس کے فضل کی دولت کے موافق حاصل ہے ..... تاکہ زمانوں کے پورا ہونے کا ایسا انتظام ہو۔ کہ مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ ہو جائے۔ اُس کے ارادے کے موافق جو اپنی مرضی کی مصلحت سے سب کچھ کرتا ہے۔

پولوس کہتا ہے کہ "میں چاہتا ہوں کہ تم خدا کی محبت کے ازلی مقصد کی عجیب و غریب تجویز کو مان لو"۔ میری دُعا ہے کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا خدا جو جلال کا باپ ہے۔ تمہیں اپنی پہچان میں حکمت اور مکاشفے کی روح بخشے۔ اور تمہارے دل کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ تاکہ تم کو معلوم ہو کہ اُس کے بُلانے سے کیسی کچھ اُمید ہے اور اُس کی میراث کے جلال کی دولت مقدسوں میں کیسی کچھ ہے اور ہم ایمان لانے والوں کے لیئے اس کی بڑی قدرت کیا ہی بے حد ہے۔ اُس کی بڑی قوت کی تاثیر کے موافق۔ جو اُس نے مسیح میں کی۔ جب کہ اُسے مُردوں میں سے جلا کر اپنی دہنی طرف آسمانی مقاموں پر بٹھایا۔ اور ہر طرح کی حکومت اور اختیار اور قدرت اور ریاست اور ہر ایک نام سے بہت بلند کیا۔ جو نہ صرف اس جہان میں۔ بلکہ آنے والے جہان میں بھی لیا جائیگا اور سب کچھ اُس کے پاؤں تلے کر دیا۔ اور اُس کو سب چیزوں کا سردار بنا کر کلیسیا کو دے دیا۔ یہ اُس کا بدن ہے اور اُس کی معموری جو ہر طرح سے سب کا معمور کرنے والا ہے۔

اب دیکھو۔ خدا کی اس تجویز کا کیا نتیجہ ہے۔

تم غیر قوم والے بھی اس پُر محبت تجویز میں شامل ہو۔ جو کسی وقت

اسرائیل کی سلطنت سے خارج تھے۔ ناامید اور خدا سے علیحدہ
تھے۔ اب تم جو پہلے دُور تھے مسیح یسُوع میں مسیح کے خُون کے سبب
نزدیک ہوگئے ہو۔ پس اب تم پردیسی اور مسافر نہیں رہے۔ بلکہ
مقدسوں کے ہم وطن اور خدا کے گھرانے کے ہوگئے۔ اور رسولوں
اور نبیوں کی نیو پر جس کے کونے کے سرے کا پتھر خود مسیح یسُوع
ہے۔ تعمیر کیئے گئے ہو۔

خدا نے مجھے بھی جو مسیح یسُوع کا غریب قیدی ہوں۔ یہ توفیق بخشی
ہے۔ کہ مسیح کے اُس بھید کو سمجھوں اور سمجھاؤں جو اور زمانوں
میں بنی آدم کو معلوم نہ ہوُا تھا۔ مجھ پر جو سب مقدسوں میں
چھوٹے سے چھوٹا ہوں۔ یہ فضل ہوُا کہ مَیں غیر قوموں کو مسیح
کی بے قیاس دولت کی خوش خبری دوں۔ اور سب پر اُس
بھید کو جو ازل سے سب چیزوں کے پیدا کرنے والے خدا میں
پوشیدہ رہا ظاہر کروں۔ اُس ازلی ارادے کے مطابق جو اُس
نے ہمارے خُداوند مسیح یسُوع میں کیا تھا۔ اس سبب سے مَیں
اُس باپ کے آگے گھٹنے ٹیکتا ہوں۔ تاکہ وہ تمہیں یہ توفیق عنایت
کرے کہ تم محبت میں جڑ پکڑ کے اور بنیاد قائم کرکے سب مقدسوں
سمیت بخوبی معلوم کرسکو کہ اُس کی چوڑائی اور لمبائی اور اونچائی
اور گہرائی کتنی ہے۔ اور مسیح کی اُس محبت کو جان سکو جو جاننے
سے باہر ہے۔ تاکہ تم خدا کی ساری معموری تک معمور ہو جاؤ۔

فصل پنجم

یہ خط کے پہلے نصف حصّہ کا ایک نہایت ہی مختصر اور ناتمام سا خلاصہ
ہے۔ اگر میرے پاس زیادہ وقت ہوتا اور میں پولوس کے خیالات سے
بہتر طور پر واقف ہوتا تو بھی میرے لیئے ان خیالات کو جو اس حصّہ میں پائے
جاتے ہیں سادگی کے ساتھ بیان کردینا آسان نہ تھا۔ کیونکہ یہ خیالات
نہایت عمیق ہیں اور طرزِ تحریر بہت مشکل ہے۔ اُس کا ایک ایک جملہ جرمن
زبان کے جملوں کی طرح دس دس آیات کا مجموعہ ہے۔ لیکن شاید مَیں
نے اتنا ضرور کیا ہے کہ آپ کو اُس حیرت انگیز تعظیم اور شکر گذاری کی ایک
جھلک دکھلائی ہے۔ جو رسول کے دل میں اُس وقت پیدا ہوتی ہے
جب کہ وہ خدا کی اُس محبت کے ازلی ارادوں کے اسرار پر غور کرتا
ہے۔ جو انسان سے متعلق ہے۔ یعنی اُس محبت کے اسرار پر جو اس وقت
سے ہے۔ جب کہ "ابتدا میں خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا"۔

چوتھے باب کے شروع ہی میں وہ لفظ "پس" کے ذریعہ ماقبل کی
تمام بحث کا عملی نتیجہ پیش کرتا ہے۔ چونکہ خدا نے ازل سے تم سے
محبت کی ہے اور تمہاری محافظت کی ہے اور تمہیں سنبھالا ہے۔

پس مَیں پولوس جو خداوند میں قیدی ہوں۔ تم سے التماس
کرتا ہوں کہ جس بُلاوے سے تم بُلائے گئے تھے اُس کے
مناسب چلو۔

پولوس کی التماس کی بنیاد یہی ہے۔

پس کلیسیا کی یگانگی کو قائم رکھو۔ ایک ہی بدن ہے اور ایک

ہی روح - ایک ہی خداوند ہے - ایک ہی ایمان - ایک ہی بپتسمہ - اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے - جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے -

اس لیے جس طرح غیر قومیں اپنے بیہودہ خیالات کے موافق چلتی ہیں تم آیندہ کو اُس طرح نہ چلنا - پرانی انسانیت کو اتار دو اور نئی انسانیت کو پہن لو جو خدا کے مطابق سچائی کی راستبازی اور پاکیزگی میں پیدا کی گئی ہے -

پس جھوٹ بولنا چھوڑ کر ہر ایک شخص اپنے پڑوسی سے سچ بولے - چوری کرنے والا پھر چوری نہ کرے - کوئی گندی بات تمہارے مُنہ سے نہ نکلے - ہر قسم کی تلخ مزاجی اور قہر اور غصہ تم سے دُور کیے جائیں - ایک دوسرے پر مہربان اور نرم دل ہو - اور جس طرح خدا نے مسیح میں تمہارے قصور معاف کیے ہیں - تم بھی ایک دوسرے کے قصور معاف کرو -

پس عزیز فرزندوں کی طرح خدا کی مانند بنو - اور محبت سے چلو - جیسے مسیح نے تم سے محبت کی - اور ہمارے واسطے اپنے آپ کو قربان کر دیا -

تم پہلے تاریکی تھے - مگر اب خداوند میں نُور ہو - پس نُور کے فرزندوں کی طرح چلو - اور تاریکی کے بے پھل کاموں میں شریک نہ ہو -

اپنے خاندانوں کو خدا کی مرضی کے مطابق بناؤ - اَے بیویو

اپنے شوہروں کی تابعدار رہو - اَے شوہرو - اپنی بیویوں سے محبت رکھو - جیسے کہ مسیح نے بھی کلیسیا سے محبت کی ہے -

اَے فرزندو - خداوند میں اپنے ماں باپ کے فرماں بردار رہو - اَے نوکرو - اپنے مالکوں کے فرماں بردار رہو - آدمیوں کو خوش کرنے والوں کی طرح دکھاوے کے لیے خدمت نہ کرو بلکہ مسیح کے بندوں کی طرح دل سے خدا کی مرضی پوری کرو - اور اُس خدمت کو آدمیوں کی نہیں بلکہ خداوند کی جان کر جی سے کرو - اور اَے مالکو - تم بھی اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو - کیونکہ تم جانتے ہو - کہ تمہارا دونوں کا مالک آسمان پر ہے - اور وہ کسی کا طرفدار نہیں -

غرض خداوند میں اور اُس کی قدرت کے زور میں مضبوط بنو خدا کے سب ہتھیار باندھ لو - تاکہ تم ابلیس کے منصوبوں کے مقابلے میں قائم رہ سکو -

سب مقدسوں کے واسطے بلاناغہ دُعا مانگا کرو - اور میرے لیے بھی - تاکہ بولنے کے وقت مجھے کلام کرنے کی توفیق ہو - جس سے میں خوشخبری کے بھید کو دلیری سے ظاہر کروں - جس کے لیے زنجیر سے جکڑا ہوا ایلچی ہوں -

خدا باپ اور خداوند یسُوع مسیح کی طرف سے بھائیوں کو اطمینان حاصل ہو - جو ہمارے خداوند یسُوع مسیح سے لازوال محبت رکھتے ہیں اُن سب پر فضل ہوتا رہے -

فصل ششم

یہ چاروں قید کے خطوط ہیں۔یعنی فلپیوں۔کلسیوں۔افسیوں اور فلیمون کے نام کے خطوط۔یہ ان دو سالوں کی غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ جب کہ پولوس زیرِ حراست ہے۔ہمارے لیئے یہ بات سبق آموز ہے۔ممکن ہے کہ پولوس کے بعض دوستوں نے خیال کیا ہو۔کہ خدا نے کیوں پولوس کو قید خانہ میں مقید رکھا اور اِس قیمتی وقت کو ضائع ہونے دیا۔جب کہ وہ روم کے شاہی شہر میں مسیح کی منادی کر سکتا تھا اور ایک مرکزی کلیسیا قائم کر سکتا تھا۔

لیکن ہم جو آج اُس تمام گذشتہ تواریخ سے واقف ہیں یہ سوال نہیں اُٹھاتے۔کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس قید کے ذریعہ تمام رومی فوج میں مسیحیت کی تبلیغ کی گئی۔اور وہ فوج دُنیا کے تمام حِصّوں میں منتشر ہوئی غالباً اُسی فوج کے ذریعہ پہلی مرتبہ جزائر برطانیہ میں بھی مسیح کی منادی ہوئی۔ایسا معلوم ہوتا ہے۔کہ اُس وقت پولُوس وقت اور فُرصت کی ضرورت تھی تاکہ وہ علیحدگی میں بیٹھ کر غور و فکر کر سکے۔کلیسیا کے لیئے قید کے یہ چار خطوط روم میں دو سال کی منادی کی نسبت کہیں زیادہ مفید ثابت ہوئے۔ اسی طرح مقدس یوحنا کو پتمس کے سنسان ٹاپو میں جانا پڑا۔تاکہ مکاشفات کی کتاب لکھی جائے۔ جان بنیر John Bunyan بارہ سال تک بیڈفورڈ Bedford کے جیل خانہ میں رہا۔تب "مسیحی مسافر کا احوال" ضبط تحریر میں آیا۔اسی طرح لُوتھر بھی وارٹزبرگ Wartzburg میں مقید رہا۔تاکہ

اہلِ جرمنی کے لیئے نئے عہد نامہ کا ترجمہ کیا جائے۔ کاش کہ وہ اس کتاب کا بہتر استعمال کرتے

اسی طرح ہم بھی اکثر مایوس ہو جاتے ہیں۔جب کہ ہمیں ترقی نہیں ملتی یا دنی خدمات ہمارے سپرد کی جاتی ہیں۔ یا خرابی صحت کی وجہ سے بےکار ہو جاتے ہیں۔ گو یہ آسان نہیں ہے۔تو بھی قرین عقل ہے کہ ہم ایسے موقعوں پر یہ کہہ سکیں کہ یہ خدا کی مرضی ہے۔چاہیئے کہ ہم اپنی رُوحوں کو اُسکی رُوح کے تابع کریں۔ اپنے پڑوسیوں کی مدد کریں۔اور اپنے قرب و جوار میں خوشی اور خوشحالی پیدا کریں۔اور نتائج کو خدا کے حوالے کر دیں۔پولوس نے یہی کیا اور خدا نے اچھے نتائج پیدا کیئے۔خدا اُس کی ہدایت کر رہا تھا۔خدا اُسے پیار کر رہا تھا۔خدا اُس کی حفاظت کر رہا تھا۔آندھی اور جہاز کی تباہی۔سپاہی اور زنجیریں۔قیصریہ اور روم۔تمام چیزیں آخر میں پولوس کی بہتری اور بھلائی کا موجب ثابت ہوئیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے کہ "جو کچھ مجھ پر گذرا خوشخبری کی ترقی ہی کا باعث ہُوا"۔

پولوس کے تجربہ سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ ہمیں اپنی زندگی کی قیود اور حد بندیوں کی وجہ سے مایوس اور پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ خداوند میں مطمئن رہنا چاہیئے۔ اگر آپ اُس کے لیئے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو تمام چیزیں مل کر آپ کے لیئے بھلائی پیدا کریں گی۔ اور خدا کے اُس مقصد کو جو آپ کے متعلق ہے بوجہ احسن پورا کریں گی۔اور جو کچھ آپ خدا کے لیئے کرنا چاہتے ہیں اُس کی توفیق دیں گی۔

بابِ بست ودوم

پولوس کا انتقال

کئی ایک سال کی صبر آزما قانونی تاخیر کے بعد آخرکار ۶۳ء کے موسمِ بہار میں پولوس کے مقدمہ کی شنوائی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی اپیل کی پیروی کی غرض سے نیرو کی عدالت میں حاضر ہوتا ہے۔ اُس کی توقع کے مطابق جس کے اِشارے اُس کے خطوط میں ملتے ہیں۔ شاہنشاہ کا فتویٰ اُسے بری کر دیتا ہے۔ اور وہ رہا کر دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہودی اتنی دیر تک مقدمہ کی پیروی کرتے کرتے تھک گئے تھے فیستس اور اگرپہ اور پلٹن کے سردار لوسیاس کے بیانات موافق تھے۔ غالباً صوبہ دار بُرّس نے بھی جو پولوس پر مہربان تھا اُس کی بڑی مدد کی ہوگی۔ پلٹن کے افسروں نے بھی اُس کی سفارش کی ہوگی۔ علاوہ اس کے رومی منصفوں نے بھی ایسے الزام کو بہت اہمیت نہ دی ہوگی جو محض یہودیوں کے توہمات پر مبنی تھا لہٰذا گو پولوس کا تذکرہ نویس اُس کی بریت کے متعلق خاموش ہے تو بھی ہم ابتدائی کلیسیا کے یقین کے مطابق نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ قید سے رہا کیا گیا۔ اور اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اُس بڑی خدمت کو جس کے لئے خداوند نے اُسے دمشق کے راستے پر بلایا تھا انجام دیتا رہا۔

فصل دوم

مُمکن ہے کہ پولوس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اُس کی جان کس درجہ تک معرضِ خطر میں تھی۔ کیونکہ اگر یہ مقدمہ اور تھوڑی دیر تک فیصل نہ ہوتا تو انسانی نکتۂ خیال کے مطابق اُس کا زندہ رہنا بالکل ناممکن تھا۔

کیونکہ دوسرے ہی سال یعنی ۶۴ء کے جولائی مہینہ میں روم کی وہ آتشزدگی وقوع میں آتی ہے جو بڑی تواریخی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ آگ چھ دن اور چھ رات تک قائم رہتی ہے۔ اور عنقریب تمام شہر کو برباد کر دیتی ہے۔ اور جس طرح لندن کی آتشزدگی کے وقت الزام رومن کیتھولک لوگوں پر لگایا گیا تھا اسی طرح اس وقت بیچارے معصوم مسیحیوں کو اس آگ کا موجب قرار دیا گیا۔ لیکن بہت سے لوگ اصل حقیقت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ یہ کام اُس نیم دیوانے نیرو کا ہے۔ جس نے اپنی بریت کی غرض سے اُن مساعی کو رو کنے کی مطلق کوشش نہ کی جو مسیحی جماعت کو ملزم ٹھہرانا چاہتی تھیں لہٰذا پولوس کے مقدمہ کے ایک سال بعد ایک مسیحی کی اتنی ہی قیمت سمجھی جاتی تھی جتنی ایک پاگل کُتے کی۔ اِسی سال ایک زبردست ایذارسانی کا آغاز ہوا۔ مسیحی ستائے اور صلیب پر چڑھائے جاتے تھے۔ وہ موذی شہنشاہ زندہ مردوں اور عورتوں کے جسم پر رال مل کر آگ لگا دیتا تھا۔ تاکہ مشعلوں کی طرح اُس کے باغوں کو روشن کریں۔ رُومی مؤرخ ٹاسیٹس (Tacitus) لکھتا ہے کہ اُن دنوں میں کثیر التعداد مسیحی تلف ہوئے۔

لیکن ابھی اُن واقعات میں ایک سال باقی ہے۔ پولوس رُوم سے بہت دُور ہے اور زندگی کی اہم خدمت کو تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے۔

اُس وقت پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہمیں لُوقا کی گمشدہ نوٹ بُک کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ اُس میں ضرور پولُوس کے آخری ایّام کا دلچسپ بیان ہوگا۔ اُس کے اپنے خطوط کے علاوہ ہمارے پاس چند ایک نہایت ہی ضعیف روایتوں کے سوا اور کچھ نہیں جن سے اُس زمانہ کے حالات پر روشنی پڑ سکے۔ لیکن حُسنِ اتفاق سے ہمارے پاس اُس کے تین آخری خطوط ہیں جو پاسبانی خطوط کہلاتے ہیں۔ یہ خطوط تیمتھیُس اور طِطُس کے نام لکھے گئے۔ اُن کے پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مکتوب اُسی زمانے کے متعلّق ہیں۔

اِن خُطوط میں پولُوس کی حرکات و اعمال کے متعلّق اشارے ملتے ہیں اور ان سے زیادہ ہمیں کچھ علم نہیں۔ اِن کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے ارادہ کے مطابق جس کا ذکر فلیمون کے خط میں ہے اور جو حال ہی میں لکھا گیا۔ کُلُسّے کی جماعت کو ملنے گیا۔ وہاں وہ فلیمُون کے ہاں ٹھہرا ہوگا۔ اور اُنیسمُس سے پھر ملا ہوگا۔ اس کے بعد وہ اُن تمام کلیسیاؤں میں گیا ہوگا۔ جن کی بنیاد اُس نے خود رکھی تھی۔ اور اُن کی تنظیم کو پختہ کیا ہوگا۔ کچھ شہادت ایسی بھی موجود ہے کہ وہ مغرب کی جانب ہسپانیہ تک گیا۔ اور وہاں اُس نے مسیحی کلیسیاؤں کو قائم کیا۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ پولُوس کی زندگی کے آخری سالوں کی نسبت ہماری واقفیت نہایت ہی قلیل ہے۔ یہ تصویر بالکل دھیمی اور غیر متعیّن ہے۔ جو لُوقا جیسے مصوّر کے مُوقلم کی محتاج نظر آتی ہے۔

فصل سوم

اس سفر کے دوران میں وہ تیمتھیُس کے نام کا پہلا خط تحریر کرتا ہے

جس میں کلیسیا کے انتظام اور عہدوں۔ خادمانِ دین کے تقرّر اور اُن قوانین کے متعلق ہدایات ہیں جنہیں پولُوس مسیحیوں کی زندگی کے لیئے مرتّب کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ تیمتھیُس اُن کی پابندی پر اصرار کرے۔

اب وقت آگیا ہے کہ پولُوس اور دیگر رسول خود کام کرنا چھوڑ کر اپنے جانشین مقرر کریں۔ اور کلیسیا کی راہنمائی کے لیئے چند اساسی قوانین تیار کریں۔ تاکہ جب وہ اپنے خداوند کے پاس واپس چلے جائیں۔ تو کلیسیا کا کام چلتا رہے۔ پولُوس اس وقت نہایت ہی ضعیف اور معمّر ہے۔ اُس کی عمر ستّر سال کے قریب ہے۔ اُس کی قوّی اور زبردست روح پر اُس کے نحیف اور کمزور جسم کا اثر پڑ رہا ہے۔ اُس کی زندگی ایک نہایت ہی کٹھن زندگی رہی ہے۔ وہ شعوری اور جسمانی صعوبتوں کے تیروں کی آماجگاہ بنا رہا ہے۔ اُس نے ایک نہایت ہی اہم اور مقتدر خدمت انجام دی ہے ابھی بھی بہت سے آدمی ہیں جو اُس کے دشمن ہیں۔ کئی ایک فکریں ہیں جن کا بار عمر کی ترقی کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ جن میں تمام کلیسیاؤں کی فکر بھی شامل ہے۔ اب وہ تھک کر چُور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب وہ اپنی خدمت دوسروں کے سپرد کر دیتا ہے تو سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد بڑے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہے۔ ''میرے کُوچ کا وقت آپہنچا ہے''۔

مستقبل کی تیاّری کی وجہ سے اُسے اپنے دوستوں کو اپنے سے علیحدہ کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ وہ مختلف کلیسیاؤں میں اہم اور ضروری خدمات انجام دیں۔ اُسے اپنے رفیقِ زندگی تیمتھیُس کو عین اُس وقت خیرباد کہنا پڑتا ہے۔ جب بڑھاپے کی وجہ سے اُسے اُس کی اشد ضرورت

ہے۔ یہ جدائی اُن دونوں کے لیئے باعثِ رنج ثابت ہوتی ہے۔ ایک سال کے بعد وہ تیمتھیس کو لکھتا ہے "مَیں . . . تیرے آنسوؤں کو یاد کرکے رات دن تیری ملاقات کا مشتاق رہتا ہوں"۔

تیمتھیس کو وہ اِفسس کی کلیسیا اور قرب وجوار کے علاقہ کی خدمت پر مامور کرتا ہے۔ اور اختیار دیتا ہے۔ اِسی طرح طِطُس کو کریتے کی خدمت سپرد کرتا ہے۔ اُن کا کام یہ ہے کہ کلیسیا کی حکومت اور نگرانی کے لیئے خادمانِ دین کا تقرر کریں۔ یعنی اُس خدمت کے لیئے جسے آج ہم اُسقف کی خدمت کہتے ہیں۔ اور جسے کلیسیا نے اٹھارہ سو سال تک اِسی نام سے نامزد کیا ہے۔ اس اہم کام کے لیئے یہ دونوں شخص کم عُمر اور ناتجربہ کار تھے۔ اُنہیں صلاح اور ہدایت کی ضرورت تھی۔ مُمکن ہے کہ اُنہیں بعد میں پولوس کے خطوط کی ضرورت پڑے تاکہ بطورِ سند اُنہیں جماعتوں کے سامنے پیش کرسکیں۔ لہٰذا جُدائی کے چند مہینوں کے بعد وہ مکدُنیہ سے اپنا پہلا خط تیمتھیس کے نام تحریر کرتا ہے۔

فصل چہارم

پولوس کی طرف سے جو یسُوع مسیح کا رسُول ہے۔ تیمتھیس کے نام جو ایمان کے لحاظ سے میرا سچّا فرزند ہے۔ فضل اور رحم اور اطمینان خدا باپ اور ہمارے خداوند مسیح یسُوع کی طرف سے . . . . اَے فرزند تیمتھیس۔ مَیں یہ حکم تیرے سپرد کرتا ہوں تاکہ تُو اچھی لڑائی لڑتا رہے۔ اور ایمان اور اُس نیک نیت پر قائم رہے جس کے دُور کرنے کے سبب بعض

لوگوں کے ایمان کا جہاز غرق ہوگیا۔ اُنہیں میں سے ہُمنیس اور سکندر ہیں۔ جنہیں مَیں نے شیطان کے حوالے کیا۔ تاکہ کُفر سے باز رہنا سیکھیں۔

مَیں تجھے ہدایت کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے گھر میں جو زندہ خدا کی کلیسیا ہے تیرا برتاؤ کیا ہونا چاہیئے۔

پس مَیں سب سے پہلے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مناجاتیں اور دُعائیں اور التجائیں اور شکرگزاریاں سب آدمیوں کے لیئے کی جائیں۔

مَیں تجھے یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ تُو مردوں کو نصیحت کرے کہ کلیسیا میں اُن کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے۔ اور نیز یہ کہ عورتوں کے فرائض کیا ہونا چاہیئیں۔ یہ بات سچ ہے کہ جو شخص نگہبان کا عہدہ چاہتا ہے۔ تو وہ اچھے کام کی خواہش کرتا ہے۔

(یہاں لفظ نگہبان کا مفہوم صاف نہیں ہے۔ یونانی لفظ اِپسکوپاس (Episcopos) کے معنی محض نگران اور سردار کے ہیں۔ رسُولوں کے جینِ حیات میں یہ لفظ اُن پریسبٹروں کے لیئے استعمال ہوتا تھا جو جماعتوں کی نگرانی کرتے تھے۔ لیکن جُوں جُوں رسول مرتے گئے اس لفظ کا اطلاق صرف اُن خاص خاص نگہبانوں پر ہونے لگا جو رسُولوں کے جانشین تھے۔ اور جنہیں اُن کی طرف سے تقرر کرنے اور حکومت کرنے کا اختیار ملا تھا۔ اُس وقت سے لفظ بشپ اور یہ عہدہ کلیسیا میں رائج ہے۔ لیکن یہاں یہ لفظ اُن پریسبٹروں کی طرف اشارہ

کرتا ہے جنہیں تمیتھیس نے مقرر کیا تھا۔ تاکہ جماعتوں کی نگرانی کریں۔

رسول تمیتھیس کی ہدایت کر رہا ہے کہ کس قسم کے آدمی کا تقرر کرنا چاہیئے۔ نگہبان کو بے الزام۔ ایک بیوی کا شوہر۔ پرہیزگار۔ متقی شائستہ اور تعلیم دینے کے لائق ہونا چاہیئے۔ نشے میں غل مچانے والا نہ ہو۔ اپنے گھر کا بخوبی بندوبست کرتا ہو۔ اور باہر والوں کے نزدیک بھی نیک نام ہو۔ "کسی شخص پر جلد ہاتھ نہ رکھنا۔ تقرر کے معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لینا۔ لیکن جو ایک دفعہ تقرر پا چکے۔ اُس کی پرورش کا تسلی بخش انتظام ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مزدور اپنی مزدوری کا حقدار ہے۔ اسی طرح خادموں کو بھی سنجیدہ اور نیک سیرت ہونا چاہیئے۔

ان بیوہ عورتوں کے متعلق جنہیں کلیسیائی خزانہ سے امداد ملتی ہے۔ تیرا برتاؤ یہ ہونا چاہیے۔ جوان عورتوں کے متعلق یہ ہونا چاہیئے۔ اس طرح پولوس اس نوجوان بشپ کو بالتفصیل نصیحت کرتا ہے۔ تاکہ کلیسیائی انتظام میں اُس کی ہدایت ہو۔ اس کے بعد تمیتھیس کی اپنی شخصی زندگی کے متعلق چند نصیحتیں کی جاتی ہیں۔ اپنے آپ کو پاک رکھ۔ روپیہ کی محبت سے گریز کر۔ اے مردِ خدا۔ تو ان باتوں سے بھاگ۔ راستبازی۔ دینداری ایمان۔ محبت۔ صبر۔ اور حلم کا طالب ہو۔ ایمان کی اچھی کشتی لڑ۔ میں خدا اور مسیح یسوع کو گواہ کر کے تجھے تاکید کرتا ہوں کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے اُس ظہور تک حکم کو بے داغ اور بے الزام

رکھ۔ اے تمیتھیس اس امانت کی حفاظت کر۔ تجھ پر فضل ہوتا رہے۔

یُوں تمیتھیس کے نام کا پہلا خط ختم ہوتا ہے۔

فصل پنجم

چند دنوں بعد پولوس طیطُس کے ہمراہ کریتے کی کلیسیاؤں کو دیکھنے جاتا ہے۔ لیکن اُس کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ جو کچھ خادمانِ دین کے تقرر اور جھوٹے اُستادوں کی روک تھام کے متعلق کرنا ضروری تھا کر سکے۔ لہٰذا اُسے طیطُس کو وہاں چھوڑنا پڑتا ہے اور وہی عہدہ اور اختیار اُس کے سپرد کرنا ہے جو تمیتھیس کے سپرد کیا گیا تھا۔ جب کہ وہ افسس کی خدمت کے لیئے مامور کیا گیا تھا۔ طیطس چونکہ نوعمر تھا اس لیئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا کے لوگ اُس کے اختیار کے متعلق شک کرتے ہیں۔ لہٰذا پولوس کو اُسے بھی ایک خط لکھنا پڑتا ہے۔ طیطس کے نام کے خط کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اُس کا مضمون عنقریب وہی ہے جو تمیتھیس کے خط کا ہے۔

فصل ششم

پس پولوس مختلف شہروں اور کلیسیاؤں میں دورہ کرتا۔ ہر قسم کے نقص کو دُور کرتا۔ اور جماعتوں کو خدا حافظ کہتا رہا۔ ہر کہیں اُس کے دوست "اس بات پر غمگین تھے جو اُس نے کہی تھی کہ تم میرا مُنہ پھر نہ دیکھو گے"۔

ہر لمحہ خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ مسیحیوں کے برخلاف نفرت اور خفگی

ترقی کرتی جا رہی ہے۔ اور اب نہ صرف روم ہی تک محدود ہے بلکہ صوبجات میں بھی پھیل گئی ہے۔ چنانچہ پولوس جیسا مشہور ہادی دیر تک محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کچھ عرصہ تک تو وہ اپنے کلیسیائی دوستوں کی امداد سے پوشیدہ رہتا ہے۔ اور اپنے دورہ کو جاری رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ یہودیوں اور غیر اقوام میں اُس کے بہت سے دشمن تھے اس لیئے جلد پکڑا جاتا ہے۔ کوئی مخبر اُس پر الزام لگاتا ہے۔ اپنی موت سے پہلے تمتھیُس کو لکھتا ہوا پولوس کہتا ہے "سکندر ٹھٹھیرے نے مجھ سے بہت برائیاں کیں"۔ غالباً مخبری کرنے والا یہی سکندر ہے۔ تو بھی تحقیق نہیں ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ پولوس کا دیر تک بچے رہنا ناممکن تھا۔ چنانچہ وہ اُسے گرفتار کر لیتے ہیں۔ یہ گرفتاری شاید نیکپلس میں ہوئی جہاں اُس نے جاڑا کاٹنے کا قصد کیا تھا۔ یا ترواس میں کرپس کے ہاں۔ جہاں وہ روانگی کی جلدی میں اپنا چوغہ اور کتابیں اور رَق کے طومار چھوڑ آیا تھا۔ جن کا پھر ذکر ہوگا۔ غالباً صوبجات کے غیر منصفانہ عدالتی فیصلوں سے بچنے کی غرض سے پولوس پھر قیصر کے ہاں اپیل کرنے کے استحقاق کو استعمال کرتا ہے۔ بہرکیف وہ اپنے مقدمہ کے لیئے روم کو جاتا ہے۔

فصل ہفتم

روم کے اِس سفر میں پولوس تن تنہا ہے۔ پچھلے سفر کی طرح اُس کے ساتھی اُس کے ہمراہ نہیں ہیں۔ یا تو وہ اِس مصیبت میں عمداً ساتھ نہیں دیتے۔ یا وہ مختلف خدمات پر مامور ہونے کی وجہ سے غیر حاضر ہیں۔ لیکن لوقا اُس کے ساتھ ہے۔

چنانچہ جب وہ روم میں پہنچتا ہے تو پہلے کی طرح دوستوں کا کوئی گروہ اُس کے خیر مقدم کے لیئے نہیں آتا۔ اُن کے بیٹے پولوس کے ساتھ نظر آنا خواہ مخواہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ اُس کے عزیز، دوست اکولہ اور پرسکلہ افسس میں پناہ گزیں ہیں۔ باقی احباب میں سے اکثر روم سے فرار ہو گئے ہیں۔ ایشیائے کوچک کے وہ لوگ جو ان دنوں کسی نہ کسی کاروباری سلسلہ کے متعلق روم میں آتے جاتے ہیں وہ بھی پولوس کو ملنے نہیں آتے۔ بلکہ وہ کہتا ہے "سب نے مجھے چھوڑ دیا"۔ صرف انسفرس کا ایک بہادر دوست ساتھ دیتا ہے۔ غالباً جس وقت پولوس تمتھیُس کو اُس کے متعلق لکھتا ہے وہ مر چکا ہے۔ "خداوند انیسفرس کے گھرانے پر رحم کرے۔ وہ میری قید سے شرمندہ نہ ہوا۔ بلکہ جب وہ رُوما میں آیا تو کوشش سے تلاش کر کے مجھ سے ملا۔ خداوند اُسے یہ بخشے کہ اُس دن اُس پر خداوند کا رحم ہو"۔

ہمیں یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اِس دفعہ اُس کی قید بہت شدید ہے۔ پہلے کی طرح اُسے کرایہ پر مکان لے کر رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ وہ جیل خانہ کی چار دیواری کے اندر مقید ہے۔ اب کی دفعہ مُنادی اور دوستوں سے بات چیت کرنے کا بھی موقعہ نہیں ہے۔ اب کی دفعہ یہ بھی امید نہیں کی جاتی کہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ رہا کیا جائیگا۔ اور پُرانے دوستوں سے پھر ملیگا۔ اُس پر فتویٰ لگ چکا ہے۔ موت کے علاوہ رہائی کی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ "میرے کوچ کا وقت آپہنچا ہے"۔

فصل ہشتم

تیمتھیس کے نام کے دوسرے خط میں پولوس کی ایک آخری جھلک ہم کو نصیب ہوتی ہے۔ جو برچھی کی طرح دل میں لگتی ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ اُس کے آخری تحریری الفاظ ہیں۔

زندگی کے نازک ترین موقعوں پر انسان چاہتا ہے۔ کہ اُس کا سب سے نزدیکی دوست اُس کے پاس ہو۔ پولوس کا سب سے پیارا دوست تیمتھیس ہے۔ ہمیں یاد ہے۔ کہ وہ اُسے کس درجہ تک عزیز رکھتا ہے۔ پہلے ہی دن سے جب کہ وہ اُس سے لکاؤنیہ میں ملا۔ جہاں وہ اپنی ماں اور نانی کے ساتھ لُسترہ کی سڑک پر رہتا تھا اُسے اپنا گہرا دوست بنا لیتا ہے۔ تیمتھیس خطوط کے لکھنے میں ہمیشہ پولوس کی مدد کرتا ہے۔ مختلف اہم خدمات انجام دیتا ہے۔ کلیسیاؤں کی نگرانی کے متعلق کئی ایک مشکل اور تکلیف دہ کام اپنے ذمہ لیتا ہے۔ بوڑھا پولوس جس کے پاس کوئی اولاد نہیں ہے تیمتھیس کو اپنے بیٹے کی طرح پیار کرتا ہے۔ چنانچہ فلپیوں کو لکھتا ہوا کہتا ہے "وہ جیسا بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہے۔ ویسے ہی اُس نے میرے ساتھ خوشخبری پھیلانے میں خدمت کی"۔

اب وہ قید خانہ میں بالکل تنہا موت کا منتظر ہے۔ اُس کا جی چاہتا ہے کہ وہ پھر تیمتھیس کو دیکھے اور آخری پیغام اور ہدایت اُس کے سپرد کرے اور مرنے سے پہلے اُسے برکت دے۔

اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ پولوس اُس وقت بالکل رنجیدہ اور

مایوس ہے اور اپنے آپ کو قابلِ رحم خیال کر رہا ہے۔ پولوس اس قسم کا آدمی نہیں ہے۔ بلکہ یہ خط امید اور ہمت افزائی اور نہایت ہی معقول ہدایات سے پُر ہے اور اس خیال سے لکھا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ تیمتھیس وقت پر نہ آسکے (میں تیری ملاقات کا مشتاق ہوں۔ اگر تو مجھے زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو جلد آ۔ جاڑے سے پہلے میرے پاس آجانے کی کوشش کر۔ اگر ممکن ہو تو میرے خاتمہ سے پہلے آجا۔)

فصل نہم

تیمتھیس کے نام کا دوسرا خط۔

پولوس کی طرف سے جو خدا کی مرضی سے مسیح یسوع کا رسول ہے پیارے فرزند تیمتھیس کے نام۔ فضل۔ رحم اور اطمینان خدا باپ اور ہمارے خداوند مسیح یسوع کی طرف سے تجھے حاصل ہوتا رہے۔ جب کبھی میں تجھے یاد کرتا ہوں تو خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور میں دعاؤں میں بلاناغہ تجھے یاد رکھتا ہوں۔ اور تیرے آنسوؤں کو یاد کر کے رات دن تیری ملاقات کا مشتاق رہتا ہوں تاکہ خوشی سے بھر جاؤں۔ اور مجھے تیرا وہ بے ریا ایمان یاد دلایا گیا ہے جو پہلے تیری نانی لوئس اور تیری ماں یونیکے رکھتی تھی۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ تو بھی رکھتا ہے۔ اسی سبب سے تو خدا کی اُس نعمت کو چمکا دے جو میرے ہاتھ رکھنے کے باعث تجھے حاصل ہے۔

خداوند کی گواہی دینے سے اور مجھ سے جو اُس کا قیدی ہوں شرم نہ کر۔ . . . میں اُس سے شرماتا نہیں۔ کیونکہ جس کا میں نے یقین کیا ہے۔ اُسے جانتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری امانت کی

اُس دن تک حفاظت کرسکتا ہے۔ جو صحیح باتیں تو نے مجھ سے سُنیں اُس ایمان اور محبت کے ساتھ جو مسیح یسُوع میں ہے اُن کا خاکہ یاد رکھ۔ رُوح القدس کے وسیلے سے جو ہم میں بسا ہوا ہے اِس اچھی امانت کی حفاظت کر۔

تو یہ جانتا ہے کہ آسیہ کے سب لوگ مجھ سے پھر گئے۔ خداوند انیسفرس کے گھرانے پر رحم کرے۔ کیونکہ وہ میری قید سے شرمندہ نہ ہوا۔ بلکہ جب وہ روما میں آیا تو کوشش سے تلاش کرکے مجھ سے ملا خداوند اُسے یہ بخشے کہ اُس دن اُس پر خداوند کا رحم ہو۔

پس اے میرے فرزند۔ تو اُس فضل سے جو مسیح یسُوع میں ہے مضبوط بن۔ اور جو باتیں تو نے بہت سے گواہوں کے سامنے مجھ سے سُنی ہیں۔ اُن کو ایسے دیانتدار آدمیوں کے سپرد کر جو اَوروں کو بھی سکھانے کے قابل ہوں۔

تو اُن باتوں پر جو تو نے سیکھی تھیں۔ اور جن کا یقین تجھے دلایا تھا یہ جان کر قائم رہ کہ تو نے اُنہیں کن لوگوں سے سیکھا تھا۔ اور تو بچپن سے اُن پاک نوشتوں سے واقف ہے جو تجھے مسیح یسُوع پر ایمان لانے سے نجات حاصل کرنے کے لیئے دانائی بخش سکتے ہیں۔ ہر ایک صحیفہ جو خدا کے الہام سے ہے تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لیئے فائدہ مند بھی ہے۔ تاکہ مردِ خدا کامل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لیئے بالکل تیار ہو جائے۔

خدا اور مسیح یسُوع کو جو زندوں اور مُردوں کی عدالت کریگا گواہ کرکے اور اُس کے ظہور اور بادشاہت کو یاد دلاکر۔ تجھے تاکید کرتا ہوں

کہ تو کلام کی منادی کر۔ وقت اور بے وقت مستعد رہ۔ ہر طرح کے تحمل اور تعلیم کے ساتھ سمجھا دے اور ملامت اور نصیحت کر۔

اپنی خدمت کو پورا کر۔ کیونکہ میں اب قربان ہو رہا ہوں اور میرے کوچ کا وقت آپہنچا ہے۔ میں اچھی کشتی لڑ چکا۔ میں نے دوڑ کو ختم کرلیا۔ میں نے ایمان کو محفوظ رکھا۔ آیندہ کے لیئے میرے واسطے راستبازی کا وہ تاج رکھا ہوا ہے۔ جو خداوند مجھے اُس دن دیگا۔

میرے پاس جلد آنے کی کوشش کر۔ دیماس نے مجھے چھوڑ دیا۔ کریسکینس اور طیطُس کو میں نے مختلف خدمات پر مامور کر کے بھیج دیا ہے۔ صرف لوقا میرے پاس ہے۔ مرقس کو ساتھ لے کر آ۔ جو چونہ میں ترواس میں کرپُس کے ہاں چھوڑ آیا ہوں۔ جب تو آئے تو وہ اور کتابیں۔ خاص کر رَق کے طومار لیتا آئیو۔ جاڑے سے پہلے میرے پاس آجانے کی کوشش کر۔ خداوند تیری روح کے ساتھ رہے۔ تم پر فضل ہوتا رہے۔

فصل دہم

یہ پولُس کی آخری جھلک ہے۔ جو ہمیں نصیب ہوتی ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ آیا وہ چونہ اور رَق کے طومار جن کے متعلق وہ تاکید کرتا ہے کبھی اُس تک پہنچے یا نہیں۔ اور نہ ہی ہمیں یہ معلوم ہے کہ تیمتھیُس وقت پر اُس سے مل سکا یا نہیں۔ پولُس کی خاطر تو ہم یہی چاہتے ہیں۔ کہ کاش کہ ایسا ہُوا ہو۔ اور اگر تیمتھیُس اُس سے ملا بھی ہوگا۔ تو بہت قلیل عرصہ تک اُس کے ساتھ رہا ہوگا۔ کیونکہ خاتمہ بہت نزدیک تھا۔

وہ آخری پیشی بھی ایک عجیب و غریب منظر ہوگا۔ دُنیا کے بہترین اور بدترین انسان ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑے ہیں۔ حق اور ناحق ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ حق پابہ زنجیر ہے اور ناحق تخت نشین ہے۔ اس بے ثبات دُنیا میں یہ نقشہ اکثر دکھائی دیتا ہے۔ یہاں تک کہ بغیر مکاشفہ کے بھی انسان یہ تسلیم کرنے کو تیار ہو جاتا ہے کہ ضرور کسی دن دنیا کا انصاف ہوگا۔ اور یہ نقائص دُور کیئے جائیں گے۔

لیکن اس دُنیا میں بھی اس قدر اندھیر نگری نہیں جیسے کہ بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں بھی آخر میں فتح حق ہی کی ہوتی ہے۔ بلکہ عین اُس وقت جب کہ شکل شکست کی ہے حقیقت میں نیکی فتحمند ہوتی ہے۔ اس کے متعلق کسے شک ہو سکتا ہے کہ اُس دن دونو اشخاص میں سے کون زیادہ خوش و خرّم تھا۔ مسیح کا وہ بوڑھا سپاہی جس نے اپنی تمام زندگی خدا کی خدمت میں صرف کی تھی اور اب جس کے پاس وقتِ اختتام دنیوی نعمتوں میں سے صرف ایک پرانا چوغہ اور چند کاغذات ہیں۔ یا وہ مغرور اور بدکردار شہنشاہ جس نے اپنی تمام زندگی نفس کی خاطر بسر کی تھی۔ جس کے پاس لامحدود طاقت اور دولت تھی اور جس کی خوشیوں اور نفس پرستیوں کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا؟

مقدمہ بہت جلد فیصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نہ تو کوئی وکیل ہے۔ نہ کوئی مددگار۔ اس وقت کوئی شخص اُس کا رفیق نہیں ہے۔ اور اگر ہوتا بھی تو کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ کیونکہ مسیحیوں پر روم کی آتشزدگی کا الزام لگایا جا رہا تھا اور چونکہ پولوس مسیحیوں کا ایک مسلمہ ہادی تھا اس لیئے اس حالت میں جب کہ عوام کے جذبات برانگیختہ ہو رہے تھے کسی قسم کی جوابدہی کی کوشش کرنا بالکل بے سود تھا لہٰذا اُس پر موت کا فتویٰ لگتا ہے۔ فیصلہ ہوتا ہے کہ قیدی قتل

کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اگر وہ رومی شہری نہ ہوتا تو شاید زیادہ دُکھ اور ذلت کی موت مرتا۔

پولوس کی موت کی کوئی تفاصیل ہمارے پاس نہیں ہیں۔ ایک روایت ضرور ہے کہ اُس نے اپنے خداوند کی طرح "دروازے کے باہر" دکھ اٹھایا یعنی بندرگاہ کی سڑک (Harbour Road) پر سیسٹیس کے مینار کے Pyramid of Cestius کے پاس۔

اس منظر کو بھی ہم آسانی سے تصور کر سکتے ہیں۔ گرم اور سفید سڑک ہے۔ بھیڑ شور مچاتی چلی آ رہی ہے۔ ایک بوڑھا۔ پست قد قیدی اپنے پہرہ داروں کے زیرِ نگرانی خاموشی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اُس کی آنکھوں میں تسلی اور دُعا کی روشنی چمک رہی ہے۔

ہمارے دل سے بے اختیار دعا اُٹھتی ہے کہ کاش کہ یہ پہرہ دار وہی قیصری سپاہی ہوں جو اُس سے واقف تھے۔ کیونکہ اگر وہ ہوں تو وہ ضرور اُس کو اس چیختی چلاتی ہوئی بھیڑ کی دست بُرد سے بچائیں گے۔ آخر ایک جگہ آ کر سب رُک جاتے ہیں۔ جلاد موجود ہے۔ ایک چوڑی سی تلوار سورج کی روشنی میں چمکتی ہے۔ اور ایک سفید سر زمین پر بے عزتی کی حالت میں پڑا ہوا نظر آتا ہے۔ اس وقت مسیحیوں کا کوئی گروہ نہیں ہے۔ کہ ستفنس کی طرح پولوس کی ذلت پر ماتم کرے۔

اس کے بعد کے منظر کا تصور میں لانا ہمارے لیئے ممکن نہیں ہے۔ جب کہ وہ آنکھیں جو اس طرح موت کی تاریک وادی میں بند ہو جاتی ہیں ایک منور عالم میں کھلتی ہیں۔ جہاں کا نور ایسا ہے جو کبھی زمین یا سمندر پر ظاہر نہیں ہوا۔ اور وہ خاکسار اور فروتن شخص جو اپنے آپ کو سب سے

بڑا گنہگار تصور کرتا تھا۔ پھر اُس یسوع کی گود میں جا بیٹھتا ہے جو اُسے دمشق کے راستے پر ملا تھا۔ اور اُس خدمت کو جو اُسے اُس روز سپرد کی گئی تھی اپنے خُداوند کو واپس دے دیتا ہے۔

یقیناً اُس وقت زیادہ اہم اور جلالی خدمات اُس کے سپرد ہوئی ہوں گی کیونکہ خدا ایسے سچے اور وفادار خادموں کو آنے والی دُنیا میں بھی اپنی خدمت کا شرف بخشتا ہے۔ ایک دن ہم بھی اُس نئی اور جلالی زندگی کا تجربہ حاصل کریں گے۔ لیکن ابھی نہیں۔ پولوس کی زمینی زندگی ختم ہوتی ہے۔ ہمارے لیٔے اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ اب اُس کی دلی خواہش پوری ہو گئی ہے۔ کہ "میں کُوچ کر کے مسیح کے پاس جا رہا ہوں۔ کیونکہ یہ بہت ہی بہتر ہے"۔